

مُعَلِّمُ التَّقْرِيرِ

الْعُزُوفِ

# نَوَاطِرُ ضَوْيَةٍ

بُصْنَتُ  
مَوْلَانَا نَبِيِّرَامُ مُحَمَّدُ بْنُ صَاحِبِ

چہام

خواجه بک ڈیو  
دہلی

مَعْلَمُ التَّقْرِيرِ

(الغزوة)

# خَوَاطِئُ ضَوِيٍّ

حصہ چہارم

مَصْنُوعٌ

مَوْلَانَا جُومَرُ مُحَمَّدُكَ صَابِغِي

بَنِي خَلِجِي

**KHWAJA BOOK  
DEPOT**

419/2, Matia Mahal, Jama Masjid  
Delhi-6 Mob: 9313086318, 9136455121  
Email: khwajabd@gmail.com

خواجه بک دیو

۲۹/۲ شیامل جامع مسجد دہلی ۶

نام کتاب :	مواہظہ رضویہ (حصہ چہارم)
نام مصنف :	مولانا نور محمد قادری رضوی
صحیح :	محمد جہانگیر حسن
کیپوزنگ :	صفدر علی
پہلی بار :	اکتوبر ۲۰۰۵ء
اشاعت جدید :	نومبر ۲۰۱۳ء
تعداد :	۱۱۰۰
قیمت :	

### ملنے کی پتہ

- ☆ عری کتاب گھر، پتھر کٹی، حیدر آباد، (اے. پی.)
- ☆ نور الدین کتب خانہ، کھجور انہ، اندور (ایم. پی.)
- ☆ صوفی کتب خانہ، نزد موتی مسجد رانچور، کرناٹک
- ☆ عبدالرحمن کتب فروش، پچھو واپار بازار، بلرام پور (یو. پی.)
- ☆ مکتبہ باغ فردوس، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو. پی.)

Name of Book:	Mawaaiz-e-Rizvia (Part IV)
Author :	Maulana Noor Muhammed Qadri Rizvi
First Edition :	October 2005
Second Edition:	November 2014
Publisher :	Khawaja Book Depot, 419/2, Matia Mahal, Jama Masjid Delhi-6, Mob: 9313086318, 9136455121 E-mail: khwajabd@gmail.com
Price :	

## فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
43	جہاد و عظ	10	جہاد و عظ
43	جہاد کی فضیلت	10	سیدنا ابراہیم کی ولادت اور تبلیغ
45	جہاد کے منافع	17	دوسرا عظ
45	جہاد سے زمین کی خلافت مل سکتی ہے	17	سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں جانا
46	شان نزول	20	نزدیکی نبی کا ایمان لانا
47	جہاد سے عبارت گاہیں محفوظ رہتی ہیں	21	حضرت طفیل علیہ السلام کا ہجرت کرنا
47	جہاد سے کامیابی، جنت اور رضائے الہی	23	تیسرا عظ
48	مجاہد کے جو شے کی برکت	23	حضرت اسماعیل کی ولادت اور قربانی
49	مجاہد کی زبان کی برکت	30	چوتھا عظ
51	شہید کا مرتبہ	30	قربانی کی فضیلت
51	شہید حوروں کی گود میں	31	حکایات
52	شہید کا زندہ ہونا	32	قربانی کا ثواب
53	شان نزول	33	قربانی کا فائدہ
53	حکایات	36	پانچواں عظ
56	ساتواں عظ	36	جہاد کا مفہوم اور فلسفہ
56	ترک جہاد پر رب قہار کی سخت تہدید	38	ہمارے اسلاف میں شوق جہاد
57	مسلمان ہی سر بلند ہیں	41	نوائیں میں شوق جہاد

58	سوال وجواب	102	سولہواں وعظ
59	بعض جنس مومن اور بعض کافر ہیں	103	حضور اقدس کی مطلق فضیلت
59	جنات میں مذہبی فرقے	103	حضور سب سے افضل ہیں
60	جنات کی خوراک	104	معرض کورب العلمین کا جواب دینا
61	جنات کے اقسام	106	ستروہواں وعظ
67	جنات کے حقائق و اشکاف	106	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت
67	مدینہ منورہ کے جن	107	حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے
68	حکایات	108	یہ مصطفیٰ مبعوث اللہ ہے
69	گیارہواں وعظ	110	تمام خلق پر حضور شاہد ہیں
70	حضور حیوانوں کے بھی رسول ہیں	111	ہر صنف مصطفیٰ کی گواہی
72	بھیڑے حضور کو مانتے ہیں	111	حضور دیگر انبیاء سے ممتاز ہیں
74	ہر نیاں حضور کا کلہ پڑھتی ہیں	112	اٹھارہواں وعظ
76	غیب کی شہادت	113	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت
77	اونٹ کا حضور کو سجدہ کرنا	115	فواہد
80	دربار رسالت میں اونٹ کی فریاد	116	پندرہواں وعظ
80	بکریوں نے حضور کو سجدہ کیا	116	حضور کی فضیلت
81	حیوانات حضور پر عاشق تھے	117	حضور کے زمانے کی قسم
82	بارہواں وعظ	118	آپ کے شہر کی قسم
83	نبی کریم شجرہ حجر کے بھی رسول ہیں	119	حضور کے چہرہ اقدس کی قسم
84	حجر بھی حضور کو سلام عرض کرتے ہیں	120	حضور کی کتاب کی قسم
85	حضور کی تشریف آوری اور پہاڑ کا خوش ہونا	121	حضور کے والد کی قسم
85	درخت کا خدمت نبوی میں سلام عرض کرنا	121	حضور کے قلب کی قسم

102	سولہواں وعظ	102	سولہواں وعظ
103	حضور اقدس کی مطلق فضیلت	103	حضور اقدس کی مطلق فضیلت
103	حضور سب سے افضل ہیں	103	حضور سب سے افضل ہیں
104	معرض کورب العلمین کا جواب دینا	104	معرض کورب العلمین کا جواب دینا
106	ستروہواں وعظ	106	ستروہواں وعظ
106	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت	106	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت
107	حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے	107	حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے
108	یہ مصطفیٰ مبعوث اللہ ہے	108	یہ مصطفیٰ مبعوث اللہ ہے
110	تمام خلق پر حضور شاہد ہیں	110	تمام خلق پر حضور شاہد ہیں
111	ہر صنف مصطفیٰ کی گواہی	111	ہر صنف مصطفیٰ کی گواہی
111	حضور دیگر انبیاء سے ممتاز ہیں	111	حضور دیگر انبیاء سے ممتاز ہیں
112	اٹھارہواں وعظ	112	اٹھارہواں وعظ
113	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت	113	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت
115	فواہد	115	فواہد
116	پندرہواں وعظ	116	پندرہواں وعظ
116	حضور کی فضیلت	116	حضور کی فضیلت
117	حضور کے زمانے کی قسم	117	حضور کے زمانے کی قسم
118	آپ کے شہر کی قسم	118	آپ کے شہر کی قسم
119	حضور کے چہرہ اقدس کی قسم	119	حضور کے چہرہ اقدس کی قسم
120	حضور کی کتاب کی قسم	120	حضور کی کتاب کی قسم
121	حضور کے والد کی قسم	121	حضور کے والد کی قسم
121	حضور کے قلب کی قسم	121	حضور کے قلب کی قسم

145	اکیسواں وعظ	157	حسن یوسف اور حسن مصطفیٰ
145	حضور کے اسم مبارک کی شہرت و عظمت	157	زور و زور اور زور مصطفیٰ
145	اللہ کی پہچان رسول اللہ سے	157	کمال سلیمانی اور کمال محمدی
146	آپ کے اسماء مبارکہ کثیر ہیں	158	دست بختی اور دست مصطفیٰ
147	سب سے مشہور نام محمد ہے	158	حضور کی بچوں کے اسماء کا شفا پانا
147	آسمانوں میں مشہور نام مصطفیٰ ہے	159	برص کی بیماری سے شفا
147	عالم اسفل میں	161	مردوں کو زندہ کرنا
148	بانیسواں وعظ	163	گھر کی چیزوں کی خبر دینا
150	حضور اقدس کے اسماء مبارکہ کی تفصیل	163	بیسواں وعظ
150	اسماء گرامی	163	حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم ہیں
151	محمد و احمد	163	حضور کا مومن کے لیے رحمت ہونا
152	وجہ تسمیہ	164	حضور کا غلاموں کے لیے رحمت ہونا
152	اللہ نے آپ کا نام محمد رکھا	165	حضور کا کم عقلوں کے لیے رحمت ہونا
153	رؤف و رحیم	166	حضور کا خاص غلاموں کے لیے رحمت ہونا
153	حق مبین	166	منافقوں کے لیے رحمت ہونا
154	نور	166	کافروں کے لیے رحمت ہونا
154	شہید	166	علائکہ کے لیے رحمت ہونا
154	کریم	167	حضرت جبرئیل کے لیے رحمت ہونا
155	عظیم	167	شیطان کے لیے رحمت ہونا
155	خیر	167	جنوں کے لیے رحمت ہونا
155	فاتح	167	جزائے عالم کے لیے رحمت ہونا
156	وجہ تسمیہ	168	سوال و جواب

168	صحابہ کرام کا ادب بارگاہ نبوی میں	187	طہیم
169	حضرت عروہ بن مسعود	187	اول و آخر
169	حضور کے بالوں کی تعظیم	180	قوی
169	امام مالک کے دل میں عظمت مصطفیٰ	189	دلی و موتی
171	چہبیسواں وعظ	171	تیسواں وعظ
171	نبی اکرم سے محبت و الفت	171	اس پاک کا بیان
171	محبت کے اسباب	171	اس پاک کی برکات
174	حضور کی محبت کے بغیر ایمان نامکمل ہے	174	اس پاک کا ادب و احترام
176	محبت رسول حلاوت ایمان ہے	176	نیک
176	حضرت فاروق اعظم کا کامل ایمان	176	دکائیات
178	محبت کا ثواب و اجر	178	چوبیسواں وعظ
178	ستائیسواں وعظ	178	حضور اقدس کی تعظیم و توقیر
179	حضور کے ساتھ صحابہ اور ائمہ دین کی محبت	179	حضور اقدس سے آگے بڑھنا حرام ہے
179	صحابہ کرام کی محبت	179	حضور کا ادب عین نماز میں
181	تینوں کی محبت	181	حضور کی آواز پر آواز بلند کرنا بے ادبی
181	حضرت علی کی محبت	181	مٹان بزدل
182	حضرت عبداللہ ابن عمر کی محبت	182	تینوں کا عمل
183	زید بن دشنہ کی محبت	183	آئندہ دکائیات
184	ایک صحابی کی محبت	184	حضور کا نام لے کر بلانا بے ادبی ہے
186	حضرت ابو ہریرہ کی محبت	186	پچیسواں وعظ
186	عبداللہ ابن عبداللہ ابن ابی کی محبت	186	صحابہ و بزرگان دین کا کمال ادب
186	حضرت زید بن عبداللہ انصاری کی محبت	186	حضرت عثمان کا ادب

203	حضرت خالد بن معدان کی محبت	تیسری آیت
203	ایک خاتون کی محبت	انتیسواں وعظ
205	انتھانیسواں وعظ	حضور کے حاضر و ناظر ہونے کا ثبوت
205	محبت نبوی کی علامتیں	حضور رحمت عالم کیوں ہیں؟
205	نیکلی علامت	حضرت ابن عباس کا دیدار کرنا
206	دوسری علامت	شیخ قسطلانی کا بیداری میں دیدار کرنا
207	تیسری علامت	شیخ ابوالسعود کا بیداری میں دیدار کرنا
207	چوتھی علامت	توفیق التقلین کا بیداری میں دیدار کرنا
208	پانچویں علامت	دوسری روایت
210	چھٹی علامت	تیسری روایت
212	انتیسواں وعظ	چوتھی روایت
212	دیگر علامت محبت رسول پاک	امام غزالی کا عقیدہ
215	علامت دیگر	خاتم المحدثین شیخ ابن حجر رحمہ اللہ کا عقیدہ
215	محبت کے درجات	بیتیسواں وعظ
217	تیسواں وعظ	حضور کے حاضر و ناظر ہونے کا ثبوت
217	حضور کے حاضر و ناظر ہونے کا بیان	دوسری حدیث
218	حاضر و ناظر کا مطلب	عبدالحق محدث دہلوی کی تشریح
218	آیات قرآنیہ سے ثبوت	امام غزالی کی تشریح
219	آپ کس کس کی طرف رسول بن کر آئے؟	امام عبد الوہاب شمرانی کی تشریح
220	دوسری آیت	مخالفین کا رد
221	اعتراض و جواب	اعتراض و جواب
222	اعتراض و جواب	تیسری حدیث

242	انتیسواں وعظ	بیتیسواں وعظ
242	حضور اکرم کے حاضر و ناظر ہونے کا بیان	منکرین کے اعتراضات و جوابات کا بیان
242	عارف ربانی ابوالحسن مری کی تشریح	پہلا اعتراض و جواب
242	عبدی علی وفا کی تشریح	دوسرا اعتراض و جواب
243	امام شمرانی کی تشریح	چھتیسواں وعظ
243	شیخ شاذلی اور شیخ مری کی تشریح	منکرین کے اعتراضات و جوابات
243	امام یافعی کی تشریح	تیسرا اعتراض و جواب
246	چوتھا اعتراض و جواب	چوتھا اعتراض و جواب
248	چوتھیںسواں وعظ	پانچواں اعتراض و جواب
248	حضور اکرم کے حاضر و ناظر ہونے کا ثبوت	سینتیسواں وعظ
248	شیخ عبدالحق دہلوی کی تشریح	منکرین کے اعتراضات و جوابات
248	قاضی ابوالفضل مالکی کی تشریح	چھٹا اعتراض و جواب
249	حضرت عاتق کی تشریح	ساتواں اعتراض و جواب
249	حضرت عمرو بن دینار تابعی کی تشریح	آٹھواں اعتراض و جواب
250	لاحی قادی کی تشریح	نواں اعتراض و جواب
250	امام شمرانی کی تشریح	دسواں اعتراض و جواب
252	شیخ عبدالحق دہلوی کی دیگر تشریح	اڑتیسواں وعظ
252	حدیث دہلوی کی آخری وصیت	علم غیب مصطفیٰ قرآن مجید کی روشنی میں
253	حاجی امامداد اللہ مہاجر کی تشریح	انفالیسواں وعظ
253	ایک دوسری تشریح	علم غیب مصطفیٰ قرآن کی روشنی میں
254	ارشاد احمد گنگوہی کی تشریح	

## سیدنا ابراہیم کی ولادت اور تبلیغ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ  
وَاتَّخَذَ اللّٰهُ ابْنًا أَحِبَّهُمْ خَلِيلًا

ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو اپنا گہرا دوست بنایا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت شہر بابل میں نمودر دور کے عہد سلطنت میں ہوئی۔ نمودر کی بادشاہی ساری دنیا پر تھی۔ مورخین نے لکھا ہے کہ چار ایسے بادشاہ گزرے ہیں جن کی بادشاہی ساری دنیا پر تھی۔ ان میں سے دو مومن اور دو کافر تھے۔ مومنوں میں ایک حضرت سکندر ذوالقرنین اور دوسرے حضرت سلیمان علیہ السلام تھے۔ کافروں میں ایک بخت نصر اور ایک نمودر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جب اسے ساری دنیا کی بادشاہی عطا فرمائی تو اُس نے بجائے شکر کے خدائی کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دی۔ جو لوگ اس کے پاس رہتے تھے وہ اس کی عبادت کرنے لگے اور جو دور دراز علاقوں میں رہتے تھے، ان کے واسطے اپنی صورت کے بت بنوائے اور ملک کے اطراف و جوانب میں بھیجے تاکہ جو لوگ میرے پاس حاضر نہیں ہو سکتے وہ میری صورت کے بتوں کی پرستش کریں، غرض کہ ساری دنیا میں لوگ نمودر کو خدا سمجھ کر اس کی پوجا کرنے میں مشغول ہو گئے، اور کوئی فردا یا ستارہ جس کے دماغ میں خدائے حقیقی کا تصور باقی ہو۔ غیرت الہی جوش میں آئی اور اپنے خاص بندے کے بھیجے کا انتظام فرمایا جو توحید الہی کی تبلیغ کرے اور باطل پرستی اور بت پرستی کا قلع قمع کرے۔ چنانچہ نمودر دور نے ایک خواب دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا ہے، جس کی روشنی کے سامنے آفتاب و مانتاب بالکل بے نور ہو گئے ہیں۔ اس سے نمودر بہت خوف زدہ ہوا، کانہوں سے تعبیر دریافت کی۔ انہوں نے کہا: اس سال تیری قلمرو میں ایک فرزند پیدا ہوگا جو تیری زوال کا باعث ہوگا اور تیرے

دین والے اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے۔ یہ خبر سن کر نمودر بہت پریشان ہوا، اور یہ عام حکم دے دیا کہ جو بچہ پیدا ہو، وہ قتل کر ڈالا جائے۔ چنانچہ ایک لاکھ بچے بے گناہ قتل کر دیے گئے اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ مرد، خواتین سے علیحدہ رہیں، کوئی مرد عورت کے پاس نہ جائے۔ اس کی عملیاتی کے لیے ایک محکمہ قائم کیا گیا۔ مگر قدر ارات الہیہ کو کون ٹال سکتا ہے۔ لیستفحی للہ افرأ

غرض کہ اتنے بڑے انتقام کے باوجود سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی والدہ کے شکم اقدس میں جلوہ گر ہو گئے اور کانہوں نے نمودر کو خبر دی کہ وہ بچہ حمل میں آ گیا ہے لیکن چوں کہ حضرت کی والدہ ماجدہ کی عمر کم تھی، ان کا حمل کسی سے نہ پہچانا گیا۔ جب زمانہ ولادت قریب ہوا، تو آپ کی والدہ ماجدہ اس تہہ خانے میں چلی گئی جو آپ کے والد نے شہر سے دور کھود کر تیار کیا تھا۔ وہاں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، اور وہیں آپ رہے۔ پتھروں سے اس تہہ خانے کا دروازہ بند کر دیا جاتا تھا۔ روزانہ والدہ صاحبہ تشریف لاتیں اور دودھ پلا جاتیں۔ جب آپ کے پاس آئیں تو نہ سمجھتی تھیں کہ آپ اپنی انگشت چوس رہے ہیں۔

معارض البیوۃ میں ہے کہ آپ کی ایک انگشت سے پانی اور ایک سے دودھ اور ایک سے شہر خالص اور ایک سے گھی نکلتا تھا۔ (عرائس المجالس، صفحہ 46)

آپ بہت جلد بڑھ رہے تھے۔ ایک ماہ میں اتنا بڑھتے تھے جتنا کہ دوسرے بچے ایک ماہ میں بڑھتے ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ آپ تہہ خانے میں کتنے عرصے تک رہے۔ بعض کہتے ہیں سات سال، بعض کہتے ہیں تیرہ سال اور بعض کے نزدیک سترہ سال۔ لیکن یہ مسئلہ یقینی ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر حال میں معصوم ہوتے ہیں اور وہ اپنی ابتدائی ہستی کے تمام اوقات وجود کرامت باللہ ہوتے ہیں۔

ایک روز سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی والدہ سے دریافت کیا کہ میرا رب (پالنے والا) کون ہے؟ انہوں نے کہا: میں! فرمایا: تمہارا رب کون ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارے والد ماجد۔ انہوں نے کہا: کون ہے؟ والدہ نے فرمایا: خاموش رہو اور اپنے شوہر سے جا کر کہا کہ جس لڑکے کی اہمیت یہ مشور ہے کہ وہ زمین والوں کے دین کو بدل دے گا، وہ اپنا ہی فرزند ہے اور آپ کی

ساری گفتگو اپنے شوہر کو سنادی۔ جب آپ تہہ خانے سے باہر تشریف لائے اور سورج غروب ہوا اور آسمان پر مشتری یا زہرہ ستارہ طلوع ہوا تو قوم کے سامنے باطل پرستی اور توحید پر استدلال فرمایا۔ اس استدلال کو قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے **فَلَمَّا جَاءَهُمْ عَلِيمُ الْأُنثَىٰ ذَاتِ الْكَوْنِ قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفْلَحَ قَالَ لَا جُنْدَ الْأَفِلَقِينَ** (پارہ 7، آیت: 76)

ترجمہ: پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا، ایک تارہ مشتری یا زہرہ دیکھا، فرمایا کہ اسے میرا رب ٹھہراتے ہو۔ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا کہ مجھے ڈوبنے والے پسند نہیں۔

**فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفْلَحَ قَالَ لَيْسَ لَهُ بِنُفِيِّ رَبِّي لَا تَكُونُ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ** (پارہ 7، آیت: 77)

ترجمہ: پھر جب چاند چمکتا دیکھا، بولے کہ اسے میرا رب بتاتے ہو۔ پھر جب وہ ڈوب گیا تو فرمایا کہ اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ دیتا تو میں بھی ان ہی گمراہوں میں ہوتا۔

**فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسُ بَازِعَةً قَالَ هَذَا رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفْلَحَ قَالَ لَا تَقْوِمُ إِلَّا لِبُؤْسِ عَيْنٍ لِّكُلِّ كَفُورٍ** (پارہ 7، آیت: 78)

ترجمہ: پھر جب سورج جگمگا تا دیکھا تو بولے کہ اسے میرا رب کہتے ہو، یہ تو ان سب سے بڑا ہے۔ پھر جب وہ ڈوب گیا، تو فرمایا کہ اے میری قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جسے تم شریک ٹھہراتے ہوئے۔

**أَوْفَرَا يَا نَارِي وَجْهِي لِلنَّارِ فَقَطَّوْا السَّنَابِتِ وَالْأَرْضَ حَبِثًا وَمَا أَكَلُونَ إِلَّا عِلْفًا لِّلْغَنَىٰ** (پارہ 7، آیت: 79)

ترجمہ: بے شک میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا ایک اسی کا ہو کر جس نے آسمان و زمین بنائے، اور میں مشرکوں میں نہیں۔

قصہ اسیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ثابت کر دیا کہ ستاروں میں چھوٹے سے بڑے تک کوئی رب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، ان کا معبود ہونا باطل محض ہے اور قوم جس شرک میں جا رہی ہے، آپ نے اس سے بیزار کر دیا۔ آپ کا چچا آذریت کرتھا۔ بت گری میں اپنا بتا نہ رکھتا تھا اور اس کے بنے ہوئے بت بازار میں بڑی قیمت پاتے تھے۔ آذرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

السلام کو بت دیتا تھا کہ اس کو بازار میں فروخت کر آئیں۔ آپ بت کو اپنے پیچھے کھینچے ہوئے گلی کو چے اور بازار میں لے آتے اور فرماتے: **مَنْ يَشْتَرِي عَالًا يَصْطُرُّ وَلَا يَنْفَعُ** یعنی اس بت کو کون خریدے گا جو نہ اسے ضرر دے اور نہ ہی نفع۔ کوئی شخص بھی آپ سے بت نہ خریدتا۔ راستے میں جب کوئی ٹھہر آتی، تو بت کا سریانی میں ڈبو کر فرماتے: **إِشْرِي إِشْرِي** پی لو، پی لو۔ دیکھنے والے ان باتوں کو اقتضائے عمر سمجھ کر مسکراتے اور کچھ نہ کہتے۔ مگر حقیقت میں آپ کا یہ ایک اہم تبلیغی درس ہوتا تھا۔ جب بت کو واپس گھر لے آتے تو آذر پوچھتا کہ اسے فروخت نہیں کیا۔ فرماتے: چچا تمہارے بتوں کا بازار بہت کا سودا اور بے رونق ہے، لوگ اسے نہیں خریدتے۔ آذر کہتا: شاید تو اس کی تعریف نہیں کرتا اور ہمارے شہر کے لوگ اس چیز کو نہیں خریدتے جس کی تعریف نہ کی جائے۔ آپ فرماتے: چچا میں ان کی تعریف کیسے کروں جو کانوں سے بہرے ہیں، کوئی بات نہیں سن سکتے، آنکھوں سے اندھے ہیں، کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتے اور اتنے عاجز ہیں کہ اپنے آپ سے کہیں تک نہیں اڑا سکتے۔ پھر چچا کو خدا پرستی کی تبلیغ کرتے ہیں:

**يَا هَيْدَلَعُ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْتَعِزُّ وَلَا يُنْجِي عَنكَ شَيْئًا**

ترجمہ: اے چچا! ایسے کو کیوں پوجتے ہو جو نہ سستا ہے، نہ دیکھتا ہے اور نہ ہی تجھ سے کسی معیت کو دفع کر سکتا ہے۔

آذر لا جواب ہو گیا اور کہا کہ اے ابراہیم! اگر یہ بت تیری رسالت اور تیرے خدا کی وحدانیت کی گواہی دیں، تو میں تیرے ساتھ ایمان لے لاؤں گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، تو تمام بتوں سے یہ آواز آئی: **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ خَلْقُ اللَّحْدِ** آذر نے یہ سنا تو کہہ کر کہا کہ اے ابراہیم! تو بڑا جادوگر ہے اور ایمان نہ لایا۔ (معارج النبوة، صفحہ: 319)

اس قوم کا سال میں ایک عید کا دن ہوتا تھا۔ وہ عید کی صبح کو قسم قسم کے کھانے پکوا کر عمدہ عمدہ بالے کر بت خانے جاتے اور اپنے بتوں کے سامنے رکھتے اور ان کو سجدہ کرتے۔ پھر عید گاہ نماز واجب میں مشغول رہتے تھے۔ واپسی کے وقت بت خانے میں جاتے اور وہ کھانا بطور تبرک کھاتے اور بتوں کی پوجا پاٹ کر کے واپس اپنے گھروں میں آجاتے۔ تو ان لوگوں نے کہا کہ کل عید کی صبح آپ وہاں چلیں اور دیکھیں کہ ہمارے طریقے میں کیا کیا ہمارا ہے اور کیسے لطف

آتے ہیں؟ جب عید کا دن آیا تو آپ کو ان لوگوں نے عید منانے کی دعوت دی۔ فَتَنَكَرَ تَقَرُّوْا فِي التَّجْوِيزِ فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُہُمْ یعنی آپ نے اپنی نگاہ ستاروں کی طرف اٹھائی اور فرمایا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ اس وقت لوگ علم نجوم کے بڑے معتقد تھے تو ان لوگوں نے آپ کی اس حرکت سے سمجھا کہ حضرت ابراہیم نے ستاروں سے اپنے بیمار ہونے کا حال معلوم کر لیا ہے۔ اب یہ کسی متعدی مرض میں مبتلا ہونے والے ہیں اور وہ متعدی مرض سے بہت ڈرتے تھے۔ فَتَنُوا عَنْهُ مُنْذِرِينَ۔ چنانچہ ان لوگوں نے آپ سے منہ پھیر لیا۔ پھر باقی ماندہ اور کمزور لوگ جو آہستہ آہستہ جارہے تھے، انھیں دیکھ کر آپ نے فرمایا: إِنَّكَ لَآ كَيْدَنَّ أَصْنَأْتُمْ كُمْ بَعْدَ أَنْ تَوَلَّوْا مُنْذِرِينَ۔ (سورۃ انبیاء: 57) یعنی واللہ! میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا جب تم ان سے پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے۔ اس کو بعض لوگوں نے سن لیا تھا۔ (معارج النبیۃ صفحہ: 321)

چنانچہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ بت خانہ لوگوں سے خالی ہو چکا ہے، بت خانے میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ بتوں کے آگے قسم قسم کے کھانے اور ننگ رنگ شراب پڑے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر فرمایا: مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ۔ یعنی تمہیں کیا ہوا کہ بولنے نہیں؟

پھر آپ نے ایک کلبھاڑی لی اور بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، لیکن ایک بڑے بت کو چھوڑ دیا اور اس کے کندھے پر تیر رکھ دی، پھر بت خانے سے چلے آئے۔ قرآن مجید نے اس واقعے کو یوں بیان فرمایا: فَجَعَلَهُمْ جَذَآءًا ۖ اِلَّا كَيْدَۃَ الْاِلٰهِيۡمَ لِيُذِجُوۡنَ۔ یعنی ایک بڑے بت کو چھوڑ کر باقی تمام بتوں کو چور چور کر دیا، تاکہ وہ اس کی طرف لوٹیں تو دیکھیں۔ جب لوگ اپنے کھیل تماشے سے فارغ ہو کر بت خانے میں واپس آئے تو دیکھا کہ بت پارہ پارہ ہیں، شور و فغاں بلند کیا: فَقَالَ عَمْرٍو فَعَلْ هٰذَا بِالْاِلٰهِيۡتِنَا اِنَّہٗ لَنَیۡنَ الْفٰلِیۡیۡنَ۔ یعنی بولے کہ کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے؟ بے شک وہ بڑا ظالم ہے۔ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتٰی یَّذٰکُھُمْ یَقَالُ لَہٗ اِلٰہِۡہُمُ۔ یعنی ان میں کچھ بولے کہ ہم نے ایک جوان ابراہیم کو برا کہتے ہوئے سنا تھا، اس نے کہا تھا: فَتَنُوا لَا کَیۡدَنَّ اَصْنَأْتُمْ كُمْ۔ یعنی میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا۔ جب یہ واقعہ خبر و درود اور اشراف قوم تک پہنچا تو عمرو اور ارکان سلطنت نے کہا: فَاتَّوْا بِہٖ عَلٰی اَعۡیُنِ النَّاسِ لَعَلَّہُمْ یُفۡہَکُوۡنَ۔ یعنی اسے لوگوں کے سامنے لاؤ، شاید وہ گواہی دیں۔ مطلب یہ تھا کہ شہادت قائم ہو تو آپ کے

درپے ہوں۔ سپاہی گئے اور حضرت ابراہیم کو دربارِ نمرود میں لے آئے۔ نمرود کے دربار کی حاضری کا طریقہ یہ تھا کہ جو شخص دربار میں حاضر ہوتا، سب سے پہلے نمرود کو سجدہ کرتا، پھر گفت و شنید ہوتی۔ حضرت ابراہیم نے اس طریقے کی رعایت نہ کی اور نمرود ظالم و سرکش کے سامنے نہ جھکے، تو اس نے پوچھا: مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا: میں اپنے پروردگار کے علاوہ کسی کو سجدہ نہیں کرتا۔ نمرود نے کہا: تیرا رب کون ہے؟ آپ نے فرمایا: رَبِّیَ الَّذِیۡ یُحْیِیۡ وَیُمِیۡتُ قَالَ اَنَا اَمۡحِیۡ وَاُمِیۡتُ۔ یعنی میرا رب وہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے۔ نمرود بولا کہ میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔ چنانچہ نمرود نے دو قیدیوں کو بلایا، ایک کو قتل کیا، دوسرے کو چھوڑ دیا اور کہنے لگا کہ دیکھ لو! میں بھی جلاتا اور مارتا ہوں۔ وہ نادان یہ نہ سمجھا کہ احیاء تو نئے سرے سے حیات دینا ہے نہ کہ حیات پہلی کو باقی رکھنا۔ یہاں جس کو چھوڑا ہے وہ تو پہلے ہی سے زندہ ہے۔ ایسا ہی مارتا کو نہ سمجھا کہ مارتا روح قبض کرتا ہے، بغیر قتل وغیرہ کے، اور جس کو اس نے قتل کیا روح کب قبض کیا، بلکہ روح قبض کرنے والا رب العالمین ہے۔ تاہم نمرود کی یہ بات اذہان قاصرہ کو دھوکا دے سکتی تھی، اس لیے حضرت ابراہیم نے ایک اور حجت قائم فرمائی: قَالَ اِنۡہِۡ اَہۡمِیۡتُہُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ یَالۡتِیۡ بِالشَّمۡسِ مِنَ الْمَشْرِیۡ فَاِنَّہِۡ یَہۡمِیۡنُ الْمَغْرِبُ۔ یعنی حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اللہ وہ ہے جو مشرق سے سورج نکالتا ہے۔ (اگر تو خدا ہے تو) سورج مغرب سے نکال دے۔ یہ سن کر نمرود بہوت رہ گیا۔ ارشاد باری ہے: یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ہٰذَا الَّذِیۡ کُنْتُمْ تُکَفِّرُوۡنَ۔ یعنی کافر کے ہوش اڑ گئے۔

روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو بھیج کر فرمایا کہ اگر وہ لعین کہے کہ سورج مشرق سے میں نکالتا ہوں تو مغرب سے نکال دے، تو اے جبرئیل! تم سورج کو مغرب سے نکال دینا، تاکہ میرے غلیل کی بات جھوٹی نہ ہو۔ (معارج النبیۃ صفحہ: 322)

جب وہ اس مناظرے میں فیل ہو گیا تو اصل بات کی طرف لوٹا اور کہا: اَأَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِالْاِلٰهِيۡنَا اِلٰہِۡہُمَا اَمۡحِیۡتُہُمَا اَمۡحِیۡتُہُمَا؟ اے ابراہیم! کیا ہمارے خداؤں کے ساتھ تم نے یہ سلوک کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہَلۡی فَعَلۡتُہُ کَبِیۡرُہُمَا هٰذَا۔ بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا۔ (کیوں کہ کلبھاڑی اسی کی گردن پر ہے، لیکن ہے اسے غصہ آگیا ہوگا کہ میری موجودگی میں تم چھوٹے بتوں کو کیوں بڑے ہو؟) پھر فرمایا: فَتَنُوا هٰذَا اِنْ کَانُوْا اِیۡنِطۡقُوۡنَ۔ ان سے ہی پوچھ لو اگر یہ بولتے ہیں، یعنی

یہ خود بتائیں کہ ان کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟ مدعا یہ تھا کہ قوم غور کرے کہ جو بول نہیں سکتا، کچھ کر نہیں سکتا، وہ خدا کیسے ہو سکتا، اسی لیے بتوں کی خدائی کا اعتقاد باطل ہے۔ کیوں کہ یہ اتنے مجبور ہیں جو اپنے کندھوں سے کھلاڑی یا بسولہ نہیں ہٹا سکتے، پھر وہ اپنے پجاری کو کیسے بچا سکتے ہیں اور اس کے کیا کام آسکتے ہیں؟

فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمُ الظَّالِمُونَ۔ پھر وہ لوگ اپنے نفس (کفر) کی طرف پلٹے اور کہا کہ بے شک تم ہی ظالم ہو۔ ثُمَّ نَكِسُوا عَلَىٰ رُءُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا تُفَكِّرُونَ۔ پھر ان کی عقل ماری گئی اور کلمہ حق سننے کے بعد بھی وہ کہنے لگے کہ تمہیں خوب معلوم ہے کہ وہ بولتے نہیں۔ یہ سن کر حضرت ابراہیم نے کہا: أَفَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّهُمْ أَفَإِن لَّكُمْ لَكُمُ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو نہ تمہیں نفع دے اور نہ نقصان پہنچائے۔ تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہوں۔ کیا تمہیں یہ سمجھ نہیں؟ کہ بت پوجنے کے قابل نہیں۔ جب نمرود اور اس کی قوم پر حجت تمام ہو گئی تو وہ لا جواب ہو گئے اور بڑے شرمندہ ہوئے، اور اپنی شرمندگی دور کرنے کے لیے آپس میں مشورہ کرنے لگے، پھر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو قید کر دیا۔

\*\*\*

دوسرا وعظ

## سیدنا ابراہیم کو آگ میں ڈالا جانا

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ۔

قَالُوا اخْرِقُوهُ وَاَنْصُرُوا إِلَهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَعِلَاءِن۔ (پارہ 17)

ترجمہ: بولے کہ اس کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو، اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔

جب حضرت ابراہیم کو قید کر دیا گیا تو نمرود نے ارکان سلطنت اور خواص بارگاہ کو بلایا اور آپ کے متعلق مشورہ کیا۔ مشورہ میں طے ہوا کہ آپ کو زندہ آگ میں ڈال کر جلا دیا جائے۔ اسی قرآن مجید میں یوں فرمایا گیا ہے: قَالُوا اخْرِقُوهُ وَاَنْصُرُوا إِلَهَتَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ فَعِلَاءِن۔ یعنی بولے کہ ابراہیم کو جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو، اگر تمہیں کچھ کرنا ہے۔

سبحان اللہ! مسلمانوں کا خدا تو مسلمانوں کی مدد کرے اور یہ باطل پرست اپنے جھوٹے خداؤں کی مدد کرتے ہیں اور خود اُن کے خدا اُن کی مدد سے عاجز ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جلانے کا جس شخص نے مشورہ دیا تھا وہ بیٹوں نامی قبیلہ کا ایک شخص تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ نرازی کہ اس کو زمین میں دھنسا دیا۔ (عرائس المجالس، صفحہ 76)

نمرود مردود نے حکم دیا کہ ایک پتھروں کی چہار دیواری تیار کی جائے اور اس کو کنگڑیوں سے بھر دیا جائے۔ قرآن مجید میں ہے: قَالُوا اتَّخَذَ آلَهُ تَنْبِتًا فَإِذَا الْفَوْكُ فِي الْجَحِيمِ۔ (پارہ 23)

یعنی بولے کہ اس کے لیے ایک عمارت بناؤ، پھر اُسے جھڑکی آگ میں ڈال دو۔ چنانچہ انھوں نے پتھر کی تیس گز لمبی اور بیس گز چوڑی ایک چہار دیواری تیار کی، پھر ایک مادی نے مادی کی کہ نمرود کا حکم ہے کہ ہر صغیر و کبیر مرد و عورت اس چہار دیواری میں لکڑیاں جمع کریں۔ جو اس حکم کی نافرمانی کرے گا اس کو ابراہیم کے ساتھ آگ میں ڈالا جائے گا۔

لوگوں نے حضرت ابراہیم کی دشمنی اور نمرود کو خوش کرنے کے لیے لکڑیاں جمع کرنا شروع کر دیں اور اس جوش و خروش سے جمع کیں کہ عورتوں نے جو بیکار تھیں نذرانی کہ اگر ہمیں صحت ہوئی تو ہم ابراہیم کے جلانے کے لیے اس چہار دیواری میں لکڑیاں جمع کریں گے۔ اس طرح ایک پورے ماہ لکڑیاں جمع ہوتی رہیں۔ پھر جب چہار دیواری لکڑیوں سے بھر گئی تو ان میں آگ لگا دی گئی۔ آگ کے شعلے اتنے مشتعل ہوئے کہ اگر کوئی پرندہ وہاں سے ہوا میں پرواز کرتا تو جل کر راکھ ہو جاتا۔

(عراس المجالس، صفحہ 67)

نمرود کو اطلاع دی گئی کہ عالی جاہ! آگ اب پورے زوروں پر ہے۔ نمرود نے حکم دیا کہ ابراہیم کے پاؤں میں بیڑیاں اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور گلے میں طوق پہنا کر قید خانے سے باہر نکال کر یہاں لایا جائے۔ جب حضرت خلیل اللہ کو نمرود کے پاس لایا گیا تو نمرود نے کہا: اے ابراہیم! اب بھی وقت ہے، اس بھڑکتی ہوئی آگ سے بچ سکتے ہو، صرف میری خدائی کا اقرار کر لو اور اپنے دین کو چھوڑ دو۔ یہ سن کر آپ نے قسم فرمایا اور کہا: نمرود! تو مجھے آگ سے ڈراتا ہے، مجھے آگ کا کوئی خوف نہیں، کیوں کہ آگ زر خالص کو نہیں جلا سکتی۔ نمرود نے حکم دیا کہ ان کو آگ میں ڈال دیا جائے۔ چونکہ آگ کی تیزی اس حد تک تھی کہ کوئی انسان آگ کے قریب نہیں جاسکتا تھا۔ کفار متحیر تھے کہ ابراہیم کو کیسے آگ میں ڈالا جائے، اتنے میں اہلیس بزرگانہ لباس میں ایک بڑی چادر اوڑھے ہوئے نمرود کے سامنے حاضر ہوا۔ نمرود نے پوچھا؟ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟ شیطان نے کہا کہ بڑی مدت سے تیری خدمت میں مشغول ہوں اور تیرے لیے دعا کرتا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ ایک جادوگر آیا ہوا ہے اور تیرا دین بدلنا چاہتا ہے اور تو نے اس کو جانے کا ارادہ کیا ہے، مگر تیرے ملازمین آگ کی تیزی کی وجہ سے ابراہیم کو آگ میں پھینکنے سے عاجز آ گئے ہیں۔ میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ اس کو آگ میں ڈالنے کا طریقہ بتا دوں۔ نمرود نے اہلیس کے آنے کو مبارک خیال کیا اور اس کی بڑی تحسین کی۔ اہلیس لعین نے دوزخ کے دروازے پر متحقیق بنی ہوئی دیکھی تھی اور اس کے بنانے کا طریقہ جانتا تھا۔

الغرض اہلیس کے بنانے سے ایک متحقیق تیار کی گئی۔ پھر حضرت ابراہیم کے پاؤں میں بیڑیاں، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور گلے میں طوق ڈال کر متحقیق میں رکھا گیا۔ یہ نظارہ کائنات دیکھ

دہا ہے، آسمان دیکھ رہا ہے، زمین اور پہاڑ دیکھ رہے ہیں۔ تمام فرشتے دیکھ رہے ہیں۔ آسمان و زمین، پہاڑ اور تمام فرشتے اس نظارے سے متاثر ہو کر رونے لگے اور بارگاہ الہی میں یوں عرض کرنے لگے: یا اللہ! تمام روئے زمین پر صرف ایک ہی تیرا بندہ ہے جو تیری عبادت کرتا ہے اور تجھے بیکار سمجھتا ہے۔ اس کو اب نہایت بے دردی سے آگ میں ڈال جا رہا ہے۔ اگر اجازت ہو تو ہم اس کی مدد کریں۔ فرمان الہی ہوا، اگر وہ تم سے مدد چاہتا ہے تو اس کی مدد کرو۔ اگر میرے سوا کسی کو نہیں چاہتا ہے تو میں اسے خوب چاہتا ہوں اور اس کی حالت کو جانتا ہوں۔ خَلُّو ابْنِیْ وَیَقْنِفْہُ، میں اس کا ہوں اور وہ میرا ہے، تم اس میں دخل نہ دو۔

جب نمرود نے آپ کو آگ میں ڈالنا چاہا تو آپ کے پاس پانی کا فرشتہ آیا اور عرض کیا کہ اے ابراہیم! میرے قبضے میں پانی کے جملہ غرائز ہیں، اگر چاہو تو پانی سے ان بد بختوں کو غرق کر دوں، اگر حکم ہو تو یہ آگ آنا فانا بجھا دوں، پھر آپ کے پاس ہوا کا فرشتہ آیا۔ عرض کرنے لگا: اے ابراہیم! اگر حکم ہو تو اس آگ کو اڑا کر ان پر ڈال دوں اور یہ نیست و نابود ہو جائیں۔ آپ نے ان دونوں کو ایک ہی جواب دیا: خَلُّو ابْنِیْ وَیَقْنِفْہُ، خَلِّیْ یَقْنِفْ مَا یَشَاءُ، تم کون ہوئے ہو میرے میرے خلیل کے درمیان دخل دینے والے، جو اس کی مرضی ہے وہ کرے گا، ابراہیم ہر طرح راضی ہے۔ (عراس المجالس، صفحہ 67)

اب خالوں نے آپ کو بذریعہ متحقیق آگ میں پھینک دیا۔ آپ متحقیق سے جدا ہو کر آگ کے قریب پہنچ رہے ہیں کہ حضرت جبریل حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: یا ابراہیم! اہینک لک حاجة، پیارے ابراہیم! کوئی حاجت ہو تو بتائیں؟ خادم حاضر ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: نَعْمَ اِنَّا اِلَیْکَ فَلَہُ حاجت تو ہے مگر تیری کوئی حاجت نہیں۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا: اچھا جس سے حاجت ہے، اسی سے طلب کریں، کیوں کہ آگ تو بالکل قریب آگئی ہے۔ آپ نے فرمایا: عَلِمْتُ بِمَا لَیْ خَسْبِیْ مِنْ سُوَالِیْ، جس سے حاجت ہے وہ خوب جانتا ہے، اُسے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب آپ آگ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ رب الارباب کا نوراً حکم ہوا:

یَا لَکَ کُوْنِیْ بُوْدًا وَسَلَامًا عَلَیْ رَیْزِ اَہِیْئَہُ۔ اے آگ! میرا طفیل تجھ میں تشریف لارہا ہے، خردوار اس کو مت جلا نا اور شہنشاہی اور سلامتی والی بن جانا۔ آگ یہ حکم خدا سن کر ٹھنڈی ہو کر گھڑا

بن گئی، بلکہ تمام روئے زمین کی آگ بجھ گئی۔ یہ سمجھ کر کہ شاید یہ حکم ہی کو ہوا ہے۔ اب وہ تمام چہار دیواری جو اس سے قبل آتش کدہ بنی ہوئی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برکت سے باغ بن گئی۔ تمام کڑیاں کچھ ریاحین، کچھ نسرین کچھ زنگس اور کچھ ارغوان بن گئیں۔ ان میں شگوفے اور کلیاں نکل آئیں۔ میوے لگ گئے۔ پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ پہلے لیں اور قمریاں اپنے اپنے نغے گانے لگیں۔ حضرت خلیل علیہ السلام کو ریشمی قمیض پہنا کر تخت بہشتی پر بٹھایا گیا۔ حضرت جبرئیل آپ کے دائیں طرف اور حضرت میکائیل بائیں جانب بیٹھ گئے اور ایک فرشتہ پچھلے کر آپ کو ہلانے لگا۔

نمود مردود بلند مکان پر چڑھ کر دیکھنے لگا۔ اس لعین کا خیال تھا کہ آپ ہلاک ہو گئے ہوں گے۔ جب اس نے نگاہ کی، تو دیکھا کہ تمام آتش کدہ گلزار بنا ہوا ہے اور حضرت ابراہیم فرشتوں کے جہرمت میں تخت پر جلوہ گر ہیں۔ پوچھا: اے ابراہیم! کس طرح اس آگ سے بچ کر اس ناز و نعمت میں پہنچ گئے ہو؟ فرمایا: *هَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّي*۔ (معارج النبیۃ، صفحہ 327) یہ واقعہ دیکھ کر حضرت لوط جو آپ کے بیٹے تھے اور حضرت سارہ جو آپ کی چچی کی بیٹی تھی ایمان لے آئیں۔ معارج النبیۃ میں ہے کہ وہ غم نمود کی بیٹی بھی ایمان لائی تھی۔ اس کے ایمان لانے کی تفصیل یہ ہے:

### نمود کی بیٹی کا ایمان لانا

جب سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا گیا، تو نمود کی بیٹی رغفہ نے باپ سے کہا: ابا جان! چند روز سے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا ہے، اجازت ہو تو چھت پر چڑھ کر دیکھوں کہ اس کا کیا حال ہوا ہے۔ نمود نے کہا: بیٹی! وہ جل کر خاکستر ہو گیا ہوگا، پھر اجازت مانگی تو نمود نے اجازت دے دی۔ جب رغفہ نے بلند چھت پر چڑھ کر دیکھا تو حضرت خلیل تخت بہشتی پر جلوہ افروز ہیں اور تمام آتش کدہ گلزار بنا ہوا ہے۔ رغفہ نے کہا: اے ابراہیم! کیا وجہ ہے کہ آگ نے تجھے نہیں جلایا؟ آپ نے فرمایا: *مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مَعْرِفَةُ اللَّهِ لَا تُغْوِيهِ الْقَارُ*۔ جس کے دل میں معرفت الہی ہوتی ہے، آگ اس کو نہیں جلاتی۔ یہ سن کر رغفہ نے کہا: اے ابراہیم! کیا مجھے بھی

اجازت ہے کہ آگ میں آپ کے پاس حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: *إِلَّا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ قَلِيلٌ اللَّهُ*۔ پڑھ کر آگ میں چلی آ کر اور کوئی خوف نہ کرو۔ رغفہ نے مکان کی بلندی سے کلمہ پڑھتے ہوئے آگ میں چھلانگ لگا دی اور حضرت خلیل کے پاس پہنچ گئی اور اپنے ایمان کو تازہ کیا اور بھر سلاستی سے اپنے باپ کے پاس چلی گئی۔

جب نمود نے اپنی بیٹی کا ایمان اور پھر اس کا بلند مکان سے زمین پر آنا اور آگ میں گرنا، اور سلامت رہنا مشاہدہ کیا، تو وہ بڑا تعجب ہوا، مگر لوگوں کی سلامت سے ڈرتے ہوئے اپنے دین باطل پر قائم رہا، اگرچہ اس کے سامنے حضرت ابراہیم کے دین کی حقانیت آفتاب سے زیادہ ظاہر ہو چکی تھی۔ پہلے تو لڑکی کو شفقت سے کہا کہ اس دین براہمی سے پھر جائے۔ مگر ذریعہ آخر اپنے سچے دین سے نہ پھری، تو اب اس کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کیا اور دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو مضبوطی سے باندھ کر سخت دھوپ میں گرم ریت پر لٹا دیا۔ ادھر دریائے رحمت جوش میں آیا اور ہم ہوا: اے جبرئیل! میری بندی کو دشمنوں کے ہاتھوں سے چھڑا کر میرے خلیل کے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ حضرت جبرئیل نے رغفہ کو اس مصیبت سے چھڑا کر حضرت خلیل کے پاس پہنچا دیا۔ کچھ مدت کے بعد حضرت خلیل نے اس کا نکاح اپنے بیٹے مدین کے ساتھ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سعادت مند لڑکی سے بیس فرزند بطن بعد بطن پیدا فرمائے، جو سب کے سب مسند نبوت پر فائز ہوئے۔ *فَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَى ذَلِكَ*۔ (معارج النبیۃ، صفحہ 337)

### حضرت خلیل علیہ السلام کا ہجرت کرنا

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بابل سے شام کی طرف ہجرت فرمائی، تو آپ کے ہمراہ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ پہلے آپ حراں میں مقیم ہوئے۔ کچھ دن کے بعد مصر کی طرف ہجرت فرمائی، وہاں کا بادشاہ بڑا ظالم اور فاسق تھا۔ اس کی عادت تھی کہ جس کسی کی شادی ہوئی، وہ لوگوں اس کے سامنے پیش کی جاتی۔ اگر اسے پسند آتی تو وہ اپنے پاس رکھ لیتا، ورنہ واپس بھیج دیتا۔ اس بد بخت نے ہر راستے پر چوکیدار مقرر کیے ہوئے تھے کہ آنے والے مسافروں میں اگر کوئی حبیبہ جلیل مل جائے تو اسے بادشاہ کے پاس بھیج دیا جائے۔ حضرت ابراہیم کے ساتھ آپ

کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا تھیں جو سب عورتوں سے حسین و جمیل تھیں۔ بخیر نے فرمادی کہ ایک مسافر کے ہمراہ ایک عورت ہے جو حسن و جمال میں بے نظیر ہے۔ ظالم بادشاہ نے حضرت ابراہیم کے پاس اپنے آدمی بھیجے جو بلا کر آپ کو ظالم کے پاس لے گئے۔ وہ ظالم حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو دیکھ کر فریفت ہو گیا۔ پوچھنے لگا: یہ عورت تیری کیا لگتی ہے؟ آپ نے اس خوف سے کہا کہ میں بیوی بتا دوں تو کہیں قتل نہ کر ڈالیں، فرمایا کہ یہ میری بہن ہے۔ یعنی دینی بہن ہے اور دین میں تمام اہل دین بھائی بہن ہوتے ہیں۔ ظالم، حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کمرہ میں لے گیا، آپ کو کمرے کے باہر تھے کہ اللہ رب العزت جل و علانے کمرے کو شیشے کی طرح کر دیا جس سے آپ کو کمرے کے اندر کے تمام حالات نظر آنے لگے۔ جب ظالم نے خیال فاسد سے اپنا ہاتھ حضرت سارہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف دراز کیا تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ ظالم نے مجبور ہو کر آپ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی تو اس کا ہاتھ درست ہو گیا۔ پھر شیطانی دوسے میں آکر اس نے آپ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر حسب دستور اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ وہ کہنے لگا کہ میرے لیے دعا کرو۔ اللہ کی قسم! اب میں آپ کو کوئی تکلیف نہ دوں گا۔ آپ نے دعا کی: اے الہی! اگر یہ سچا ہے تو اس کا ہاتھ درست فرما دے۔ پھر اس کا ہاتھ درست ہو گیا۔ یہ سارا منظر حضرت غلیل اللہ کمرے کا حال باہر سے ملاحظہ فرما رہے تھے۔ بادشاہ نے حضرت سارہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ کرامت دیکھ کر اپنی ایک نیک بخت باندی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عنایت کی اور آپ کو حضرت غلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد کر دیا۔ (عرائس المجالس، صفحہ 70)

آپ نے وہاں سے ملک شام میں تشریف لا کر ارض مقدس میں سکونت اختیار فرمائی۔ ادھر حضرت سارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، اس لیے آپ نے اپنی لونڈی حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت غلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بخش دی۔

☆☆☆

تیسرا وعظ

## حضرت اسماعیل کی ولادت اور قربانی

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَابْنَئِيْ اِنِّىْ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّىْ اُذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى قَالَ يٰ اَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمُرُ سَتَجِدُنِىْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّا اَسْلَمْنَا وَتَلَّہُ لِبَجَلِیْنِ ۝ وَتَلَذَّیْنَاهُ اَنْ تَاْتِیْزَاھِنِمْ ۝ قَدْ صَدَّعْتَ الرَّؤُوسَ اِنَّا كُنَّا لَمُخْلِیْنَ ۝ اِنْ هٰذَا لَهٰؤُ الْبَلَاءِ الْمُبِیْنِ ۝ وَقَدْ تَنَافَعْنَا بَيْنَکُمْ عَظِيْمًا ۝ (صافات: 102-107)

ترجمہ: جب وہ اس کے ساتھ کام کے قائل ہو گیا تو کہا: اے بیٹا! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں، بتا تیری کیا رائے ہے؟ عرض کیا: ابا جان! جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے بجالائیں، اللہ نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ چنانچہ جب ان دونوں نے ہمارے حکم کو تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا، اس وقت کا حال نہ بوجھو اور ہم نے اسے ندا فرمائی کہ اے ابراہیم! بے شک تو نے خواب سچا کر دکھایا۔ ہم نیکیوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ بے شک یہ واضح امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیے میں دے کر اسے بچالیا۔

جب سیدنا غلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ملک شام میں ارض مقدسہ کے مقام پر پہنچے تو آپ نے یہ دعا کی: تَوْبَتِ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَتَشْرُفْنَا لَكَ بِغُلَامٍ خَلِيْمٍ ۝ (صافات: 100-101)

ترجمہ: اے الہی! مجھ کو لائق اولاد دے، تو ہم نے اس کو ایک عقل مند لڑکے کی خوشخبری سنائی۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن اقدس سے ایک فرزند ولادت فرمائی، جس کا نام ”اسماعیل“ رکھا گیا۔ جن کو بعد میں ذبیح اللہ کے مبارک لقب سے نوازا

گیا۔ جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے فرزند ارجمند کو اپنی گود میں بٹھاتیں اور پیار کرتیں تو حضرت سارہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی گود کو خالی دیکھ کر رنج کر کے گلیں۔ لہذا انھوں نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ آپ حضرت ہاجرہ کو ان کے فرزند کے ساتھ یہاں سے کہیں باہر چھوڑ آئیں۔ یہ دراصل اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ اور بیت اللہ شریف کے بننے کا ایک سبب پیدا فرمایا تھا۔

چنانچہ وحی الہی آئی کہ آپ حضرت ہاجرہ کو اسماعیل کے ساتھ اس سرزمین میں چھوڑ آئیں، جہاں اب مکہ معظمہ ہے۔ آپ ان دونوں کو اپنے ہمراہ براق پر سوار کیا، شام سے سرزمین حرم میں لائے اور کعبہ معظمہ کے نزدیک مقام زمزم میں اتار دیا۔ یہاں اس وقت نہ کوئی آبادی تھی نہ کوئی چشمہ اور نہ ہی کوئی سایہ در درخت۔ آپ ان کو بھجوروں کا ایک توشہ دان اور پانی کا ایک برتن دے کر ایسے واپس تشریف لائے کہ مڑ کر ان کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: آپ کہاں چلے جا رہے ہیں؟ اور ہم کو اس بے انیس درخت وادی میں کیوں چھوڑے جا رہے ہیں؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور نہ ہی کوئی التفات فرمائی۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چند مرتبہ یہی عرض کیا، مگر کوئی جواب نہ آیا، تو حضرت ہاجرہ نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! تو اس وقت حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا: اِذَا لَا يَضِيْعُنَا زُهَيْتُ بِاللَّهِ وَرَبُّنَا وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ۔ یعنی اگر رب کا یہی حکم ہے تو پھر کچھ خوف نہیں، وہ خود ہی حفاظت فرمائے گا۔

اور وہاں سے چلتے وقت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں یوں دعا کی:

رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْأَلُكَ مِنْ خُرْقَتَیْ یَوْمَ اِدْعُوْا عَلَیْہِ ذِیْ زُرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمَحْرَمِ رَبَّنَا لَیْسَ بِنَا صَلَٰةٌ فَاجْعَلْ اَقْبَلَہٗ مِنَ الثَّانِیِ عَلَی النَّہْمِ وَارْزُقْہُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّہُمْ یَشْكُرُوْنَ۔

(سورۃ ابراہیم: 37)

ترجمہ: اے پروردگار! میں اپنی بعض اولاد و بیابان وادی میں تیرے حرم کے پاس چھوڑے جا رہا ہوں، تاکہ وہ نماز قائم کریں، لوگوں کے قلوب ان کی طرف مائل کر دے اور میوے ان کو رزق عنایت فرما، تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔

کچھ دنوں تک حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان ہی بھجوروں اور پانی سے گزارا کیا اور اپنے فرزند کو دودھ پلاتی رہیں۔ مگر جب پانی ختم ہو گیا اور پیاس کی شدت ہوئی، نیز آپ کا دودھ بھی خشک ہو گیا، پھر جب حضرت اسماعیل کا حلق مبارک پیاس کی وجہ سے کاٹا بن گیا تو حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پانی کی تلاش میں صفا اور مردہ کے درمیان دوڑیں۔ ادھر پانی کی تلاش ہے ادھر فرزند کا خطرہ ہے۔ آپ تیزی سے پہاڑی پر چڑھ کر فرزند ارجمند کو دیکھتی ہیں اور پھر پانی کی تلاش میں دوڑتی ہیں، پھر دوسری پہاڑی پر چڑھ کر اپنے فرزند کو دیکھتی ہیں، یہاں تک کہ آپ سات مرتبہ دوڑیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی اس بندی کا دوا نانا تپا پسند آیا کہ ہر حاجی کو قیامت تک صفا اور مردہ کے درمیان دوڑنے کا حکم دیا، تاکہ حضرت ہاجرہ کی یہ سنت ہمیشہ جاری رہے۔ قدرت خدا پر قربان کہ ادھر حضرت ہاجرہ پانی کی تلاش میں دوڑ رہی ہیں، ادھر رحمت الہی ان کی طرف دوڑتی ہے کہ معصوم اسماعیل نے شدت پیاس میں اپنی ایڑی رگڑی اور ان کے قدم مبارک کی برکت سے خشک زمین سے چشمہ زم زم نمودار ہوا۔ سبحان اللہ!

ادھر جب حضرت ہاجرہ پانی سے ناامید ہو کر واپس تشریف لائیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ ان کے فرزند ارجمند کے قدموں کے نیچے چشمہ آب جاری ہے۔ شکر خدا ادا کیا اور پانی کو آگے سے بند کرنے لگیں۔ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ ماجدہ پر رحم فرمائے، اگر اس پانی کے چشمے کو آگے سے بند نہ کرتیں تو فیشان الہی سے وہ چشمہ جاری رہتا۔ پھر حضرت غلیل کی دعا قبول ہوئی کہ قبیلہ جرہم کے لوگ تجارت کے لیے مکہ معظمہ کے راستے سے ملک شام جا رہے تھے۔ جب وہ یہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایسے پرندے اڑ رہے ہیں جو بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتے۔ انھیں تعجب ہوا کہ ایسے ہی قوق جمل میں ایسے پرندے کہاں سے آئے؟ چند آدمی تلاش میں روانہ کیے۔ وہ تلاش کرتے کرتے زم زم کے پاس پہنچے اور وہاں جا کر قافلہ والوں کو اطلاع دی۔ انھوں نے حضرت ہاجرہ سے وہاں آباد ہونے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اس شرط پر اجازت دے دی کہ پانی پر تمہارا حق اور قبضہ نہ ہوگا۔ ان لوگوں نے یہ شرط منظور کر لی اور مکہ معظمہ شہر کی بنیاد رکھ کر وہ سب آباد ہو گئے۔

ادھر سیدنا غلیل علیہ السلام ایک تیز رفتار براق پر سوار ہو کر ہر ہفتہ مکہ معظمہ میں اپنے اہل و

عیال کے پاس تشریف لے جاتے۔ ان کی دیکھ بھال کرتے اور شام کو واپس ارض مقدس تشریف لے جاتے۔ چند سال یہی طریقہ رہا، پھر جب حضرت اسماعیل تیرہ سال کے ہو گئے تو آپ کی قربانی کا حکم ہوا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو خواب میں کسی کہنے والے نے کہا: **قُفِّیْ بِالنَّفْسِ بَانَ لَیْلَتِ الْعَالَمِیْنَ** اٹھو اور اپنے پروردگار کے نام پر قربانی کرو۔

جب صبح ہوئی، تو آپ نے ایک دنبہ پہاڑ پر لے جا کر ذبح کیا۔ آگ آئی اور اسے آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئی۔ دوسری رات خواب میں پھر وہی آواز آئی: **قُفِّیْ بِالنَّفْسِ بَانَ لَیْلَتِ الْعَالَمِیْنَ** صبح ہوتے ہی آپ نے پھر ایک سو خوب صورت اور سونے تازے اونٹ چن کر پہاڑ پر لے جا کر ذبح کیے۔ اسی طرح آگ آئی اور اٹھا کر لے گئی۔ عرفہ کی رات جب سوئے تو پھر وہی حکم ہوتا ہے: **قُفِّیْ بِالنَّفْسِ بَانَ لَیْلَتِ الْعَالَمِیْنَ** آپ نے عرض کیا: سوئی! کس کی چیز قربانی منظور ہے؟ حکم ہوا کہ تمہارے بیٹے اسماعیل کی۔ صبح اٹھے، دسویں ذوالحجہ کا دن تھا، حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم دیا کہ آج پیارے اسماعیل کو نبھادو، کنگھی کرو، تیل لگاؤ، عمدہ کپڑے پہناؤ اور دو لوہا بنا دو۔ حضرت ہاجرہ نے وجود یافتہ کی تو آپ نے فرمایا کہ آج ہمیں اپنے دوست کی ملاقات کے واسطے جانا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اسماعیل ایک رسی اور چھری بھی ساتھ لے لو۔ رسی اور چھری لے جانے کی حکمت پوچھی گئی تو فرمایا کہ شاید قربانی کی ضرورت پیش آجائے۔ تیار ہو کر حضرت خلیل اور حضرت ذبیح روانہ ہوئے۔ راستے میں چلتے ہوئے باپ بیٹے میں گفتگو ہوئی۔ حضرت ذبیح نے پوچھا: ابا جان! ہمارے دوست کا گھر کہاں ہے؟ فرمایا: ہمارا دوست گھر سے پاک ہے۔ پھر پوچھا: کیا ہمارا دوست ہمارے ساتھ کھانا کھائے گا؟ آپ نے فرمایا: **هُوَ یُعْطَمُ وَلَا یُطْعَمُ** وہ سب کو کھلاتا ہے مگر خود کھانے سے پاک ہے۔ جب کچھ راستے طے فرمایا تو ابلیس لعین نے باپ بیٹے میں فتنہ ڈالنا چاہا۔ آج شیطان کا دل جل رہا ہے کہ حضرت خلیل اپنے بیٹے کی قربانی سے مرتبہ علیا سے سرفراز ہوں گے۔ اور حضرت اسماعیل ذبیح اللہ کے لقب سے ملقب ہوں گے۔ اولاً شیطان، ایک بوڑھے کی شکل میں حضرت ہاجرہ کے پاس گیا اور کہا: ہاجرہ! معلوم ہے کہ آج حضرت ابراہیم تیرے تخت جگر آنکھوں کی ٹھنڈک کو کہاں لے گئے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! وہ اپنے دوست کی ملاقات اور مہمانی میں تشریف لے گئے ہیں۔ شیطان بولا:

نہیں، مہمانی وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ وہ اسماعیل کو اس لیے لے گئے ہیں کہ ان کے نازک حلق پر چھری چلا کر ان کو ذبح کر ڈالیں۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ کیا ایسا مشفق باپ ایسے حسین و جمیل پیارے بیٹے کو ذبح کر سکتا ہے؟ شیطان نے کہا: ان کا گمان ہے کہ ان کا ذبح کرنا حکم خدا ہے۔ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: اگر حکم خدا ہے تو پھر ہم کو اس سے زریں موقع اور کب ہاتھ آئے گا کہ ہمارا پروردگار ہمارے بیٹے کی قربانی منظور فرما کر ہم سے راضی ہو جائے؟ ابلیس یہاں سے ناامید ہو کر حضرت اسماعیل کے پاس آیا اور کہا: اے اسماعیل! معلوم ہے کہ تجھے تیرا باپ کہاں لے جا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنے دوست کے یہاں کھانا کھانے کے لیے۔ شیطان بولا کہ یہ غلط ہے، بلکہ وہ تجھے ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں۔ کیا یہ رسی اور چھری دیکھتا نہیں؟ جو اسی غرض کے لیے ساتھ لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے بوڑھے! کیا حضرت خلیل جیسا باپ اسماعیل جیسے خوب صورت تخت جگر کو اپنے ہاتھوں ذبح کر سکتا ہے؟ شیطان نے کہا کہ ان کا خیال و دھم ہے کہ ذبح کرنا حکم خدا ہے۔ تو حضرت اسماعیل نے فرمایا: اگر ہم امر خدا پر قربان ہو جائیں تب بھی تمہاری ہیں۔ پھر ابلیس ان سے بھی ناامید ہو کر حضرت خلیل کو کہنے لگا کہ ابراہیم! تمہیں ایک خواب کی بنا پر اپنے بیٹے کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ ذرا غور کرو، پھر ایسے فرزند کا ملنا مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا: تو شیطان معلوم ہوتا ہے، ہٹ جا، اللہ کے بندوں پر تیرا دامن نہیں چل سکتا اور اسے ننگر مار کر ذبح کیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ننگر مارنا پسند آیا کہ قیامت تک حابیوں کو حکم ہو گیا کہ اس مقام پر ننگر مار کر حضرت خلیل کی یاد تازہ کریں۔ حضرت ابراہیم کا حال سات آسمانوں کے فرشتے دیکھ کر رو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں یوں داد دے رہے ہیں: **مُتَبِّحَانِ اللّٰہُ نَبِیِّیْ یَقُوْذُ نَبِیِّیْہَا**

اللہ پاک ہے، ایک نبی دوسرے نبی کو راہ خدا میں ذبح کرنے کے لیے لے جا رہے ہیں۔ جب مقام مثنیٰ میں پہنچے، تو اصل حقیقت اسماعیل کے سامنے رکھتے ہوئے فرمایا: **یٰۤاِبْرٰہِیْمُ اِنِّیْ اٰتٰی فِی الْمَنَاقِبِ اِنِّیْ اُذْخِرْکَ فَاَنْظُرْ مَاذَا تَنْزِی**

بیٹے! میں نے دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کرتا ہوں۔ بتا، تیری رائے کیا ہے؟  
 ملائے کرام لکھتے ہیں کہ آپ نے یہ اس لیے فرمایا، تاکہ فرزند ارجمند اطاعت الہی کے

لیے برضا و رغبت تیار ہو، لوگ یہ نہ کہیں کہ اس میں حضرت اسماعیل کا کمال کیا تھا۔ کیوں کہ انھیں بغیر بتائے زبردستی ذبح کر دیا گیا۔ حضرت اسماعیل نے کیا عمدہ جواب دیا:

قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ

اَبَا جان! حکم خدا بجالائیے۔ اسماعیل ذبح ہو جائے گا اور آف تک نہ کرے گا۔

اب باپ بیٹے کو اور بیٹا قربان ہونے پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے چند درخواستیں پیش کیں:

- (1) بوقت ذبح میرے ہاتھ پاؤں مضبوط باندھ لیں، تاکہ جان نکلتے وقت میں نہ تڑپوں اور میرا خون آپ کے کپڑوں پر نہ لگ جائے اور میں بے ادب نہ ٹھہروں۔
  - (2) بوقت ذبح میرا چہرہ زمین کی طرف رکھیں، تاکہ کہیں چھری چلا تے وقت آپ کی نظر میرے چہرے پر پڑے اور محبت پدری جوش میں آئے اور اطاعت الہی میں قصص و واقعات ہو جائے۔
  - (3) میری قمیص میری اماں جان کو دے کر میرا اسلام پہنچا کر آخری پیغام پہنچا دیں کہ اماں جان حیرالخت جگر ایسے رحیم و کریم کے پاس چلا گیا ہے جو تجھ سے بھی زیادہ مہربان ہے۔ لہذا یہ افسوس و غم کا مقام نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے: فَلَمَّا أَسْلَمُوا وَلَّوْا لَهُ لُجَبَيْنِ
- چنانچہ دونوں باپ بیٹے نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے اپنا سر تسلیم خم کر دیا اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے تل لٹا دیا۔

اس وقت حضرت اسماعیل نے پوچھا: ابا حضور! آپ زیادہ سخی ہو یا میں؟ میں نے کہا کہ میں زیادہ سخی ہوں کہ اپنی آنکھوں کے تارے کو ذبح کر رہا ہوں۔ حضرت اسماعیل نے فرمایا کہ میں زیادہ سخی ہوں، بلکہ میں زیادہ سخی ہوں۔ کیوں کہ آپ کے اور بیٹے بھی ہیں، ان سے بھی دل لگا سکتے ہیں۔ مگر میری جان فقط ایک ہے، جب چلی گئی تو واپس نہیں آسکتی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے ابراہیم! نہ تو زیادہ سخی ہے نہ اسماعیل، لیکن میں تم دونوں سے زیادہ سخی ہوں۔ کیوں کہ علیل کا لخت جگر زندہ رہے گا اور قربانی کا ثواب اُس کو عطا ہوگا اور اسماعیل کی جان بھی باقی رہے گی اور اس کا ایک بال بھی باک نہ ہوگا، انھیں ذبح اللہ کا لقب بھی عطا ہوگا۔ الغرض حضرت ابراہیم زور سے چھری چلاتے ہیں، مگر ایک بال بھی نہیں کاٹ پاتی ہے۔ آپ چھری پر ناراض ہوئے اور اس کو

زمین پر دے مارا، اور چھری سے کہا کہ تو کا حق کیوں نہیں؟ چھری نے عرض کیا کہ بیارے علیل! جب آپ نے نرد کی آگ میں چھلانگ لگائی تھی تو آگ نے آپ کو کیوں نہ جلا یا تھا؟ فرمایا کہ آگ کو حکم الہی پہنچا تھا کہ وہ مجھے نہ جلائے، تو چھری نے کہا: اے علیل! آگ کو ایک دفعہ حکم الہی پہنچا کہ ابراہیم کو نہ جلا نا اور مجھے ستر دفعہ حکم ہوا ہے کہ حلق اسماعیل کو نہ کٹا، لہذا میں معذور ہوں۔ اسی سچ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كُنَّا نَمُوتُ نَحْنُ وَالْأَنبِيَاءُ وَالْمُؤْمِنُونَ

اے ابراہیم! تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، بے شک ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ بہشت میں جاؤ، اور جو دنبہ چالیس یا اسی ہزار سال سے چر رہا ہے اُسے لے آؤ، تاکہ اسماعیل کے بدلے میں ذبح کیا جائے اور قیامت تک یہی منت باقی رہے کہ امت مسلمہ دنبہ کو ذبح کر کے قربانی کا ثواب حاصل کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ دنبہ کا ذبیہ نہ دیتا تو آج مسلمانوں کو اپنا بیٹا قربان کرنا پڑتا۔ (عراس الجالس ومعارج المنبؤة)

☆☆☆

## قربانی کی فضیلت

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ  
إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذَلِكَ الْيَقِينُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ

(سورہ توبہ: 36)  
ترجمہ: اللہ تبارک و تعالیٰ کے یہاں مہینوں کا شمار بارہ ہے۔ کتاب اللہ میں جس دن اس نے  
آسمان اور زمینوں کو پیدا فرمایا، ان میں چار ماہ حرمت والے ہیں، یہی سیدہ عادیہ ہے۔ پس ان  
مہینوں میں اپنے اوپر ظلم مت کرو۔

وہ چار مہینے یہ ہیں: ذوقعدہ، ذوالحجہ، محرم الحرام اور رجب المرجب۔ ان مہینوں کی حرمت یہ  
ہے کہ ان میں کوئی گناہ کا کام نہ کیا جائے، اس لیے کہ جس طرح ان مہینوں میں نیک اعمال کا  
ثواب زیادہ ہے اسی طرح گناہوں کا عذاب و عتاب بھی بہت زیادہ اور سخت ہے۔

برادرانِ اسلام! یہ مہینہ ذوالحجہ ان ہی برکت و حرمت والے مہینوں میں سے ایک مہینہ  
ہے۔ اس ماہ مبارک میں نوافل، نماز، روزہ، تلاوت قرآن، تسبیح و تہلیل، تکبیر و تقدیس، صدقات  
و غیرات وغیرہ اعمال کا بہت ثواب ہے۔ خصوصاً عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت اتنی بڑی ہے کہ اللہ تعالیٰ  
نے اس عشرے کی دس راتوں کی قسم قرآن پاک میں کھائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَخِرُّ

ترجمہ: قسم ہے مجھے عید قربان کے فجر کی اور ان دس راتوں کی جو ذوالحجہ کا پہلا عشرہ ہے، اور  
قسم ہے جنت اور طاق راتوں کی جو رمضان المبارک کی آخری راتیں ہیں اور قسم ہے شب

اللہ تعالیٰ کی اس قسم سے پتہ چلتا ہے کہ عشرہ ذوالحجہ کتنی فضیلت والا ہے، اسی طرح ان کی  
فضیلت سے کتب احادیث بھی لبریز ہیں۔ چند احادیث کریمہ پیش کی جاتی ہیں:

(1) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ آيَةٍ أَلْعَمَلُ الصَّالِحِ فِيهِنَّ أَحَبُّ إِلَى  
لِللّٰهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَلَا الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ قَالَ: وَلَا الْجِهَادُ  
فِي سَبِيلِ اللّٰهِ إِلَّا رَجُلٌ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَجْعَلْ مِنْ ذَلِكَ بَشِيرًا (صحیح بخاری)

ترجمہ: آتائے دعوہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے جس میں  
نیک عمل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہو، ان ایام عشرہ سے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: کیا  
جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! جہاد فی سبیل اللہ بھی نہیں، مگر وہ شخص جو اپنی جان  
دل سے نکلا ہو، اور ان میں سے کسی چیز کے ساتھ واپس نہ لوئے، بلکہ سب کچھ قربان کر دے۔

(2) پہلے نو دن روزے رکھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ بعض ازواج مطہرات بیان کرتی  
ہیں اَنَّهُ يَصُومُ تِسْعَةً فِي أَيَّامِهِ ذِي الْحِجَّةِ وَيَوْمَهُ عَاشُورَاءَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ مِنْ ثَلَاثِ شَهْرٍ

(ابوداؤد، نسائی، ماہیت ہالہ، صفحہ: 177)  
ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عشرہ ذی الحجہ میں پہلے نو دن اور دسویں محرم کو اور  
برہہ کے تین دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

حکایت: حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عشرہ ذی الحجہ کی راتوں  
میں ایک رات بصرہ کے قبرستان میں تھا، تو میں نے ایک قبر سے نور نکلتے دیکھا۔ اس سے میں  
عجب ہوا، اس نے میں آواز آئی: اے سفیان! تم بھی عشرہ ذی الحجہ میں روزہ رکھو، تیری قبر سے بھی  
ایسا نور نکلا کرے گا۔ (زبدۃ المجالس)

معلوم ہوا کہ ان دنوں کے روزہ رکھنے کے سبب قبر سے نور کی شعاعیں نکلتی ہیں۔

(3) بعض حدیثوں میں عرفہ کے روزے کے متعلق وارد ہوا ہے کہ عرفہ کا روزہ ایک سال  
پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، مگر یہ غیر محرم کے حق میں ہے۔ محرم عرفہ کا روزہ نہ

رکھے۔ (ماہیت من السنۃ، صفحہ 179)

**حکایت:** ابن جارد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک طالب علم حصول علم کے لیے ایک سفر میں تھے۔ ہم عرفہ کی شب قوم لوط کے ایک شہر میں پہنچے، وہاں ہم نے دیکھا کہ ایک شخص کے منہ پر غبار پڑا ہوا ہے اور پریشان حال ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ کہاں سے آیا ہے؟ اور یہ حالت کیوں ہے؟ کہنے لگا کہ میں عرفات کے میدان سے آ رہا ہوں اور چہرہ غبار آلود اس وجہ سے ہے کہ ایک قوم سے پچاس سال گناہ کرا تا رہا اور اس پر بڑا خوش و خرم تھا، مگر آج کے دن انھوں نے میدان عرفات میں حاضر ہو کر توبہ کر لی اور ان پر رحمت الہی اس قدر نازل ہوئی ہے کہ وہ سب بخشنے لگے ہیں، اس لیے میں نے سر پر مٹی ڈال لی ہے اور یہاں قوم لوط کی بستیوں میں اس لیے آیا ہوں، تاکہ معذبین کو دیکھ کر ذرا اپنے دل کو خوش کر لوں۔ (نزہۃ المجالس)

**حکایت:** ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک رات خواب میں، میں نے دیکھا کہ قیامت برپا ہو گئی ہے۔ میں نے وہاں پر اپنے ایک دوست کو دیکھا جس کے آگے دس نور ہیں اور میرے آگے دو نور ہیں۔ اس سے مجھے تعجب ہوا تو ندا کی کہ تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔ تیرے دوست نے دس سال عرفہ کا روزہ رکھا اور تو نے دو سال عرفہ کا روزہ رکھا ہے، اس لیے اس کے آگے دس نور ہیں اور تیرے آگے دو نور ہیں۔ (نزہۃ المجالس)

## قربانی کا ثواب

یوں تو ذوالحجہ کا تمام عشرہ نور علی نور ہے اور ہر نیک عمل کا ثواب ملتا ہے، مگر ذوالحجہ کی دسویں تاریخ بڑی متبرک ہے۔ خدائے قدوس نے اس دسویں تاریخ کی فجر کی قسم کھائی ہے: وَالْفَجْرِ مجھے عید قربان کی فجر کی قسم! یوں تو اس دن ہر نیک عمل محبوب ہے، مگر جو عمل اس دن سب سے زیادہ اللہ کو محبوب ہے وہ قربانی کرنا ہے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ تَوْبِهِ الشَّعْرِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ إِخْرَاقِ النَّعْلِ وَاتِّبَاعِ لَبَائِكِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَغُزُّونَهَا وَاشْعَارُهَا وَاطْلَافُهَا وَإِنَّ النَّعْلَ يَقْعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقْعَ بِالْأَرْضِ فَطَيَّبُوا بِهَا نَفْسَهُ۔ (سنن ترمذی، مشکوٰۃ)

ترجمہ: قربانی کے دن اللہ کے نزدیک ابن آدم کا کوئی عمل قربانی سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔ بے شک قربانی کا جانور قیامت میں اپنی سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا۔ (یعنی ان سب چیزوں کا وزن کیا جائے گا) اور یہ حقیقت ہے کہ قربانی کے جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے رب کی بارگاہ میں مقبول ہو جاتا ہے، لہذا خوشی خوشی قربانی کرو۔ (یعنی قربانی کرتے وقت دل میں کوئی ملال نہ آنے پائے۔)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: إِنَّكُمْ إِذَا جِئْتُمْ غَلَبُوا السَّلَامَ قَالُوا: فَمَا لَنَا فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: يَكُنْ شَعْرَةً حَسَنَةً قَالُوا: فَالْشُّوفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: يَكُنْ شَعْرَةً مِنْ الشُّوفِ حَسَنَةً۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ)

ترجمہ: تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں اس میں کیا ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا: ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اور صوف میں کتنا ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا: صوف کے ہر بال میں بھی ایک نیکی ملے گی۔

مسلمانو! قربانی کے ثواب کی کثرت کا اندازہ اس بات سے کرو کہ جانور پر کتنے بال ہوتے ہیں۔ خصوصاً بھیڑ پر تو بے شمار بال ہوتے ہیں اور ہر بال کے عوض ایک نیکی ملتی ہے تو قربانی کرنے والے کے اعمال نامے میں کتنی نیکیاں لکھی جاتی ہوں گی۔

## قربانی کا فائدہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دنیا میں قربانی کی ہوگی، جب وہ اپنی قبر سے اٹھے گا تو وہ اپنے سرہانے عجیب قسم کی ایک سواری کھڑی پائے گا، جس کے بال ہانڈی کے، آنکھیں یا قوت کی اور سینگ سونے کی۔ آدمی اس سے پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ میں نے تجھ سے زیادہ خوبصورت سواری نہیں دیکھی، وہ سواری بولے گی کہ میں وہ قربانی ہوں جسے تو نے ذبح کیا تھا، پس اب مجھ پر سوار ہو جا، تو وہ اس پر سوار ہو جائے گا اور پانچ سو سال کی لمبی

مسافت بہت جلد طے کر کے عرش الہی کے سایے میں پہنچ جائے گا۔ (نہجۃ المجالس)

حضرت پیران پیر دکنگیر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مشہور کتاب "نہجۃ الطالبین" میں لکھتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے دربار الہی میں عرض کیا: مولیٰ! اُمّت مصطفیٰ کی قربانی کا کیا ثواب ہے؟ ارشاد ہوا: اے داؤد! اس کو قربانی کے ہریال کے بدلے میں دس نیکیاں عطا کروں گا اور دس گناہ مٹاؤں گا اور دس درجے بلند کروں گا۔ اے داؤد! کیا تجھے معلوم نہیں کہ یہ قربانیاں پل صراط پر سواریاں بنیں گی اور گناہوں کو مٹاؤ لیں گی۔ (غنیۃ الطالبین)

ایک مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عَظَمُوا حَقَّهَا نَأْكُمُهَا عَلَى الصَّوْاطِ عَظَمَاتِهَا كَمُحَرِّقَاتِهَا۔ اپنی قربانیوں کو بڑا کرو، کیوں کہ وہ پل صراط پر تمہاری سواریاں ہوں گی۔

ایک روایت میں ہے: تَقَبَّلُوا یعنی قربانی کے جانور کو موٹا کرو۔ ایک روایت میں ہے: حَسِّنُوا یعنی خوبصورت اور بے عیب جانوروں کی قربانی کیا کرو۔

معلوم ہوا کہ پل صراط کے عبور کرنے کے لیے قربانی کا جانور ہماری سواری بن جائے گا جس سے ہم بہ آسانی پل صراط کو عبور کر لیں گے۔ اب کوئی یہ وہم کرے کہ غریب طبقہ کے لوگ تو قربانی نہیں کرتے اور نہ ہی ان کو قربانی میسر ہوتی ہے، تو اس وہم کا دفع یہ ہے کہ آقا نے نعمت رحمۃ اللعالمین عمسکرامت حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مینڈھاؤں کیا اور فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُمَّ هَذَا عَتَبِي وَعَتَمَن لَكَ يُضَيِّحُ مِنِّ اَقْبَعِي۔ (مشکوٰۃ)

یعنی یہ قربانی میری طرف سے اور میری اُمّت کی طرف سے ہے جو قربانی نہیں کر سکتے۔ قربانی ہر صاحب مال پر واجب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سال مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور ہر سال قربانی کی اور اُمّت کو قربانی کرنے کا حکم فرمایا اور نہ کرنے والوں پر وعید شدید کی خبر سنائی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَن وَجَدَ سَبْعَةَ وَلَدٍ يُضَيِّحُ فَلَا يُغْرُبُ مُصَلًّا تَامًا۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ: جو شخص وسعت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔

ایک مرد مومن کے لیے یہ وعید کتنی شدید ہے۔

بزرگان دین اور اپنے مرے ہوئے رشتہ داروں کی طرف سے قربانی دینا جائز ہے اور اس

ہے ان کو بھی ثواب ملتا ہے۔ حضرت جبریل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَيِّحُ بِكَبْشَتَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ تَمَازُذًا فَقَالَ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصَانِي أَنْ أَخْضِيَ عَنْهُ فَأَنَا أَخْضِي عَنْهُ۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ، صفحہ: 128)

ترجمہ: میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو دیکھا کہ وہ دو مینڈھے قربانی کر رہے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ (یعنی دو قربانیاں کیوں کر رہے ہیں؟) آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں، لہذا میں آپ کی طرف سے بھی قربانی کرتا ہوں۔

بڑا خوش قسمت ہے وہ مسلمان جو اپنے آقا و مولیٰ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

نوٹ: باقی مسائل قربانی کتب فقہ میں تفصیلاً ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆

## جہاد کا مفہوم اور فلسفہ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ.

قَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ (سورۃ انفال: 39)

ترجمہ: ان سے لڑو، یہاں تک کوئی فساد باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے۔

مزید ارشاد فرمایا گیا: كُنْتُمْ حَيَّةٌ أَمَّتْهُ خَيْرٌ لِّلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْعَدْلِ وَتَنْهَوْنَ

عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْتُونَ بِاللَّهِ (سورۃ آل عمران: 110)

ترجمہ: تم سب امتوں میں بہتر ہو، جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں۔ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مسلمان تمام اقوام کے لیے رہنما بنا کر بھیجے گئے ہیں کہ خود خدا پرستی کریں اور باقیوں کو خدا پرستی سکھائیں۔ خود نیکی کریں اور دوسروں کو نیکی کی تعلیم دیں۔ خود برائی سے بچیں اور دوسروں کو برائی سے بچنے کی ہدایت کریں۔ خود بھی ظلم نہ کریں اور دوسروں کو بھی ظلم نہ کرنے دیں۔ اپنے حقوق محفوظ رکھیں اور دوسروں کے حقوق کی بھی حفاظت کریں، اور یہ حقیقت ہے کہ یہ رہنمائی اس وقت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک کہ قوم مسلم کو اقتدار اور طاقت ظاہری و باطنی حاصل نہ ہو، اپنی اقتدار و سلطنت نہ ہو، اور یہ اقتدار و سلطنت جہاد کی برکت سے ہی حاصل ہوتی ہے، اس لیے خالق کائنات نے مسلمانوں پر جہاد فرض کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ. (سورۃ بقرہ: 216)

ترجمہ: تم پر اللہ کی راہ میں لڑنا فرض ہوا، اور وہی تمہیں ناگوار ہے، ممکن ہے کہ کوئی بات

تمہیں بری لگے اور وہی تمہارے حق میں بہتر ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی بات تمہیں اچھی لگے اور وہی تمہارے حق میں بری ہو، اور یہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے: أَنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ. (سورۃ توبہ: 41)

ترجمہ: کوچ کر و خوشی خوشی یا بادل خواستہ، اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

کیوں کہ اس سے تمہاری قوت قائم ہوگی، سلطنت و اقتدار حاصل ہوگا۔ جس کی وجہ سے تم بے روک لوک اقوام عالم کی رہنمائی کر سکو گے۔ ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرمایا: أَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِمُونَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخِرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُوهُمْ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهُمْ. (سورۃ انفال: 60)

ترجمہ: اے مسلمانو! اپنے دشمن کے مقابلے کے لیے طاقت اور سرحدوں پر گھوڑوں کے باندھ رکھنے کی وجہ سے جو کچھ بھی ہو سکے تیار کیا کرو، تاکہ تم اس قوت اور اسباب کی فراہمی کے ساتھ اللہ کے اور اپنے دشمن کو ڈرا سکو، اور ان دشمن کے علاوہ اوروں کو بھی جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے۔

اس میں امت مسلمہ کو واضح طور پر جہاد کے ذریعے سے قوت و طاقت حاصل کرنے کا حکم دیا گیا، تاکہ اس قوت سے قوم مسلم اپنے فریضہ رہنمائی کو احسن وجوہ سے سر انجام دے سکے۔ فرمایا: وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ فَإِنَّ الدِّينَ لِلّٰهِ يَتَنَزَّلُ فِي شَهْرِ رَجَبٍ فِي يَوْمٍ تُخْلَقُ فِيهِ النَّفْسُ الْكَافِرَةُ (سورۃ انفال: 39)

ترجمہ: ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے، پھر اگر وہ باز رہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے کام کو دیکھ رہا ہے۔

یہاں صاف لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ جہاد کا فلسفہ یہی ہے کہ میں دنیا میں زندہ رہنا چاہتا ہوں تاکہ بنی نوع انسان کی خدمت کروں، اپنے حقوق زندگی حاصل کروں اور دوسروں کو دلاؤں۔ اگر کسی نے میرے حقوق پر دست درازی کی تو میں اس کی خبر کلوار سے لوں گا۔ جس نے

میری خدا پرستی اور عبادت میں مداخلت کی تو قلاً تَخَافُوهُمْ وَخَافُونَ إِيَّانَا كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ۔  
(سورہ آل عمران، آیت: 175)  
ان سے نہ ڈرو، فقط مجھ سے ہی ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو، کیوں کہ مومن کسی بھی کافر سے نہیں ڈر سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَّ اَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ۔ (سورہ محمد، آیت: 11)  
اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار ہے اور کفار کا کوئی مددگار نہیں۔ جب مسلمان اس اعتقاد پر مضبوط رہے، انھوں نے نہ صرف اپنے عہد کے یہود و مشرکین کی قوتیں توڑ کر رکھ دیں بلکہ کچھ عرصہ بعد قیصر و کسریٰ کی تخت اونڈھے کر دیے۔ رومیوں اور کیا نیوں کی زبردست اور عظیم الشان سلطنتوں کو پارہ پارہ کر کے دنیا پر ثابت کر دیا کہ فی الواقع سچے مسلمانوں کا پشت دہناہ حامی و مددگار خدا ہے اور کفار کا کوئی مولیٰ نہیں۔

### ہمارے اسلاف میں شوق جہاد

حضرت خلیفۃ المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کا لشکر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سپہ سالاری میں جب مقام قادسیہ پہنچا تو امیر المومنین کی طرف سے حکم ہوا کہ لڑائی سے پہلے کچھ لوگ سفیر بن کر جائیں اور ساسانیوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سردارانِ قبائل سے چند نامور شخص انتخاب کیے جو مختلف صفتوں کے لحاظ سے تمام عرب میں مشہور تھے، مثلاً:

۱۔ عطارد بن حجاب، ۲۔ شعث بن قیس، ۳۔ حارث بن حسان، ۴۔ عاصم بن عمر و معدی کرب، ۵۔ غیرہ بن شعبہ، ۶۔ معنی بن حارث، ۷۔ نعمان بن مقرن، ۸۔ بسر بن ابی رہم، ۹۔ جملہ بن جویہ، ۱۰۔ خلدہ بن الربیع النخعی، ۱۱۔ فرات بن حیان العلجی، ۱۲۔ عدی بن سبیل، ۱۳۔ مغیرہ بن زرارہ۔ یہ گھوڑے دوڑاتے ہوئے جب یزدگرد کے دار الخلافہ مدائن میں پہنچے تو ان کے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز یزدگرد کے کانوں تک پہنچی۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ آواز کیسی ہے؟ کسی نے بتایا کہ اسلام کے سفیر آئے ہیں۔ یہ سن کر اُس نے بڑے ساز و سامان سے دربار سجایا اور سفر اُک

طلب کیا۔ یہ عربی جے پہننے کا اندھوں پر یکنی چادریں ڈالے ہاتھوں میں کوڑے لیے موزے چھانے دربار میں داخل ہوئے۔ یزدگرد نے سفیروں کو اس شان سے دیکھا تو اس پر ایک ہیبت طاری ہو گئی۔ اس نے پوچھا کہ تم لوگ اس ملک میں کیوں آئے ہو؟ نعمان بن مقرن جو سردار گرو تھے، جواب دینے کے لیے آگے بڑھے۔ پہلے مختصر طور پر اسلام کے حالات بیان کیے۔ پھر کہا کہ ہم تمام دنیا کے سامنے دو چیز پیش کرتے ہیں جزیہ یا ٹکوار۔ یزدگرد نے کہا کہ تمہیں یاد نہیں کہ تمام دنیا میں تم سے زیادہ ذلیل کوئی قوم نہ تھی، تم جب کبھی ہم سے سرکشی کرتے تھے تو سرحد کے زمینداروں کو حکم بھیج دیا جاتا تھا، وہ تم کو ٹھیک کر دیتے تھے۔ یہ بات سن کر مغیرہ بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ضبط نہ کر سکے۔ اٹھ کر کہا یہ لوگ اپنے رفیقوں کی طرف اشارہ کر کے روسائے عرب ہیں۔ اپنے علم و وقار کی وجہ سے زیادہ کوئی نہیں کرتے۔ انھوں نے جو کچھ کہا، یہی مناسب تھا۔ مگر تیری بات کا جواب یہ ہے کہ بے شک ہم بد بخت اور گمراہ تھے۔ آپس میں کٹھن مارتے تھے۔ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم میں اپنائی بھیجا جو حب و نب میں ہم سے ممتاز تھا۔ اول اول ہم نے اس کی مخالفت کی۔ وہ بچ کہتا تھا ہم جلتا تھے لیکن رفتہ رفتہ ان کی باتوں نے دلوں میں اثر کیا۔ ہم اس کے غلام بن گئے۔ اس نے ہم کو دیا کہ ہم اس مذہب حق کو تمام دنیا کے سامنے پیش کریں۔ جو لوگ اسلام لائیں وہ تمام حق میں تمہارے برابر ہیں اور جو اسلام کا انکار کریں اور جزیہ دینے پر راضی ہوں تو وہ اسلام کی نایت میں ہیں۔ جس کو دونوں باتوں سے انکار ہو، اس کے لیے ٹکوار ہے۔

دیکھا ہمارے اسلاف کا شوق جہاد اور اسلامی تبلیغ کا پرچار کہ یہ حضرات اپنے ملک سے بیکوں میل دور ہیں۔ دشمن بادشاہ کے سامنے کیسے نڈر ہو کر اعلائے کلمۃ الحق ادا کر رہے ہیں۔ یزدگرد ان کی یہ گفتگوں کر غصہ سے بے تاب ہو گیا اور کہا کہ اگر قاصدوں کا قتل جائز ہوتا تو تم میں سے کوئی زندہ بچ کر نہ جاتا۔ (الفاروق، صفحہ: 64)

یزدگرد کی طرف سے فوج کا سپہ سالار رستم نامی شخص تھا۔ اس کو جب اسلامی لشکر نے ہر محرک میں شکست دی تو اس نے حضرت سعد کے پاس پیغام بھیجا کہ تمہارا کوئی مستند علیہ آدمی آئے تو صلے کے متعلق گفتگو کی جائے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ربیع بن عامر کو اس

خدمت پر مامور کیا۔ وہ عجیب و غریب ہیئت سے چلے۔ عرق گیری کی زرہ بنائی اور اسی کا ایک ٹکڑا ہوا  
سے لپیٹا۔ کمر میں پٹکا باندھا اور کوار کے درمیان چیتھڑے لپیٹے۔ اس ہیئت کڈائی سے گھوڑے  
پر سوار ہو کر نکلے۔ ادھر ایرانیوں نے بڑے ساز و سامان سے دربار سجایا۔ دیبا کا فرش زریں  
گاؤ دار کیے حریر کے پردے صدر میں مرصع تخت، ربعی فرش کے قریب آکر گھوڑے سے اترے  
اور باگ ڈور کو گاؤ کیے سے اٹکا دیا۔ درباری آپ کی اس بے پرواہی کی ادا سے اگرچہ کچھ  
بولے، تاہم دستور کے موافق ہتھیار کھول دیا چاہا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں بلایا ہوا آیا ہوں۔ اگر  
تم کو اس طرح میرا آنا منظور نہیں ہے تو میں الٹا واپس چلا جاتا ہوں۔ درباریوں نے رستم سے  
عرض کی کہ وہ ہتھیار سمیت آنا چاہتا ہے۔ اس نے اجازت دے دی۔ آپ نہایت بے پرواہی  
سے آہستہ آہستہ تخت کی طرف بڑھے اور اپنی برچی کی آئی اس طرح فرش میں چبھوتے جاتے  
تھے کہ ہر تکلف فرش اور قالین جو بچھے ہوئے تھے جا بجا سے کٹ کر بیکار ہو گئے۔ تخت کے  
قریب پہنچ کر زمین پر نیزہ مارا جو فرش کو آ پار کر کے زمین میں گڑ گیا۔ رستم نے پوچھا کہ تم اس  
ملک میں کیوں آئے ہو؟ انھوں نے فرمایا: اس لیے کہ مخلوق کی بجائے خالق کے عبادت کی  
جائے۔ رستم نے کہا میں ارکان سلطنت سے مشورہ کر کے جواب دوں گا۔ یہ تھا ہمارے اسلاف کا  
جذبہ جہاد اور تبلیغی سرگرمیاں۔ (الفاروق، صفحہ: 66)

ایرانیوں کے پاس اخیر سفارت میں حضرت مغیرہ تشریف لے گئے۔ اس دن ایرانیوں  
نے بڑے ٹھاٹھ سے دربار سجایا۔ تمام افسروں نے تاج زریں پہنے اور کرسیوں پر بیٹھے خیمے میں  
دیبا و سجاد کا فرش بچھایا۔ خدام اور منصب دار قرینے سے دونوں طرف کھڑے ہو گئے۔  
حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے اتر کر سیدھے صدر کی طرف بڑھے اور رستم کے زانو  
سے زانو ملا کر بیٹھ گئے۔ اس گستاخی پر تمام دربار برہم ہو گیا، یہاں تک کہ چوبداروں نے آپ کا  
بازو پکڑ کر تخت سے اتار دیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افسران دربار کی طرف خطاب  
کر کے فرمایا۔ میں خود نہیں آیا بلکہ تم نے بلایا تھا۔ اس لیے مہمان کے ساتھ یہ سلوک زیبانہ تھا۔  
تمہاری طرح ہم لوگوں میں یہ دستور نہیں کہ ایک شخص خدا بن کر بیٹھے اور تمام لوگ اس کے آگے  
بنہ ہو کر گردن جھکائیں، اس تقریر سے سارا دربار متاثر ہوا اور بعض لوگ بولے کہ ہماری یہ غلطی

تھی جو ایسی قوم کو ذلیل سمجھتے تھے۔ رستم شرمندہ ہوا اور ندامت منانے کے لیے کہا کہ یہ لوگ کروں  
کی غلطی تھی۔ میرا حکم نہ تھا۔ اس کے بعد حضرت مغیرہ نے ترکش سے تیر نکالے اور ہاتھ میں لیے۔  
بعض نے کہا۔ ان چھوٹے تیروں سے کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ آگ کو چھوٹی ہوتی ہے مگر پھر بھی  
آگ ہے۔ رستم نے کہا آپ کچھ انعام لے لیں اور واپس چلے جائیں۔ حضرت مغیرہ نے کوار  
کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اگر اسلام اور جزیہ منظور نہیں تو اس کوار سے فیصلہ ہوگا۔ سبحان اللہ!  
ہمارے اسلاف کس قدر دشمن کے مقابلہ میں بے باک ہوا کرتے تھے۔ (الفاروق، صفحہ: 67)

### عورتوں میں شوق جہاد

ہمارے اسلاف میں صرف مردوں کو ہی جہاد کا شوق نہیں تھا۔ بلکہ اس زمانے میں عورتیں بھی  
اس جذبے سے سرشار تھیں۔ نمونے کے طور پر صرف حضرت خنساء کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔  
حضرت خنساء ایک مشہور شاعرہ ہیں۔ اہل علم کا اتفاق ہے کہ کسی عورت نے ان سے بہتر شعر نہیں کہا،  
نان سے پہلے اور نہ ان کے بعد۔ خلافت فاروق میں جب قادیسیہ میں لڑائی ہوئی، اس میں حضرت  
خنساء رضی اللہ عنہا اپنے چاروں بیٹوں سمیت شریک ہوئیں اپنے لڑکوں کو لڑائی سے پہلے نصیحت کی  
اور لڑائی کی شرکت پر ابھارا۔ کہنے لگیں: میرے بیٹو! تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو اور اپنی عی  
خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ جس طرح تم ایک ماں  
کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو، اسی طرح ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے تمہاری شرافت میں دھبہ  
لگایا نہ تمہارے نسب کو میں نے خراب کیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہ مسلمانوں کے لیے  
کافروں سے لڑائی میں کیا ثواب رکھا ہے۔ تمہیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دنیا کی فانی زندگی سے  
آخرت کی باقی زندگی کئی درجے بہتر ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَاضُوا وَارْتَبِعُوا وَاللَّهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ

(سورہ آل عمران، آیت: 200)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک  
کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔

لہذا اے میرے بیٹو اکل صبح اٹھو تو نہایت ہوشیاری سے لڑائی میں شرکت کرو اور جب دیکھو کہ لڑائی زور پر آگئی ہے اور اس کے شعلے بھڑکنے لگے ہیں تو اس کی گرم آگ میں گھس جانا اور کافروں کے سردار کا مقابلہ کرنا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ جنت میں اکرام کے ساتھ داخل ہو گے۔ چنانچہ جب صبح کو لڑائی زوروں پر تھی، پھر جب شعلے بھڑکنے لگے تو چاروں لڑکوں میں ایک ایک نمبر وار آگے بڑھتا اور اپنی اماں جان کی نصیحت کو اشعار میں پڑھ کر لڑتا تھا۔ جب وہ شہید ہو جاتے ہیں اور ماں کو ان چاروں کی شہادت کی خبر ملتی ہے تو وہ کہتی ہے: اللہ تبارک و تعالیٰ کا ہے حمد و شکر ہے کہ رحمت کے سائے میں ان چاروں بیٹوں کے ساتھ میں بھی رہوں گی۔

(اسد الغابہ، حکایات صحابہ، صفحہ 226)

☆☆☆

چھٹا وعظ

## جہاد کی فضیلت

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ  
الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْظَمُ حَرْجَةً  
بِجَدِّ اللّٰهِ وَأَوْلِيكَ هُمُ الْقَائِمُونَ يُبَيِّتُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَابٍ لَهُمْ  
فِيهَا نَعِيمٌ مُّقِيمٌ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ

(سورہ توبہ، آیت: 20 تا 22)

ترجمہ: جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے، اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مراد کو پہنچے، ان کا رب انہیں خوش خبری سناتا ہے اپنی رحمت اور اپنی رضا کی اور ان باغوں کی جن میں انہیں دائمی نعمت ہے، ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں جہاد پر بہت زور دیا ہے اور متعدد آیات جہاد کے بارے میں نازل فرمائیں۔ ایک مقام پر حکم دیا: وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ بِِلَهِ يَاقِانِ إِنَّ اللَّهَ يَمْتَحِنُ أَعْيُنَهُمْ لِيَصْطَبُوا وَلَوْ تَوَلَّوْا فَاَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَكُمْ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ (سورہ انفال، آیت: 40-30)

ترجمہ: ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی اور فتنہ باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ کا ہی ہو جائے۔ پھر اگر وہ باز رہیں تو اللہ ان کے کام کو دیکھ رہا ہے اور اگر وہ پھریں (ایمان لانے سے) تو جان لو کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے۔ تو کیا ہی اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔ ایک جگہ ارشاد فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاغْلِبُوا وَادْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلَحُونَ

(سورہ انفال، آیت: 45)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو کہ تم مراؤ کو پہنچو۔

وَأَعِظُوا لَهُمْ مَا اسْتَظَعْتُمْ مِنَ قُوَّةٍ وَمِنْ زِتَاطِ الْحَیْلِ لَئِنْ هَبُوا بِهِ عَصَاؤُكُمْ وَعَصَاؤُكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُوهُمْ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُغْنِي عَنْهُمْ قُوَّةُكُمْ وَسِيفُ اللَّهِ يُؤْتِي إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلُمُونَ. (سورۃ انفال، آیت: 60)

ترجمہ: ان کے لیے تیار رکھو جو قوت تمہیں بن پڑے اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ ان سے ان کے دلوں میں دھاک بیٹھا جو اللہ کے اور تمہارے دشمن ہیں۔ ان کے سوا کچھ اور ان کے دلوں میں جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ انہیں جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو خرچ کرو گے، تمہیں پورا دیا جائے گا اور کسی طرح کھائے میں نہ رہو گے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا أَمِثْلَهُمْ وَلَوْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِثْلُ الْأَلْفَيْنِ لَا يَغْلِبُوا إِلَّا مَنَافَتُكُمْ قُوَّةُكُمْ لَا يَنْفَعُكُمْ (سورۃ انفال، آیت: 65)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں دینے والے! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو۔ اگر تم میں سے بیس صابر ہوں تو دوسرے پر غالب ہوں گے اگر تم میں سے سو ہوں تو ایک ہزار کفار پر غالب ہوں گے اس لیے کہ وہ سمجھ نہیں سکتے۔

فَاتَّبِعُوهُمْ يَغْلِبْهُمْ اللَّهُ بِأَيِّدِكُمْ وَتَخْزِهِمْ وَتَضَعُ كُمُ عَلَيْهِمْ وَيَنْشِبُ ضُورُ قُوَّةٍ مُؤْمِنِينَ. (سورۃ توبہ، آیت: 14)

ترجمہ: تم ان سے لڑو، اللہ انہیں عذاب دے گا تمہارے ہاتھوں سے، تمہیں ان پر غلبہ دے گا، ایمان والوں کا جی ٹھنڈا کرے گا۔

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ. (سورۃ توبہ، آیت: 41)

ترجمہ: کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے اللہ کی راہ میں لڑو اپنے مال اور جان سے، کیوں کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر جانو۔

اس خالق کائنات نے اپنے محبوب اور پیارے رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَلَا تَنْفُسُ التَّاصِيَةِ. (سورۃ توبہ، آیت: 73)

ترجمہ: اے غیب کی خبریں دینے والے! جہاد فرما ایسے کافروں اور منافقین سے اور ان پر سختی کریں کہ ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔

یہی وجہ ہے کہ نبی مختار صاحب لولاک رحمۃ للعالمین کی حیات طیبہ کا ایک معتبر حصہ محض جہاد فی سبیل اللہ اور اس کی تبلیغ و تلقین میں گزرا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ دَخَلْتُ أَنْ أَقْتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ أَخِي ثُمَّ أَقْتَلَ ثُمَّ أَخِي ثُمَّ أَقْتَلَ ثُمَّ أَخِي ثُمَّ أَقْتَلَ ثُمَّ أَخِي ثُمَّ أَقْتَلَ. (مشکوٰۃ، صفحہ: 32، مشفق علیہ)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوؤں۔ پھر زندہ ہوؤں، پھر شہید ہوؤں، پھر زندہ ہوؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں۔

## جہاد کے منافع

ذرا غور کرو کہ جہاد فی سبیل اللہ میں کون سی خوبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بار بار متعدد مقامات میں جہاد کا حکم دیا ہے اور نبی مختار اور سارے صحابی خوشی خوشی جہاد میں جان قربان کرنے کو اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ جہاد ہی سے آزادی حاصل ہوتی ہے۔ جہاد ہی سے ملک خدا کی بادشاہی ملتی ہے، جہاد ہی سے جنت اور جہاد ہی سے خدا کے دو جہاں کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اب جہاد کے چند منافع دینی و دنیاوی سپرد قلم کیے جاتے ہیں۔

## جہاد سے ساری زمین کی خلافت مل سکتی ہے

اگر مسلمانوں میں جہاد اور جانی و مالی قربانیوں کے جذبات ہوں تو وہ باوجود قلیل تعداد کے

تمام دنیا پر غالب آسکتے ہیں اور زمین کی بادشاہی و خلافت کے مالک باذن اللہ ہو سکتے ہیں۔ خود بادشاہ حقیقی اس کا وعدہ فرماتا ہے:

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا (سورہ نور، آیت: 55)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ان سے جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسے ان سے پہلے کوئی (حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہ کو) اور ضرور ان کے لیے جہاد سے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے (یعنی اسلام) اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔

## شان نزول

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی نازل ہونے سے دس سال تک مکہ مکرمہ میں مع اصحاب پاک قیام فرمایا اور کفار کی ایذاؤں پر جو روز ہوتی یہی تحسیر کیا۔ پھر حکم الہی مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی اور انصار کے منازل کو اپنی سکونت سے سرفراز فرمایا۔ مگر قریش اس پر بھی باز نہ آئے روز بروز ان کی طرف سے جنگ کے اعلان ہوتے اور طرح طرح کی دھمکیاں دی جاتیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہر وقت خطرے میں رہتے اور ہتھیار ساتھ رکھتے۔

ایک روز ایک صحابی نے عرض کیا: کیا کبھی ایسا بھی زمانہ آئے گا کہ ہمیں امن میسر ہوگا اور ہتھیاروں کے بارے میں ہم سبکدوش ہوں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ صحابہ کو تسلی دی گئی کہ ضرور ایسا وقت آئے گا۔ چنانچہ مسلمانوں کا تسلط ہوا، مشرق و مغرب کے ممالک اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے فتح فرمائے، کافروں کے ممالک و خزانے ان کے قبضے میں آگئے اور ساری دنیا پر مسلمانوں کا رعب چھا گیا۔

حضرات! آج بھی اگر کامل ایمان، اعمال صالحہ اور جہاد جانی و مالی قربانیوں کا جذبہ ہو تو ہم دنیا پر چھا سکتے ہیں، کیوں کہ سچے کا وعدہ سچا ہے۔

## جہاد سے عبادت گاہیں محفوظ رہتی ہیں

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ حج میں جہاد کی ایک برکت یہ بیان فرمائی کہ اس سے عبادت گاہیں محفوظ رہتی ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفُتِنَتْ ضَوَائِعُ بَيْعٍ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (سورہ حج، آیت: 40)

ترجمہ: اللہ اگر آدمیوں میں ایک دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور وہ عبادی جاتیں خائف ہیں اور گرجا (تھرائیوں کے) اور کلیسے (یہودیوں کے) اور مسجدیں (مسلمانوں کی) جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا اس کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا، غالب ہے۔

خالفین اسلام کی عادت ہے کہ وہ دوسری قوموں کے عبادت خانوں کا احترام نہیں کرتے، ان کی بے عزتی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے اور ان کو غارت اور منہدم کر دیتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے جو عام طور پر ہمارے قرب و جوار میں دیکھا جاتا ہے۔

## جہاد سے کامیابی، جنت، رضائے الہی ملتی ہے

جہاد کا ایک بڑا کرشمہ یہ ہے کہ یہ جہادین اسلام کے لیے دونوں جہاں کی کامیابی کا تمغہ ہے۔ جنت کی بشارت ملتی ہے اور سب سے بڑھ کر اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اللہ خود فرماتا ہے: الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَكْبَرُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ. يُنْفِذُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَتِهِ قَتْلَهُمْ وَرَحْمَتَانِ وَجَنَابٍ لَهُمْ لِيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ. وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَمْسُكُوا بِأَمْوَالِهِمْ لِيُجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَإِنْ لَمْ يَجِدُوا مَالًا فَذُنُوبُهُمْ كَثِيرَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (سورہ توبہ، آیت: 20 تا 22)

ترجمہ: جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے، اللہ کے یہاں ان کا درجہ بڑا ہے اور وہی مرد کو پہنچے۔ ان کا رب ان کو خوشخبری سناتا ہے اپنی رحمت اور

اپنے ان بانگوں کی جن میں انھیں داگی نعمت ہے، ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے۔

ان آیتوں میں جہاد کے مندرجہ ذیل منافع عظیم بیان فرمائے گئے:

۱۔ جہاد سے دین و دنیا کی کامیابی و کامرانی حاصل ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہمارے اسلاف میں جہاد کا جذبہ تھا، وہ جانی و مالی قربانیوں سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ دریاؤں میں کود جایا کرتے تھے۔ لڑائی کے شعلوں میں گھس جاتے تھے۔ جان کی ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ حکمران کی حیثیت سے باعزت زندگی بسر کرتے تھے۔ جب سے مسلمانوں نے جہاد کو چھوڑا، جانی و مالی قربانیاں کرنی چھوڑ دیں، مفاد پرستی، پیش پرستی میں ڈوب گئے، اس وقت سے مسلمان غلامانہ زندگی اور ذلت کی زندگی گزار رہے ہیں، اب بھی رب کی رحمت دور نہیں۔ ذرا سی ہمت کی ضرورت ہے۔ راہ الہی میں لگے رہیں، جانی و مالی قربانی کرنی شروع کر دیں، بخدا دونوں جہانوں کی کامیابی ان کے قدم چومے گی اور قوم مسلم کا گلیا ہوا دھار واپس آ جائے گا۔

## مجاہد کے جوٹھے کی برکت

**حکایت:** چوروں کی ایک جماعت ایک رات کسی عبادت خانے میں داخل ہوئی۔ وہاں ایک عابد تھا جس کا بچہ اپانچ تھا اور پاؤں سے معذور تھا۔ چوروں نے عابد کے سامنے اپنا مجاہد ہونا ظاہر کیا۔ عابد نے ان کو مجاہد سمجھتے ہوئے ان کا بہت احترام و اکرام کیا اور ان کا جھوٹا پانی لے کر اپنے بچے کا پاؤں دھو دیا، رات گزری، جب صبح ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے بچے کا پاؤں تندرست فرمادیا۔ چور صبح اٹھ کر چلے گئے، لوٹ مار کر کے پھر اسی معبد میں واپس آ گئے۔ انھوں نے بچے کو دیکھا کہ اس کا پاؤں صحیح و سالم ہے تو اس کے باپ سے اس کی حقیقت پوچھی۔ بچے کے باپ نے کہا کہ میں نے تمہارا جوٹھا پانی لے کر بچے کا پاؤں دھو دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پانی کی برکت سے شفا عطا فرمائی ہے۔ انھوں نے کہا کہ بھائی! ہم تو مجاہد نہیں بلکہ چور ہیں۔ صرف تیری نیک نیتی کا ثمرہ ہے جو تو مجاہدوں کے بارے میں رکھتا تھا۔ اب چوروں کے دل کی کایا پٹی چوروں نے

خالص توبہ کی اور سچے مجاہد بن گئے۔ (نزہۃ المجالس، حصہ اول، صفحہ: 171)

## مجاہد کی زبان کی برکت

**حکایت:** حضرت ابو قدامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک قوم کا امیر تھا۔ میں نے لوگوں کو جہاد کی دعوت دی تو ایک خاتون آئی اور مجھے ایک کاغذ اور ایک تھیلی دے کر چلی گئی۔ جب میں نے کاغذ کو پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ اے امیر! تو نے ہمیں جہاد کی دعوت دی۔ میرے پاس اور کوئی طاقت نہیں ہے۔ یہ ایک تھیلی چش کرتی ہوں جس میں میرے سر کے بال ہیں۔ ان بالوں کی رسی بنا کر اپنے گھوڑے کو باندھ دیا کرو۔ ممکن ہے کہ اس کی برکت سے ارحم الراحمین مجھ پر رحم و کرم فرمادے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب میں نے دشمن کے مقابلے کے لیے صف آرائی کی اور جنگ شروع ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چھوٹا سا بچہ جنگ کر رہا ہے۔ میں نے اس پر رحم کرتے ہوئے واپس جانے کو حکم دیا، تو اس نے کہا کہ تو مجھے واپس جانے کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ واپس جانے سے روکتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قَاتَيْتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَآخِظْتُمُوهُمْ فَالِقَاتُ الْوَعْدِ الْأَخْيَارِ (سورہ انفال، آیت: 15)

ترجمہ: اے مومنو! جب کافروں سے تمہارا مقابلہ میدان جنگ میں ہو تو تم ان سے اپنی پیٹھ نہ پھیرو۔

پھر اس نے مجھ سے تین تیر بطور قرض مانگے۔ میں نے کہا کہ میں اس شرط پر دیتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ تجھے شہادت نصیب کرے تو میری سفارش کرنا، اس نے کہا بہت اچھا۔ اس نے ان تیروں سے تین کا فرتل کیے، پھر اسے دشمن کی طرف سے ایک تیر لگا۔ میں نے اس سے کہا کہ میری بات بھلانہ دینا، اس نے کہا کہ نہیں بھلاؤں گا۔ مگر میری ایک بات قبول کرو کہ میری اماں جان کو میرا سلام عرض کر دینا۔ جب اس کی روح نکل گئی، تو میں نے اس کو قبر میں دفن کر دیا مگر زمین نے اس کو باہر نکال دیا۔ میں نے دل میں کہا کہ شاید اپنی والدہ کی اجازت کے بغیر جنگ میں شریک ہوا ہے، پھر میں نے دو لٹل ادا کی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔ اسے میں آواز آئی: اے ابو قدامہ! اللہ کے دلی کو چھوڑ دے، پھر کچھ پرندے آئے اور اس کو کھا گئے۔

جب میں اس کی والدہ کے پاس واپس گیا، اس کی والدہ نے کہا کہ غم کی خبر سناؤ یا خوشی کی مجھے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ میں نے کہا کہ یہ کیسے؟ اس نے کہا کہ اگر وہ خود مر گیا ہے تو یہ غم کی خبر ہے اور اگر شہید ہوا ہے تو خوشی کی خبر ہے۔ میں نے کہا کہ وہ شہید ہوا ہے، تو اس خاتون نے کہا کہ وہ اتنی خوشا ہے کہ وہ شہید ہو گیا۔ کیوں کہ وہ دعا مانگا کرتا تھا کہ یا اللہ! میرا حشر پرندوں کے پلوں میں کر۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کر لی ہے۔ (نزہۃ المجالس، صفحہ: 61)

دوسری چیز جو مجاہدی سبیل اللہ کو حاصل ہوتی ہے وہ رضائے الہی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ تمام نعمتوں سے بڑی نعمت بندہ کے لیے رضائے مولیٰ ہے۔ اصل مقصود رضائے مولیٰ ہے، باقی سب نعمتیں فرود ہیں۔

تیسرا فائدہ جو جہاد سے حاصل ہوتا ہے وہ جنت کا حصول ہے۔ مجاہد جانی و مالی قربانی کرنے والے کے لیے جنت تیار ہے اور وہ بڑے اعزاز و اکرام سے اس وقت جنت میں داخل کیا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلِّ الشَّجَرَةِ** یعنی جنت لکواروں کے سایہ میں ہے۔

ایک شخص پھٹے ہوئے کپڑوں والا کھڑا ہوا اور راوی سے پوچھا کہ تو نے یہ حدیث حضور سے سنی ہے؟ راوی نے کہا: ہاں! شخص مذکور اپنے دوستوں کی طرف آیا، ان کو سلام کیا اور اپنی لکوار کا غلاف پھاڑ دیا۔ پھر دشمن خدا سے لڑ پڑا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔ (مشکوٰۃ، صفحہ: 334)

غزوہ بدر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک خیمے میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ بڑھو ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین سے کہیں زیادہ ہے۔ عمیر ابن حمام ایک صحابی نے یہ سن کر کہا: واہ واہ!

حضور نے فرمایا: واہ واہ کس لیے کہی؟ انھوں نے عرض کیا: واللہ! مجھے متناہے کہ میں بھی اہل جنت سے ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا: تو بھی جنتی ہے۔ عمیر نے چند کھجوریں تھیلے سے نکالیں اور کھانے لگا۔ اس کے بعد کہنے لگا، ان کھجوروں کے کھانے تک اگر میں زندہ رہوں تو بہت لمبی زندگی ہے، یہ کہہ کر ان کو پیچنک دیا اور کفار سے لڑنے لگا، یہاں تک کہ شہید ہو گیا۔

(مشکوٰۃ، صفحہ: 331)

### شہید کا مرتبہ

جہاد کے منافع میں سے ایک نفع یہ بھی ہے کہ اگر دشمن کو مار دیا تو غازی، اگر دشمن نے اس کو قتل کر دیا تو شہید، اور شہادت وہ مرتبہ علیا ہے جس کی طلب انبیائے عظام نے بلکہ خود امام الانبیاء نے کی اور ہر زمانے میں اولیاء اور اصفیاء کرتے آئے ہیں۔ ہماری ظاہری نظر سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہید کا بدن لکوار سے زخمی یا تیروں سے چھلنی ہوتا ہے، خون نکلتا ہے، اس کو بہت تکلیف ہوتی ہوگی، مگر جب شہید سے پوچھا جائے تو وہ کہتا ہے کہ راہ خدا میں مجھے لکوار لگنا، بدن زخمی ہونا، گلا کاٹا جانا، شہد سے زیادہ مثمنا اور لذیذ ہے، کیوں کہ شہید کو وقت شہادت ایک خاص لذت حاصل ہوتی ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **أَلْشَّهِيدُ لَا يَجِدُ أَلَمَ الْقَتْلِ إِلَّا جَمَاعَتَهُ أَخَذُوا كَفَّ أَلَمَ الْقَرْصَةِ**۔ (ترمذی و نسائی، مشکوٰۃ، صفحہ: 33)

ترجمہ: شہید کو صرف اتنی تکلیف ہوتی ہے جتنی کہ تم میں کسی کو چوٹی کاٹ لے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی شخص سر کر دو بارہ دنیا میں آنے کی خواہش نہیں کرتا ہے، مگر شہید یہ خواہش رکھتا ہے کہ دو بارہ دنیا میں جاؤں اور جہاد کروں اور شہادت حاصل کروں۔ کیوں کہ وہ شہادت میں لکوار کے گلے میں ایک لذت محسوس کرتا ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مَنْ مَاتَ مِنْكُمْ مُسْلِمًا تَقْبِضُهَا رَبُّهَا فَيُحِبُّ أَنْ تَرْجِعَ إِلَيْكُمْ وَأَنْ لَهَا الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا غَيْرُ الشَّهِيدِ**۔ (سنن نسائی، مشکوٰۃ، صفحہ: 335)

ترجمہ: کوئی جان جس کو اس کے رب نے قبض کر لیا ہے، دوست نہیں رکھتی کہ واپس تمہاری طرف آئے اور اس کو دنیا اور ما فیہا حاصل ہو، مگر شہید کہ اس کی جان واپس آنے کو دوست رکھتی ہے۔

### شہید، حوروں کی گود میں

شہید پر رب کا اتنا کرم ہے کہ جب خون کا پہلا قطرہ گرتا ہے تو وہ حور کی گود میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ مسئلہ خوب غور سے سنئے اور اپنے ایمان کو تازہ کیجئے۔ طبرانی، بزاز، بیہقی اور بزرگین شجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ انھوں نے فرمایا: **أَوَّلُ قَطْرَةٍ مِنْ دَمِ الشَّهِيدِ تَقْبِضُ مِنْهُ**

كُلَّ شَيْءٍ عَمِلَهُ وَتَكَلَّمَ بِهِ وَوَجَّاهُ مِنَ الْخَيْرِ الْمُتَوَكِّلِينَ (سورۃ آل عمران، آیت: 169 تا 171)

(شرح الصدور، صفحہ: 84)

یعنی جب شہید کے خون کا پہلا قطرہ گرتا ہے تو اس کا ہر رمل معاف ہو جاتا ہے اور دوزخ میں جہنم کی (جنتی) بیویاں ہیں اس کے پاس آتی ہیں، اس کے چہرے سے غبار پونجھتی ہیں، پھر اس کو ہزار پوشاک پہنائی جاتی ہیں جو بنی نوع انسان کی بنی ہوئی نہیں ہوتی، بلکہ جنت سے بن کر آتی ہے۔ نیز بتیقہ نے سند حسن سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک اموی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، جنگ میں شہید ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس نفیس اس کے سر ہانے تشریف فرما ہوئے، تبسم فرمایا اور پھر اس سے اپنا چہرہ اقدس پھیر لیا۔ جب آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: باقی چہرہ اس لیے پھیر لیا کہ ابھی اس کے پاس اس کی بیوی حور آئی جو اس کے سر ہانے کھڑی ہو گئی۔ (شرح الصدور، صفحہ: 84)

**حکایت:** محمود راق فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں ایک حبشی غلام تھا، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو نے نکاح کیا ہے؟ کہنے لگا کہ نکاح رب کریم حور عین سے فرمائے گا۔ پھر ہم جہاد کے لیے گئے، دشمن سے مقابلہ کیا اور وہ غلام شہید ہو گیا۔ ہم نے دیکھا کہ اس کا سر ایک جگہ ہے اور جسم دوسری جگہ۔ ہم نے پوچھا کہ اسے غلام اپنا کتنی حوروں کے ساتھ نکاح کیا ہے۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر تین انگلیوں سے اشارہ کر کے بتلایا کہ تین حوروں کے ساتھ نکاح کیا ہے؟ (نور المجالس، صفحہ: 62)

### شہید کا زندہ ہونا

اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے والا اور اپنا گلا کاٹنے والا مرتا نہیں، بلکہ اس کو حیات جاودانی حاصل ہوتی ہے کہ جس کے بعد موت نہیں۔ شہدا کی حیات خود قرآن مجید میں منصوص ہے۔ ارشاد ہے: وَلَا تَحْزَنُوا الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ فِي رَحْمَةِ اللَّهِ رَاحَتُهُمْ لَوْ رُفِقُوا مِنْ قَبْلِ اللَّهِ مِنْ فَضْلِهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (سورۃ آل عمران، آیت: 169 تا 171)

لَا تَحْزَنُوا الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَالُهُمْ وَأَنْفُسُهُمْ فِي رَحْمَةِ اللَّهِ رَاحَتُهُمْ لَوْ رُفِقُوا مِنْ قَبْلِ اللَّهِ مِنْ فَضْلِهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا (سورۃ آل عمران، آیت: 169 تا 171)

ترجمہ: جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے، ہرگز انھیں مردہ نہ خیال کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔ شاد (خوشی و خرم) ہیں، اس پر جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منارہے ہیں، اپنے پچھلوں پر جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر کچھ اندیشہ ہے نہ کچھ غم، خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل پر ادریہ کہ اللہ ہر مسلمانوں کا ضائع نہیں کرتا۔

### شان نزول

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب عطا فرمائے، وہ جنتی نہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں، جنتی میوے کھاتے ہیں، طلائی قنادیل جو زیر عرش معلق ہیں ان میں رہتے ہیں۔ جب انھوں نے کھانے پینے رہنے کے لیے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جنت سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں انھیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا۔ پس یہ آیت نازل فرمائی۔ (مشکوٰۃ، صفحہ: 334)

اس آیت پاک سے ثابت ہوا کہ شہدا باذن اللہ زندہ ہوتے ہیں، رزق کھاتے ہیں، سیر کرتے ہیں اور خوشیاں مناتے ہیں۔ اب میں ان کی حیات پر چند حکایات کتب معتبرہ سے نقل کرتا ہوں تاکہ سامعین حضرات کو واضح ہو جائے کہ شہدا زندہ ہیں۔

**حکایت:** بکھلی نے دلائل النبوة میں بعض احباب سے نقل کیا ہے کہ اس نے ایک مکان کو کھودا، اس کے نیچے ایک کھڑکی تھی۔ جب کھڑکی کو کھولا تو کیا دیکھا ہے کہ ایک بزرگ تخت پر تشریف فرما ہیں اور ان کے سامنے قرآن پاک رکھا ہوا ہے۔ وہ اس کی تلاوت کر رہا ہے اور اس کے آگے ایک بڑا خوبصورت سبز باغیچہ ہے، یہ مقام احد کا تھا۔ اس نے یہ جان لیا کہ یہ بزرگ شہدائے احد سے ہیں کیوں کہ ان کے چہرے پر رخم کا نشان موجود تھا۔ (شرح الصدور، صفحہ: 85)

**حکایت:** زین العابدین نے عبدالرحمن نویری فقیہ سے نقل کیا ہے جب وہ منصور شہر میں

فرنگیوں کے پاس قیدی تھے تو عبدالرحمن نویری رحمۃ اللہ علیہ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے کہ یہ آیت وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَعْيَاؤُكُمْ فِيهَا لَعَنَةُ اللَّهِ لَمْ تَمُوتُوا۔ تلاوت فرمائی۔ جب آپ کو شہید کر دیا گیا تو ایک فرنگی آیا جس کے ہاتھ میں ایک برنجی تھی۔ برنجی ان کے دل پر رکھ کر کہا کہ اے مسلمانوں کے عالم! تو پڑھتا تھا کہ شہداء زندہ ہوتے ہیں۔ تم کہاں زندہ ہو؟ اسی وقت آپ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا: حَقُّ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ، میں زندہ ہوں مجھے کعبہ شریف کے خدا کی قسم! اور دفعتاً آپ نے یہ کلمات فرمائے۔ فرنگی نے بڑھ کر آپ کے چہرے کو بوسہ دیا اور اپنے غلام کو حکم دیا کہ اس کو اٹھا کر شہر میں لے چلو۔ (شرح الصدور، صفحہ: 86)

**حکایت:** رسالہ قشیری جو ایک معتبر کتاب ہے، اس میں حضرت ابوسعید خدری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ میں ایک دفعہ مکہ میں تھا، میں نے باب بنی شیبہ میں ایک جوان مراواوا دیکھا، جب میں نے اس کی طرف نگاہ کی تو اس جوان نے تبسم فرمایا اور مجھے کہا اِنَّمَا أَنَا سَجْدٌ مِنْ أَمَّا عَلِمْتُ أَنِّي الْأَحْيَاءُ أَحْيَاؤُنَّ مَا نَحْنُ وَأَمْمَاتُ يَتَّقِلُونَ مِنْ ذَا رَأْيٍ ذَا رِءٍ۔ (شرح الصدور، صفحہ: 86) ترجمہ: اے ابوسعید! کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ کے محبوب زندہ ہوتے ہیں، وہ مرتے نہیں بلکہ ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف تشریف لے جاتے ہیں۔

**حکایت:** ملک شام کے تین بھائی بہادر سوار جہاد کر رہے تھے کہ ایک مرتبہ روہیوں نے انھیں گرفتار کر لیا۔ ان سے بادشاہ نے کہا کہ میں تمہیں ملک دوں گا، اپنی بیٹیوں سے شادی کراؤں گا، تم نصرانی ہو جاؤ۔ انھوں نے انکار کر دیا اور پکارا اِنَّمَا نَحْنُ سَجْدٌ! اس سے معلوم ہوا کہ وہ مصیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حرفِ خدا سے پکار کر مدد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ بادشاہ کے حکم سے تین دیگیں آگ پر رکھ دی گئیں اور ان میں روغنِ زیتون گرم کیا گیا۔ تین دن تک وہ تیل کھول رہا۔ ہر روز انھیں وہ دکھایا جاتا اور نصرانیت کی دعوت دی جاتی مگر وہ انکار کرتے رہے۔ اس پر پہلے بڑا بھائی کھولنے تل میں ڈالا گیا، پھر دوسرا، پھر چھوٹا قریب لایا گیا۔ اس کو بادشاہ نے دین سے منحرف کرنے کی ہر طرح کوشش کی۔ ایک درباری نے عرض کیا کہ اے بادشاہ! میں اسے اپنی تدبیر کے ساتھ دین سے منحرف کر لوں گا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کس طرح؟ اس نے کہا: میں جانتا ہوں کہ عرب عورتوں کی طرف جلد مائل ہو جاتے ہیں اور روم میں میری بیٹی سے بڑھ کر کوئی عورت

جیل نہیں ہے، لہذا اس کو میرے حوالے کیجیے تاکہ میں اسے لڑکی کے ساتھ چھوڑ دوں گا، وہ خود اس کو بہکا لے گی۔ چالیس روز کی میعاد مقرر کر کے بادشاہ نے اس درباری کے سپرد کیا۔ وہ اسے اپنے مکان پر لایا اور اپنی بیٹی کے ساتھ رکھا اور اس کو داتے کی اطلاع دی۔ لڑکی نے کہا کہ آپ بے فکر رہو، اب یہ کام میرا ہے۔ مگر صورت حال یوں ہوئی کہ یہ شامی جوان دن بھر روزہ رہتا، تمام شب عبادت میں گزارتا، یہاں تک کہ میعاد پوری ہونے کے قریب ہو گئی تو اس درباری نے اپنی بیٹی سے دریافت کیا کہ تو نے کیا کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے کچھ نہیں کیا۔ اس شخص کے دو بھائی اس شہر میں مارے گئے، مجھے اندیشہ ہے کہ یہ ان کی وجہ سے باز رہے، اس لیے مناسب ہے کہ بادشاہ سے میعاد میں توسیع کرائی جائے اور مجھے اور اس شخص کو کسی دوسرے شہر میں بھیج دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، لیکن شامی کی حالت وہاں بھی وہی رہی۔ وہی روزانہ کاروزہ اور ہر شب کی بیداری۔ یہاں تک کہ دوسری میعاد بھی ختم کے قریب پہنچی، تو ایک رات اس لڑکی نے کہا کہ اے شخص! میں تجھے رب عظیم کی تقدیس و طاعت میں مشغول دیکھتی ہوں، اس سے میرے دل میں یہ اثر ہوا ہے کہ میں نے اپنا آبائی دین ترک کر کے تیرا دین اختیار کر لیا۔ اب دونوں مشورہ کر کے وہاں سے ایک سواری پر اس طرح بھاگ نکلے کہ رات میں چلتے اور دن میں کہیں چھپ جاتے۔ ایک شب یہ دونوں جا رہے تھے کہ گھوڑوں کے آنے کی آواز آئی۔ دیکھا تو شامی کے دونوں بھائی تھے، ان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت تھی۔ شامی نے دونوں کو سلام کیا اور ان کا حال دریافت کیا۔ کہنے لگے کہ وہ ایک غوطہ پی تھا جو تم نے دیکھا کہ ہم نے کھولتے تیل میں مارا، پھر ہم جنت میں جا نکلے۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ اس صالح لڑکی کے ساتھ تمہاری شادی میں شرکت کریں۔ چنانچہ شادی کر کے واپس ہو گئے۔ (شرح الصدور، صفحہ: 89)

اس سے ثابت ہوا کہ شہید زندہ ہوتے ہیں، جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں۔ جو لوگ ان کو مردہ کہتے ہیں ان کے خود دل مردہ ہیں۔

## ترک جہاد پر رب قہار کی سخت تہدید

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

أَمَّ حَسْبُكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جَاءَهُدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الضَّالِّينَ. (سورہ آل عمران، آیت: 142)

ترجمہ: کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ میر والوں کی آزمائش کی۔

بعض حضرات صرف نماز ادا کر کے، زکاۃ دے کر اور چند وظائف پڑھ کر جنت کے ٹکٹدار بن جاتے ہیں، حالانکہ جہاد کی ضرورت کے باوجود جہاد میں شرکت نہیں کرتے اور مالی و جانی قربانیاں پیش نہیں کرتے۔ ان کے اس خیال کی تردید کے لیے باری تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

أَمَّ حَسْبُكُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِينَ جَاءَهُدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الضَّالِّينَ. (سورہ آل عمران، آیت: 142)

ترجمہ: کیا اس گمان میں ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے اور ابھی اللہ نے تمہارے غازیوں کا امتحان نہ لیا اور نہ میر والوں کی آزمائش کی۔

اس آیت مقدسہ میں ایمانداروں کو سمجھایا گیا ہے کہ جس طرح دنیا میں بغیر جنگ و جہاد کیے، بغیر تکلیف اٹھائے اور بغیر ثابت قدم رہے دنیاوی سیادت اور فتح و کامرانی حاصل نہیں ہو سکتی، اسی طرح بغیر جہاد اور صبر کے سعادت اخروی بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جو جہاد سے جی ہرائے گا وہ جنت سے محروم رہے گا۔

## مسلمان ہی سر بلند ہیں

بعض انسان سستی کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہیں کرتے یا جنگ کی سختیوں سے گھبرا جاتے ہیں کہ ہم جنگ کریں گے تو نیزوں، تیروں، گولیوں کا نشانہ بنیں گے۔ اور یہاں بچے کی حالت کیا ہوگی۔ پھر یہ معلوم نہیں کہ فتح و کامرانی حاصل ہوگی یا نہیں۔ اس کا جواب باری تعالیٰ قرآن مجید میں دیتا ہے: وَلَا تَحْزَنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَغْلَوْنَ إِنَّ كُنُفُكُمْ تُؤْمِنُونَ۔

(سورہ آل عمران، آیت: 139)

ترجمہ: نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ، تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت نے بتلادیا کہ اگر قوم مسلم کے مقابلے میں تمام دنیا جمع ہو جائیں، تب بھی کامرانی کا سہرا اسی قوم مسلم کے سر پر باندھا جائے گا اور کوئی وجہ نہیں کہ مسلمان کامیاب نہ ہو، مگر شرط یہ ہے کہ ایمان کامل ہو، اپنے رب کریم پر پورا اعتماد رکھتا ہو، تو وہ ہم کو ضرور اپنے فضل سے کامیاب فرمائے گا۔ سورہ انفال میں بھی ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاغْلِبُوا وَادْكُرُوا اللّٰهَ كَيْدَ مَا أَعْلَمَكُمْ تُفْلِحُونَ۔

(سورہ انفال، آیت: 45)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو خوب یاد کرو، تاکہ تم کامیاب ہو۔

اس آیت سے اتنا اور معلوم ہوا کہ سختی اور پریشانی کے عالم میں بھی ذکر الہی سے غافل نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ کامیابی کا راز اسی ذکر خدا میں مضمر ہے۔ پھر بعض یہ حذر کرتے ہیں کہ جناب ہم تموئے ہیں اور کفار کی تعداد بہت زیادہ ہے، کس طرح ہم کو کامیابی اور غلبہ حاصل ہوگا۔ یہ مولوی لوگ تو ہم کو خواہ مخواہ ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ اس شبہ کا جواب باری تعالیٰ نے یوں دیا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضَ الْمُؤْمِنُونَ عَلَى الْقِتَالِ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عَشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا وَمَنْ يَكُنْ مِنْكُمْ فِئَةٌ يَغْلِبُوا الْفَاقِينَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَلْقَاهُمْ۔

(سورہ انفال، آیت: 65)

ترجمہ: اے غیب کی خبر دینے والے! مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دو کہ اگر تم میں سے کس نے صبر والے ہوں گے، تو وہ دوسرا غالب ہوں گے اور اگر تم میں سے وہ ہوں تو کافروں کے ہزاروں غالب ہوں گے، اس لیے کہ وہ سمجھ نہیں سکتے۔

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر مسلمانوں کی جماعت صابر ہو، بعد دہائی دس گھنٹے کافروں پر غالب رہے گی، کیوں کہ کفار جاہل ہیں اور ان کی غرض جنگ سے نہ حصول ثواب ہے نہ خوف خدا۔ محض جانوروں کی طرح لاتے بھڑتے ہیں تو وہ اللہ کی ہمت کے ساتھ لڑنے والے کے مقابل کب ٹھہر سکتے ہیں۔

نیز اس آیت کریمہ سے یہ پتہ چلا کہ ایک مسلمان کی طاقت بفضل خدا دس کافروں سے زائد ہے۔ ذلک فضل اللہ یؤتی من یشاء۔ بعد میں رب تعالیٰ نے تنقیف فرمائی اور دہ گھنٹے کے مقابلے سے بھاگنا ممنوع فرمایا۔

### ترک جہاد کا انجام

بعض محض ماں، باپ، بیٹے، اولاد کی محبت سے اور تجارت میں خسارہ پڑنے کی وجہ سے جہاد میں شمولیت نہیں کرتے۔ ان پر خدا نے قہار نے سخت وعید فرمائی اور جہاد میں شریک ہونے پر رغبت دلائی۔ ارشاد باری ہوتا ہے: قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَنِسَاءُكُمْ وَأَرْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ مُّقْتَرَفَةٌ بِهَا حَرْبٌ أَوَّحَكُمْ عَنْهَا أَوْ أَخِذُوا بِالنَّفْسِ مِنْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ أَوْ أَصْحَابُكُمْ أَوْ أَمْوَالٌ كَثِيرَةٌ مَّا تَدْرِيْنَ أَلَيْسَ ذَلِكَ لِقَوْمٍ غَافِلِينَ۔ (سورہ توبہ، آیت: 24)

ترجمہ: اے محبوب! آپ فرمادیں کہ اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری عورتیں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان ہونے کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان یہ چیزیں اللہ و رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے (یعنی عذاب نازل فرمائے) اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

اس سخت دھمکی کے بعد بھی اگر کوئی شخص ان امور کی وجہ سے جہاد میں شرکت نہ کرے، تو اس کے فسق میں کیا شبہ ہے اور اس پر عذاب کے نازل ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے بچائے، کیوں کہ کوئی بھی اس کے عذاب کو برداشت نہیں کر سکتا۔

### جنگ کی گرمی سے جہنم کی گرمی سخت ہے

بعض بزدل اور آرام پسند ہوائی پنکھوں کے نیچے بیٹھنے والے محض اس لیے شریک جنگ نہیں ہوتے کہ گرمی کے موسم میں لڑنا بہت مشکل ہے۔ ان کو ان کا رب خطاب فرماتا ہے: وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ۔ (سورہ توبہ، آیت: 81)

ترجمہ: (آرام پسند) بولے کہ اس گرمی میں نہ نکلو، آپ فرمادیں کہ جہنم کی آگ سب سے زیادہ گرم ہے۔ اگر انہیں کچھ سمجھ ہوتی تو تھوڑی دیر کی گرمی برداشت کرتے اور ہمیشہ کی آگ میں جلنے سے اپنے آپ کو بچا لیتے۔

### جہاد سے بھاگنا ہلاکت کا سبب ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ اتُّحَرُّوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَأْخُذُكُمْ بِالْأَرْضِ أَرَجِيئُكُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۚ أَلَا تَتَذَكَّرُونَ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَحْزَنُوا وَكَاشَيْتُمْ وَاللَّهُ عَلَّامُ الْغُيُوبِ۔ (سورہ توبہ، آیت: 38-39)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں کوچ کرو، تو بوجھ کے مارے زمین پر بیٹھ جاتے ہو (سفر سے گھبراتے ہو)، کیا تم نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلے پسند کر لی ہے؟ اور اس دنیا کے اسباب آخرت کے سامنے معمولی ہیں، اگر تم کوچ نہ کرو گے تو اللہ تمہیں سخت سزا دے گا اور تمہاری جگہ اور لوگ لے آئے گا جو تم سے بہتر ہوں گے اور جہاد کریں گے اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے، کیوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

## شان نزول

یہ آیت غزوہ تبوک میں نازل ہوئی۔ تبوک ایک مقام کا نام ہے، اطراف شام میں مدینہ طیبہ سے چودہ منزل کے فاصلے پر۔ رجب 9 ہجری میں طائف سے واپسی کے بعد سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ عرب کے نصرائیوں کی تحریک سے ہرقل شاہِ روم نے رومیوں اور شامیوں کی عظیم فوج جمع کر لی ہے اور مسلمانوں پر حملے کا ارادہ رکھتا ہے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیا۔ یہ زمانہ نہایت تنگی اور قحط سالی اور شدت گرمی کا تھا، یہاں تک کہ دو دو آدمی ایک کھجور پر بسر کرتے تھے۔ سفر دور کا تھا، اور دشمن کثیر اور قوی بھی تھا، اس لیے بعض قبیلے پیچھے ہٹ گئے کیوں کہ انھیں اس وقت جہاد میں جانا گراں معلوم ہوا، اور اس غزوے میں بہت سے منافقین کا پردہ فاش اور ان کی حقیقت ظاہر ہو گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس غزوے میں بڑی ہمت سے خرچ کیا، دس ہزار دینار اس غزوے پر خرچ کیے، لو سو اونٹ اور سو گھوڑے مع ساز و سامان کے، ان کے علاوہ اور اصحاب نے بھی خوب خرچ کیا۔ ان میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال حاضر کیا اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار کالشر کے کر وادہ ہوئے۔ حضرت علی مرتضیٰ کو مدینہ طیبہ میں چھوڑا۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے ہمراہ منافقین حمیرہ الوداع تک چل کر رہ گئے۔

جب لشکر اسلام تبوک میں اترا تو انھوں نے دیکھا کہ چشمے میں پانی بہت تھوڑا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کلی فرمائی، جس کی برکت سے پانی میں جوش آیا اور چشمہ بھر گیا۔ لشکر اور اس کے تمام جانوروں نے پانی پیا۔ حضور نے کافی دیر تک یہاں قیام فرمایا۔ شاہِ روم ہرقل اپنے دل میں آپ کو سچا نبی جانتا تھا، اس لیے اسے خوف ہوا اور اس نے آپ سے مقابلہ نہ کیا۔ حضور نے اطراف میں لشکر بھیج دیا، چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چار سو زائد سواروں کے ساتھ ایک حاکم دومتہ الجندل کے مقابلے میں بھیجا اور فرمایا کہ تم اس کو نکل گائے کے شکار میں پکڑ لو، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وہ نکل گائے کے شکار کے لیے اپنے قلعے سے اترا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کو گرفتار کر کے خدمت اقدس میں لائے تو حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے جزیہ مقرر فرما کر اس کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح حاکم ایلہ پر اسلام پیش کیا اور جزیہ پر صلح فرمائی۔ واپسی کے وقت جب آپ مدینہ طیبہ کے قریب تشریف لائے تو جو لوگ جہاد میں ساتھ ہونے سے رہ گئے تھے، وہ حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو فرمایا کہ ان میں سے کسی سے کلام نہ کریں اور اپنے پاس نہ بیٹھائیں، جب تک ہم اجازت نہ دیں، مسلمانوں نے ان سے اعراض کیا، یہاں تک کہ باپ اور بھائی کی طرف بھی التفات نہ کیا تو اسی باب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

## غزوہ تبوک میں غیر حاضری پر عتاب

غزوہ تبوک میں منافقین کے علاوہ تین سچے بکے مسلمان بھی ایسے تھے جو بلا کسی عذر کے اس لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے۔ ایک کعب بن مالک، دوسرے بلال بن امیہ اور تیسرے مراد بن ربیع۔ یہ تینوں حضرات کسی نفاق کی وجہ سے نہیں بلکہ خوش حالی ہی ان کے رہ جانے کا سبب بن گئی۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سرگزشت مفصل سناتے ہیں جو آگے آرہی ہے۔ حضرت مراد کا باغ خوب پھل لایا ہوا تھا، انھوں نے خیال کیا کہ اگر میں چلا گیا تو یہ سب ضائع ہو جائے گا، ہمیشہ لڑائیوں میں شریک ہوتا ہی رہا ہوں، اگر اس مرتبہ رہ گیا تو کیا مضائقہ ہے، اس لیے ٹھہر گئے، مگر جب ہوش آیا تو چون کہ باغ ہی اس کا سبب ہوا تھا، اس لیے سب اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔

حضرت بلال کے اہل و اعزہ کہیں گئے ہوئے تھے، اتفاق سے اس موقع پر سب جمع ہو گئے، ان کو بھی یہی خیال ہوا کہ ہمیشہ شرکت کرتا رہا ہوں، اگر اس موقع پر نہ جاؤں تو کیا حرج ہے، اس لیے ٹھہر گئے، مگر ہوش آنے پر سب سے تعلقات منقطع کر لینے کا ارادہ کیا کہ یہ تعلقات ہی اس لڑائی میں شرکت نہ کر سکے کا سبب ہوئے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ احادیث میں کثرت سے آتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں تبوک سے پہلے ہی لڑائی میں اتنا قوی اور مالدار نہ تھا جتنا کہ تبوک کے وقت تھا، اس وقت میرے پاس خود اپنی ذاتی دو اونٹنیاں تھیں، اس سے پہلے کبھی بھی دو اونٹنیوں کے میرے پاس

ہونے کی نوبت نہیں آتی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ عادت شریفہ یہی تھی کہ جس طرف لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا، اس کا اظہار نہیں فرماتے تھے بلکہ دوسرے جوانب کے احوال دریافت فرماتے تھے، مگر اس لڑائی میں چون کہ گری شدید تھی اور سفر بھی دور کا تھا، ان کے علاوہ دشمنوں کی بھی بہت بڑی تعداد تھی، اس لیے صاف اعلان فرما دیا گیا، تاکہ لوگ تیاری کر لیں۔

چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی کہ درحضر میں ان کا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں تو دشوار نہ تھا، اس کے ساتھ ہی پھل بالکل پک رہے تھے، میں بھی سامان سفر کی تیاری کا صبح ہی سے ارادہ کرتا، مگر شام ہو جاتی اور کسی تیاری کی نوبت نہ آتی لیکن میں اپنے دل میں خیال کرتا تھا کہ مجھے وسعت حاصل ہے۔ جب ارادہ پختہ کر لوں گا فوراً ہو جائے گا، حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمان روانہ بھی ہو گئے، مگر میرا سامان سفر تیار نہ ہوا، پھر بھی مجھے یہی خیال رہا کہ ایک دور زمیں سامان تیار کر کے جا لوں گا، اسی طرح آج کل پرہیز رہا۔ حتیٰ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں پہنچنے کا زمانہ قریب آ گیا، اس وقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان نہ ہو سکا۔ اب جب میں مدینہ طیبہ میں ادھر دیکھتا ہوں تو مجھے صرف وہی لوگ ملتے تھے، جن کے اوپر نفاق کا بد نما داغ لگا ہوا تھا یا وہ معذور تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جو کہ پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعب نظر نہیں آتے کیا بات ہوئی؟

ایک صاحب نے کہا: یا رسول اللہ! اس کو اپنے مال و جمال نے روک لیا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ غلط ہے، ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور کچھ نہ فرمایا۔ حتیٰ کہ چند روز میں، میں نے واپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج و غم سوار ہوا اور بڑی فکر ہوئی۔ دل میں جھوٹے عذر آتے ہیں کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے جان بچا لوں، پھر کسی وقت معافی کی درخواست کر لوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر کھمدار سے مشورہ کرتا رہا۔ مگر جب مجھے معلوم ہو گیا کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں تو میرے دل

نے فیصلہ کیا کہ بغیر حج کے کوئی چیز نجات نہ دے گی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہی تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت خیرہ السجد پڑھتے، وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے، تاکہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں، چنانچہ جب معمول حضور تشریف فرما تھے اور منافقین لوگ آ کر آکر جھوٹے عذر اور قسمیں کھاتے رہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے اور باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرماتے رہے اتنے میں، میں بھی حاضر ہوا، اور سلام کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کے انداز میں قسم فرما کر اعراض فرمایا۔ میں نے عرض کیا: یا نبی!

آپ نے اعراض فرمایا۔ واللہ! میں نہ منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: یہاں آئیں، اور میں قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے روکا؟ کیا تو نے اونٹنیاں نہیں خرید رکھی تھیں؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر کسی دنیا دار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس غصے سے معقول عذر کے ساتھ خلاصی پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ لیکن آپ کے حلق مجھے معلوم ہے کہ اگر آج جھوٹ سے آپ کو راضی کر لوں تو پھر قریب ہے کہ اللہ جل شانہ مجھ سے ناراض ہو گا، اگر آپ سے صاف صاف عرض کر دوں تو آپ کو غصہ آئے گا، لیکن قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات آپ کے عتاب کو زائل فرما دے گی، اس لیے سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ! مجھے کوئی عذر نہیں تھا، میں اس زمانے میں جس قدر فارغ البال تھا، اس سے پہلے کی زمانے میں بھی ایسا نہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سچ کہا، پھر فرمایا: اٹھ جاؤ! تمہارا فیصلہ حق تعالیٰ کا فرمانے گا۔ میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے لوگوں نے مجھے ملامت کی کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ نہیں کیا تھا، اگر تو کوئی عذر کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار تیرے لیے کافی تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو، لوگوں نے بتایا کہ وہ شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ ہوا کہ انھوں نے بھی یہی گفتگو کی جو تو نے کی اور یہی جواب ان کو ملا جو

تجھ کو ملا۔ ایک بلال بن امیہ، دوسرے مرارہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

میں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدری ہیں وہ بھی میرے شریک حال ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے بولنے کی ممانعت بھی فرمادی کہ کوئی شخص اس نیت سے کلام نہ کرے، اور یہ قاعدے کی بات ہے کہ غصہ اسی پر آتا ہے جس سے تعلق ہوتا ہے اور غصہ اسی کوئی جاتی ہے جس میں اس کی اہلیت بھی ہو۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کرنے لگے۔ گویا دنیا ہی بدل گئی، حتیٰ کہ زمین پاؤں اور اپنی وسعت کے مجھے تنگ معلوم ہونے لگی، سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے اور دروید پر اوپر ہو گئے۔ مجھے سب سے زیادہ اس کی فکر تھی کہ میں اس حال میں مگر کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خدا نخواستہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایسا ہی رہوں گا، نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا نہ کوئی میری نماز جنازہ پڑھے گا۔ غرض کہ ہم نے پچاس دن اسی حال میں گزارے، میرے ساتھی تو شروع سے گھروں میں چھپ کے بیٹھ گئے تھے۔ میں سب سے قوی تھا، چلتا پھرتا تھا، بازار میں جاتا نماز میں شریک ہوتا، مگر مجھ سے کوئی بات نہ کرتا۔ نماز کے بعد حضور کے قریب میں کھڑے ہو کر نماز پوری کرتا، اوپر آنکھ چرا کر دیکھتا بھی تھا کہ حضور مجھے دیکھتے ہیں یا نہیں۔ جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو حضور مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہوتا تو آپ مجھ سے اعراض فرما لیتے۔ غرض کہ یہی حالات گزرتے رہے کہ ایک دن میں مدینہ طیبہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک قطعی کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ میں اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتا دو۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کر کے بتایا، وہ میرے پاس آیا اور عثمان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لا کر دیا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے، تمہیں اللہ ذلت کی جگہ نہ رکھے اور ضائع نہ کرے، تم ہمارے پاس آ جاؤ، ہم تمہاری مدد کریں گے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر اٹھا پڑھا کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کافر مجھ میں طمع کرنے لگے اور مجھے اسلام سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگیں، یہ ایک اور مصیبت آئی۔ اس خط کو لے کر میں نے ایک تنور میں جھونک دیا اور حضور

اقدس سے جا کر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے اعراض کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی کہ کافر مجھ میں طمع کرنے لگے، اسی حالت میں چالیس روز ہم پر گزرے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس حضور کا ارشاد لے کر آیا کہ اپنی بیوی کو بھی چھوڑ دو۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا خشا ہے، کیا اس کو طلاق دے دوں؟ کہا نہیں، بلکہ علیحدگی اختیار کر لو۔ میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی ان ہی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تو اپنے میکے چلی جا اور جب تک اللہ تعالیٰ اس امر کا فیصلہ نہ فرمادے تو وہیں رہنا۔ بلال بن امیہ کی بیوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں کہ بلال بالکل بوڑھے شخص ہیں، کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہوگا تو وہ ہلاک ہو جائیں گے، اگر آپ اجازت دیں اور آپ کو گرانی نہ ہو، تو میں ان کا کچھ کام کاج کر دیا کروں۔ جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا ہے، آج تک ان کا وقت روتے ہی گزرا ہے۔

حضرت کعب فرماتے ہیں مجھ سے بھی کہا گیا کہ بلال کی طرح تو بھی اگر بیوی کی خدمت کی اجازت لے لے تو شاید مل جائے، میں نے کہا کہ وہ بوڑھے ہیں اور میں جوان۔ نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ کیا جواب ملے؟ اس لیے میں جرأت نہیں کرتا۔ غرض کہ اس حال میں دس روز اور گزر گئے۔ پچاسویں دن صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا، زمین مجھ پر تنگ ہو رہی تھی اور زندگی دو بھر ہو رہی تھی کہ سلیح پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ کعب! تم کو خوشخبری ہو، میں اتنا ہی سن کر سجدے میں گر گیا اور خوشی سے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا۔ جس پر ایک شخص نے تو پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی کہ وہ سب سے پہلے پہنچ گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگے ہوئے آئے۔ میں جو کپڑے پہن رہا تھا وہ کپڑے بشارت دینے والے کی نذر کر دیے۔ واللہ! ان دو کپڑوں کے سوا اور کوئی کپڑا اس وقت میری ملکیت میں نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے دو کپڑے مانگے ہوئے اپنے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، اسی طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لے کر لوگ گئے۔ جب میں مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو وہ لوگ جو خدمت اقدس میں حاضر تھے، مجھے مبارک باد دینے کے لیے دوڑے اور سب سے پہلے

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑھ کر مبارک باد دی اور مصافحہ کیا جو ہمیشہ یاد رہے گا۔ میں نے حضور کی بارگاہ میں جا کر سلام عرض کیا تو چہرہ اقدس کھل رہا تھا اور خوشی کے انوار چہرہ اقدس سے ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری سب جائیداد اللہ تبارک و تعالیٰ کے راستے میں صدقہ کر دی جائے (کہ یہ جائیداد ہی مصیبت کا سبب بنی تھی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس میں شکی ہوگی، کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو۔ میں نے عرض کیا کہ بہتر ہے، خیر کا حصہ رہنے دیا جائے۔ مجھے سچ ہی نے نجات دیا، اس لیے میں نے عہد کر لیا ہے کہ ہمیشہ ہی سچ بولوں گا۔ (معارج النبوۃ، رکن چہارم، صفحہ: 303)

☆☆☆

آٹھواں وعظ

## جنگ بدر کا بیان

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَنِي سُدَّةٍ وَأَنْتُمْ كَذِبَةٌ فَأَتَقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ

(سورہ آل عمران، آیت: 123)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ امتنان کے بطور مسلمانوں کو خطاب فرماتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے بدر میں تمہاری مدد کی، حالانکہ تم قلیل تھے (تعداد بھی تھوڑی، ہتھیار بھی کم اور سواریاں بھی کم) اللہ تعالیٰ سے ڈرو، شاید تم شکر گزار ہو۔

## جنگ بدر کا بیان

اشرف الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ فرمایا تو مکہ معظمہ میں آہستہ آہستہ اسلام پھیلنے لگا اور لوگ مسلمان ہونے لگے۔ جو حضرات اسلام قبول کر لیتے تھے، مکہ کے ظالم کافران کو ہر روز ہاتھ اور زبان سے شدید ایذا میں دیتے، آزار پہنچاتے تھے اور صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں اس حال میں پہنچتے تھے کہ کسی کا سر پھٹتا، کسی کا ہاتھ ٹوٹتا ہے، کسی کا پاؤں بندھا ہوا ہے۔ روزمرہ اس قسم کی شکایتیں بارگاہ رسالت میں پہنچتی تھیں، صحابہ کرام کفار کے مظالم کی حضور کے دربار میں فریادیں کرتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے کہ مہر کرو، مجھے ابھی جہاد کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مظالم سے تنگ آکر حکم خدا اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ہجرت کے دوسرے سال

جہاد اور لڑائی کی اجازت دی گئی اور یہ آیت شریفہ نازل ہوئی:

اِنَّ لِلَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَانَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ

(سورۃ حج، آیت: 39)

ترجمہ: پروا گئی ان ہی کو عطا ہوئی جن سے کافر لاتے ہیں اس بنا پر کہ ان پر ظلم ہوا۔ سبب جنگ اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔

اس آیت شریفہ میں جہاں مسلمانوں کو جنگ کی اجازت ہوئی، وہاں خدائے ذوالجلال نے اپنی نصرت کا وعدہ بھی فرمایا کہ ہر محاذ پر میری نصرت تمہارے شامل حال ہوگی۔ یہ اجازت پاکر مسلمانوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دیں۔ (تفسیر حسینی، مدارج النبوة، صفحہ: 108)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی اجازت پاتے ہی ایک طرف تو قرب و جوار کے قبائل سے معاہدہ امن کی سعی کی اور دوسری طرف بعض مقامات پر اپنے فوجی دستے کفار کے پہنچا کرنے کے لیے بھیجے اور بعض جگہ خود بھی تشریف لے گئے۔ ان غزوکوں میں جو شاندار غزوات ہوئے وہ غزوہ بدر ہے، اس وعظ میں اس غزوہ بدر کا قدرے بیان ہوگا، کیوں کہ یہ جنگ اسلام کی ترقی کا باعث ہوئی۔

## جنگ بدر کی ابتدا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خبر پہنچی کہ ایوسفیان مع قافلہ تجارت شام سے لوٹ رہا ہے۔ آپ یہ سن کر بہ نفس نفیس مع جماعت مہاجرین و انصار کے جن کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی، اس قافلے کے پکڑنے کے ارادے سے مدینہ طیبہ سے کوچ فرمایا۔ ایوسفیان نے اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سن کر مضطرب غفاری کو سفیر بنا کر مکہ معظمہ بھیجا تا کہ ابوجہل و دیگر سرداران قریش اپنے تجارتی قافلے کی حفاظت اور مدد کے لیے آئیں۔ جب سفیر نے مکہ معظمہ پہنچ کر کفار مکہ کو ایوسفیان کا پیغام پہنچایا، تو ابوجہل لعین یہ خبر سن کر بہت طیش میں آیا۔ اس نے لشکر کے لیے سامان جنگ جمع کیا۔ ان کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی، ان کے ساتھ سو گھوڑے تھے اور سات سو اونٹ سوار اور اکثر پیادے زرہ پوش تھے۔ ہر قسم کے ہتھیاروں سے مسلح تھے اور ان

کے لشکر میں گانے والی عورتیں بھی تھیں جو اپنے گانوں سے فوجیوں کو اسلام کے خلاف لڑانے کے لیے آمادہ کرتی تھیں اور سامان رشد اتنا کثیر تھا کہ عباس، عتبہ، ابوجہل اور دیگر رؤسائے قریش باری باری دس اونٹ فوج کے لیے ذبح کرتے تھے۔ ادھر کفار کے لشکر کے مقابلے اسلامی لشکر کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی، جن کے پاس پورا اسلحہ بھی نہ تھا۔ اسلامی لشکر میں فقط تین گھوڑے اور سزاوت، ذریعہ اور آٹھ تلوار تھیں۔ (مدارج النبوة، جلد دوم، صفحہ: 115)

البتہ یہ ضرور تھا کہ اسلامی فوجیوں کے ہاتھ اسلحہ سے خالی تھے مگر ان کے سینے نور ایمان سے روشن تھے اور ان کے پاس کوئی ظاہری طاقت نہیں تھی، مگر ان کے پاس احمد بختی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود پاک ایک بہت بڑی طاقت تھا، جس کی وجہ سے ان کو کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔ لشکر کفار کے مغرورانہ طعشق و ارق کا نقشہ قرآن مجید نے یوں بیان کیا:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِيْنَ هُمْ يُنَادُوْنَ فَخَرُّوْا مِنْ دِيَارِهِمْ يَنْظُرُوْنَ اَوْرَآءَ النَّاسِ وَيَصْلُوْنَ عَنْ سِدْرِيْلٍ لِلّٰهِ وَلِلّٰهِ يَمْتَنِعُوْنَ فَحُيْظُ (سورۃ انفال، آیت: 47)

ترجمہ: ان جیسے نہ ہونا جو اپنے گھر سے نکلے اترتے اور لوگوں کو دکھانے کو اور اللہ کی راہ سے روکتے اور ان کے سب کام اللہ کے قابو میں ہیں۔

## کفار کی فوج میں شیطان کی ہمرہی

کفار کی فوج کی پشت پناہی شیطان لعین کر رہا تھا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاذَرْتُمْ لَهُمُ الشَّيْطَانَ اَعْمٰلَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ فَلَمَّا تَرٰآءَ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَى عَقَبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْءٌ مِّمَّكُمْ اِنِّيْ اُرِيْ مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ وَاللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (سورۃ انفال، آیت: 48)

ترجمہ: شیطان نے ان کی نگاہ میں سب کام بھٹکے کر دکھائے (مسلمانوں کی مخالفت) اور بولا کہ آج تم پر کوئی شخص غالب آنے والا نہیں اور تم میری پناہ میں ہو۔ جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو آلے پاؤں بھاگا اور بولا کہ میں تم سے الگ ہوں۔ میں وہ دیکھتا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتا (یعنی لشکر ملائکہ)، میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

نقل ہے کہ جب قریش کا لشکر مکہ سے باہر نکلا اور بنی کنانہ کے قریب پہنچا تو چون کہ ان کی بنی کنانہ سے قدمی دشمنی تھی، اس لیے لشکر کفار کو خوف ہوا کہ بنی کنانہ ہم پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ چنانچہ پلید ایلیس سراقہ بن مالک سردار بنی کنانہ کی صورت میں لشکر کفار میں آیا اور کہا کہ میں بنی کنانہ کی طرف سے ضامن ہوں، مگر جب لڑائی شروع ہوئی اور لشکر اسلام کی مدد کے لیے فرشتے آئے تو ایلیس نے ان کو دیکھ کر راہ فرار اختیار کی۔ اس وقت اس کا ہاتھ حارث بن ہشام کے ہاتھ میں تھا، اب شیطان اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگنے لگا تو حارث نے کہا: اے سراقہ! تو ہم کو ایسے بڑک مقام میں چھوڑے جاتا ہے؟ ایلیس نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر مار کر کہا:

قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ قَبْلُكَ إِنِّي أَرَى مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ

(سورۃ انفال، آیت: 48)

ترجمہ: میں تم سے بیزار ہوں، میں ان (فرشتوں) کو دیکھ رہا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ کا عذاب سخت ہے۔

منقول ہے کہ جب لشکر کفار کے بھگوڑے واپس مکہ معظمہ پہنچے تو انھوں نے سراقہ کو پیغام بھیجا کہ تو ہماری شکست کا سبب بنا ہے۔ سراقہ نے قسم کھا کر کہا کہ مجھے تو تمہاری لشکر کشی کا علم ہی اس وقت ہوا، جب تم شکست کھا کر واپس آئے ہو، چنانچہ لشکر کفار کے بھگوڑوں کو معلوم ہوا کہ وہ شیطان تھا جو سراقہ کی شکل میں آیا تھا۔ (تفسیر حسینی، صفحہ: 242)

## فدایان رسالت کا والہانہ جوش

جب ابوسفیان نے اسلامی لشکر کی خبر سنی تو اہل مکہ کو اپنی مدد کے لیے بلایا اور خود دوسرا دستہ اختیار کر کے مکہ پہنچا، اس وقت لشکر کفار روانہ ہو چکا تھا۔ ادھر حضرت جبرئیل نے حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ قافلہ نکل گیا ہے اور لشکر کفار بڑے کروڑ سے آ رہا ہے۔ آپ نے اپنے لشکر کو اس کی اطلاع دی اور ان سے جنگ کے متعلق مشورہ کیا۔ مہاجرین میں سے حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بڑی پر جوش اور فداکارانہ تقریریں کیں، آپ نے خوش ہو کر ان کو مدعا میں دیں، مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم برابر انصار کرام کی طرف نظر ڈالنا

اٹھا کر دیکھ رہے تھے، اس پر حضرت سعد بن عبادہ اٹھے اور ایک پر خلوص تقریر کی، جس کے دوران یہ میں کہا گیا کہ حضور کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ واللہ! آپ اگر ہمیں حکم دیں تو ہم سمندر میں بھی بے تامل کود پڑیں اور حضرت مقداد نے کھڑے ہو کر یوں جوش دکھایا کہ یا رسول اللہ! ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں ہیں جنھوں نے وقت جنگ کہا تھا:

إِذْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ

ترجمہ: آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔

یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک فرط مسرت سے چمک اٹھا اور ان کو دعائے خیر دی۔ (مدارج النبیۃ، صفحہ: 117 و معارج)، پھر آپ نے فرمایا کہ خدائے قدوس نے مجھے قافلہ و لشکر کفار میں سے ایک پر فتح حاصل کرانے کا وعدہ فرمایا ہے کہ اس جگہ فلاں قتل ہوگا، اس جگہ فلاں قتل ہوگا اور مقتولوں میں سے ہر ایک کا محل قتل بتا دیا۔ حضرت انس راوی ہیں کہ جس کافر کے بارے میں جہاں حضور نے فرمایا تھا وہ کافر وہیں پر مقتول ہوئے۔

(مشکوٰۃ، کتاب الحجرات و مدارج النبیۃ، صفحہ: 111)

ادھر جب ابوسفیان سلامتی سے مکہ معظمہ پہنچ گیا تو لشکر کفار کی طرف آدی، بھیجا کہ قافلہ صحیح و سلامت پہنچ گیا ہے۔ اب تمہاری ضرورت نہیں رہی، لہذا واپس آ جاؤ، مگر ابوجہل نے قسم کھا کر کہا کہ ہم اب ہرگز واپس نہ آئیں گے، جب تک کہ مسلمانوں کو جنگ کا مزہ نہ چکھالیں گے، یعنی ہم واپس مکہ نہیں آئیں گے، یہاں سے ہی جہنم کو پہنچیں گے۔ (مدارج النبیۃ، ص: 69)

لشکر کفار مقام بدر میں پہنچ گیا اور اسلامی لشکر بھی کوچ کر کے مقام بدر میں پہنچ گیا۔ کفار پہلے پہنچے تھے، اس لیے انھوں نے اچھی جگہ پر اپنا کیپ لگایا، جہاں پانی بھی تھا اور زمین بھی پختہ تھی اور مسلمان جہاں اترے تھے وہ ایک ریگستان تھا، جہاں مسلمانوں اور ان کے جانوروں کے پاؤں ریت میں دھنس جاتے تھے اور پانی کا انتظام بھی نہ تھا، پیاس مسلمانوں پر غالب ہوئی، ادھر رات کو بعض کو احتکام ہوا اور بعض بے وضو ہوئے۔ شیطان نے مسلمانوں کے دلوں میں دوسرے ڈالنا چاہا کہ اگر تم حق پر ہو تو یہاں سے نہ مڑتے اور جہنم نہ ہوتے۔ اس وقت خدائے ذوالجلال والا کرام نے بارش برساتی، جس سے سب مسلمانوں نے اپنے اپنے رتن بھر لیے، غسل اور وضو کیا، اپنے جانوروں کو

پانی پلایا۔ ریت جم گئی گویا کہ ایک فرش بن گیا اور کفار کی زمین میں کافی کچھ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَيُؤَيِّدُكُم بِقُوَّةٍ مِّنَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ حَلِيقٍ فَتَهَيَّجُ فِيهِ وَجُوهٌ مِّنْهُ يَدْعُونَ إِلَى الْكُفْرِ وَيَسْتَخِفُّونَ لَكُمُ الْكُفْرَ وَالْكَافِرِينَ فَمَا كَانُوا بِكُفْرِهِمْ فِي أَحَدٍ فَلْيَوَلِّهُمْ وَأَسْمَاءُ يُضَاهِيهِمْ فِي جِدَارِ الْوَيْلِ يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَ الصَّابِقِينَ** (سورۃ انفال، آیت: 11)

ترجمہ: آسمان سے تم پر پانی اتارا کہ تمہیں اس سے ستھرا کر دے اور شیطان کی ناپاکی تم سے دور فرما دے اور تمہارے دلوں کی ڈھارس بندھائے اور اس سے تمہارے قدم جھائے۔

اس کے بعد صحابہ کرام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چھپر آرام کرنے کے لیے تیار کیا، پھر اپنے لشکر کی صف آرائی اپنے دست اقدس سے فرمائی اور فرمایا کہ جب تک میں حکم نہ دوں دشمن پر حملہ نہ کرنا۔ اگر وہ قریب آجائیں تو ان پر تیر برساف۔ دونوں طرف سے صف آرائی ہو چکی ہے۔ ایک طرف باطل پرست اور اصنام پرست ہیں اور ایک طرف حق پرست اور توحید پرست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُكَذِّبُ الْآيَةَ فِي غَيْرِهَا لَوْلَا دُعَاؤُ الْكَافِرِينَ وَقَوْلُهُمْ فُتِّلْتُمْ وَأَنْتُمْ كَاذِبُونَ فَاذْكُرُوا أَهْلَ الْبَيْتِ وَتَقَرَّبُوا إِلَيْهِمْ كَمَا كُنْتُمْ تُدْعَوْنَ إِلَيْهِمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ** (سورۃ آل عمران، آیت: 13)

ترجمہ: بے شک تمہارے لیے نشانی تھی دو گروہوں میں جو آپس میں بھڑ پڑے۔ ایک جماعت اللہ کے راستے میں لڑتی ہے اور دوسری کافر ہے کہ انھیں آنکھوں دیکھا اپنے سے دونا سمجھیں اور اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے زور دیتا ہے جسے چاہتا ہے (خواہ اس کی تعداد اور سردار مسلمان کم ہی کیوں نہ ہو) بے شک اس میں عقل مندوں کے لیے یقیناً نصیحت ہے کہ فتح و ظفر کثرت تعداد اور فراوانی اسباب پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید و مدد پر ہے۔

## لڑائی کی ابتدا

زمانہ سابقہ میں دستور تھا کہ عام جنگ سے پہلے میدان میں ایک ایک دو دو بہادر طرفین سے نکل کر لڑتے تھے۔ اس جنگ میں کفار نے ہی پہل کی اور لشکر کفار سے عقبہ اور شبیرہ ربیعہ کے بیچے اور ولیدہ عقبہ کا بیٹا میدان میں آیا، ان کے مقابلے میں لشکر اسلامی سے تین بہادر، شجاع اور دلاور سپاہی قبیلہ انصار سے نکلے۔ کفار کے سپاہیوں نے کہا کہ ہم تم سے لڑنا نہیں چاہتے، کیوں کہ تم

ہمارے جوڑے نہیں ہیں، ہم اپنے جوڑے کے قریبی بھائیوں سے لڑیں گے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت عبیدہ بن حارث اور حضرت امیر حمزہ اور اسلام کا مشہور پہلوان حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں آئے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شبیرہ کے مقابل ہوئے اور اس کو ایک ہی وار میں قتل کر دیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ولیدہ کے مقابل ہوئے۔ انھوں نے جاتے ہی اس کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ، عقبہ کے مقابل ہوئے۔ اپنے حریف کو زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہو گئے۔ حضرت حمزہ اور حضرت علی نے اپنے مقابل کو قتل کر کے عقبہ کو بھی واصل جہنم کیا اور حضرت عبیدہ کو اشاکر مظفر اور منصور ہو کر لشکر اسلام میں مراجعت فرمائی۔ حضرت عبیدہ ان زخموں کی وجہ سے بعد میں شہید ہو گئے، اس کے بعد عام جنگ شروع ہوئی اور ایسی گھمسان کی جنگ شروع ہوئی کہ زمین خراش ہوئی، فرزندان توحید پورے جوش اور دلولے سے لڑ رہے تھے۔ لشکر کفار کی کثرت اور لشکر اسلام کی قلت ملاحظہ کر کے حضور اپنے خیمے میں آکر رو بقبلہ ہوئے اور بارگاہ الہی میں عرض کیا: **اللہم! یا اللہ! اگر آج یہ مٹھی بھر افراد مٹ گئے تو پھر قیامت تک تو نہ پوچھا جائے گا۔**

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اس تضرع سے دعا کر رہے تھے کہ ردائے اقدس دوش مبارک سے گر پڑی۔ پیارے صدیق اکبر نے ردائے اقدس دوش مبارک پر ڈالی اور عرض کیا: **یا رسول اللہ! اب بس کیجیے۔ اللہ تعالیٰ نے جو فتح کا وعدہ فرمایا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔** آپ اٹھے اور یہ پڑھنا سنیں: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُمْ لِنُفِثْ بِكَ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَ وَنُفِثَ بِكَ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَ** (پارہ: 27)

ترجمہ: اب اس جماعت (کفار) کو نکلتا ہوگی اور وہ پیٹھ دکھا کر بھاگ جائیں گے۔

(انوار محمدیہ، صفحہ: 66، مدارج النبوة، صفحہ: 125)

آپ نے باہر نکل کر ایک مٹھی کنکری اٹھائی اور لشکر کفار کی طرف پھینک دیا اور فرمایا: **شَاقِبَتِ الْيَهُودُ**۔ برے ہو گئے ان کے منہ۔ کوئی کافر ایسا نہ بچا جس کی آنکھ اور ناک میں ان سنگ گریزوں سے کوئی شے نہ پہنچی ہو۔ یہ کنکری نہ تھکے تھے بلکہ ہم تھے جو ہر ایک فوجی کافر کو لگے، جس سے ان کی قوت ٹوٹ گئی اور لشکر کفار میں بھگدڑ مچ گئی۔ رب تعالیٰ نے ان کنکروں کے

مارنے کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے: **وَمَنَازِلَ مَقِیَّتٍ لِّدَارِ مَقِیَّتٍ وَلَیْکِنَّ لِلَّهِ زُلْفٰی** (پارہ 9)  
ترجمہ: اے محبوب! یہ خاک جو تم نے چھینکی تھی وہ تم نے نہیں، بلکہ اللہ نے چھینکی۔  
یعنی تم فانی اللہ کے مرتبہ کو پہنچ گئے ہو کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے تیرا مارا میرا مارا ہے۔  
(تفسیر حسینی)

### فرزند ان تو حید کی سرفروشی

لشکر اسلام کا ہر سپاہی پورے جوش و خروش کے ساتھ لڑ رہا تھا اور سرورِ حق کی بازی لگائی تھی۔ ایک سپاہی بیسیوں کفار پر بھاری تھا اور ان کو دھاوا مل چکا تھا۔ میں ان میں سے چند سپاہیوں کی شجاعت و مردانگی اور ان کی جاں نثاری پیش کرتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے اسلاف اپنے مذہب و ملت پر کیسے پروانوں کی طرح قربان ہو کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں سر فرو ہوتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جنگ بدر میں اپنی دائیں اور بائیں جانب دو انصاریوں کو دیکھا تو میں دل میں خوش نہ ہوا کہ تا تجربہ کار ساتھ لیں، ابھی ان کی عمر کچی ہے، ایک کا نام معاذ اور دوسرے کا نام معوذ تھا۔ اتنے میں ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا کہ چچا جان! تم ابو جہل کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا کہ پہچانتا ہوں، لیکن تمہیں اس سے کیا مطلب ہے؟ انھوں نے کہا: ہم نے سنا ہے کہ وہ ہمارے پیارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مار رہا ہے، اگر میں اسے دیکھ لوں تو اس سے جدا نہ ہوں، جب تک کہ ہم دونوں میں سے ایک نہ مرجائے۔ اس کے بعد دوسرے نے بھی اسی طرح پوچھا اور وہی بات بیان کی۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ان کی باتیں سن کر خوش ہوا۔ ان جوانوں سے کہا کہ یہی ہے وہ جسے تم پوچھتے ہو، یہ سنتے ہی وہ دونوں کھواریں میان سے نکال کر بازی مانند جھپٹے اور ابو جہل سے بھڑ گئے۔ یہاں تک کہ دشمن خدا کو گرا دیا، پھر دربار رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ دشمن خدا اور رسول کو ہم نے مار ڈالا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کس نے اس کو قتل کیا ہے، تو ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں نے عالم کو قتل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے اپنی کھواروں کو

صاف تو نہیں کیا؟ عرض کیا: نہیں، دونوں نے اپنی اپنی کھواریں دکھا کیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھواریں دیکھ کر فرمایا کہ تم دونوں نے قتل کیا ہے، مگر ابو جہل لعین کا سر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دلا یا۔ (مشکوٰۃ، صفحہ 352)

مقتول ہے کہ فتح کے بعد شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی ابو جہل کی خبر لا کر بتائے کہ اس کا انجام کیسے ہوا؟ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ جنگ میں گئے اور دیکھا کہ وہ لعین گرا پڑا ہے، مگر ابھی کچھ جان باقی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے سینے پر چڑھ کر بیٹھ گئے، اس ازلی کافر نے آپ کو دیکھ کر کہا: اے بکریاں چرانے والے! تو بہت اونچی جگہ بیٹھا ہے۔ (گویا وہ غرور و تکبر کا مجسمہ ابھی تک اسی مغروری میں تھا)، پھر اس نے کہا کہ میرا حال جو ہوا سو ہوا، مگر یہ بتاؤ کہ فتح کس کی ہوئی؟ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو فتح عطا فرمائی اور کفار کو شکست دی اور ذلیل و خوار کیا۔ بعد ازیں جب ابن مسعود نے اس کا سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو لعین نے کہا کہ میرا سر کندھوں کے قریب سے کاٹنا تاکہ جب سروں میں رکھا جائے تو بڑا معلوم ہو اور لوگ جانیں کہ کسی سردار کا سر ہے۔ ابن مسعود نے اس کا سر کاٹ لیا اور خدمتِ اقدس میں لا کر ڈال دیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور حمد و شکر بجالائے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس امت کا فرعون تھا۔ (مدارج النبوة، صفحہ 271)

حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے ابو جہل پر کاری زخم لگایا، جس سے اس کی پنڈلی جدا ہو گئی، اسی درمیانِ عکرمہ، ابو جہل کے بیٹے نے مجھ پر حملہ کر دیا اور مجھ پر کھوار چلائی، جس سے میرا ایک ہاتھ کندھے سے جدا ہو کر پہلو میں لٹک گیا۔ لیکن اس کے باوجود برابر جنگ کرتا رہا، اور جب کٹا ہوا ہاتھ جو لٹک رہا تھا، زیادہ تنگ کیا تو میں نے اسے اپنے پاؤں کے نیچے رکھا اور زور سے اس کو جدا کر دیا۔ یہ ہے شیر دل بہادروں کے کارنامے، جو جنگ بدر میں رونما ہوئے اور ہمیشہ رہتی دنیا تک ان کارناموں کی یاد تازہ رہے گی۔ (ایضاً، ج: 2، صفحہ 122)

قاضی عیاض نے ابن وہب سے نقل کیا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے کہ لڑائی میں ان کا ہاتھ کٹ کر چمڑے سے لٹک رہا تھا۔ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مبارک کئے ہوئے ہاتھ پر ڈال کر ہاتھ کو چمڑا دیا اور ہاتھ اپنے مقام میں ایسا

چھٹ گیا کہ آپ خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک زندہ رہے اور ہاتھ باقاعدہ کام کرتا رہا اور کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ (مدارج النبوۃ، صفحہ: 122) اور حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 67)

ایک اور مجاہد جن کا نام عکاش بن محسن ہے، جنگ میں اس شجاعت اور دلیری سے لڑے کہ ان کی تلوار ان کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی، وہ اپنی ٹوٹی ہوئی تلوار لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور داستان شجاعت سنائی۔ شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اس وقت ایک لکڑی تھی، فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اور جنگ کرو، یہ تلوار کا کام دے گی۔ جب حضرت عکاش نے وہ لکڑی ہاتھ میں لی تو وہ ایک عمدہ سفید لوہے کی خوشخوار تلوار بن گئی۔ اس تلوار سے یہاں تک جنگ لڑی کہ ذوالجلال والا کرام نے فتح نصیب فرمائی۔ حضرت عکاش نے اس تلوار سے کئی محاذوں پر اعدائے دین کو قتل کیا، یہاں تک آپ شہید ہو گئے۔ (مدارج النبوۃ، صفحہ: 127)

## کفار کی ہزیمت اور مسلمانوں کی فتح

میدان بدر میں لشکر اسلامی کی سپاہ اور مجاہد کچھ اس بے جگری سے لڑے کہ تھوڑے سے وقت میں کفار کی کثرت کو پھل کر رکھ دیا۔ رحمۃ اللعالمین کی دعاؤں کے صدقے اور خدا نے ذوالجلال کی تائید کی بدولت کفار کو ایسی شکست فاش دی، جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ کفار کے ستر افروقت ہو گئے اور ستر کوتیدی بنایا گیا اور کفار کے وہ سردار جو شجاعت اور دلیری میں اپنی مثال آپ سمجھے جاتے تھے اور جن پر کفار کو بڑا ناز تھا وہ سب کے سب مسلمانوں اور مجاہدوں کے ہاتھوں مقتول ہو کر دوزخ کا ایندھن بن گئے اور جو کافر زندہ رہ گئے وہ میدان چھوڑ کر ایسے بھاگے کہ مکہ میں اپنے گھروں میں جا کر ہی دم لیا۔ ادھر لشکر اسلام سے چودہ بزرگوں نے جام شہادت نوش فرمایا اور جنت الفردوس میں داخل ہوئے، جن میں چھ مہاجرین اور آٹھ انصار تھے۔

(مدارج النبوۃ، صفحہ: 13)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ بدر کے کونکس میں، جہاں مردار ڈالے جاتے تھے، کفار کی نعشوں کو ڈال دیا جائے، چنانچہ کفار کے مقتولوں کو کونکس میں ڈال دیا گیا۔ شہنشاہ

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہ تھی کہ جب اعدائے دین پر غلبہ پاتے تو تین روز وہاں اقامت فرماتے، میدان بدر میں بھی تین دن ٹھہرے۔ تیسرے روز سوار ہو کر اس کونکس پر تشریف لائے جہاں کفار کی لاشیں ڈالی گئی تھیں اور ان کو آزدی: يَا فُلَانُ اَيْنَ فُلَانٍ۔ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ حَقًّا قَائِي وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ عَلِيِّ اللَّهِ حَقًّا۔

ترجمہ: اے فُلاں ابن فُلاں! کیا تم نے اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ حق پایا ہے؟ بے شک میں نے اپنے اللہ کا وعدہ سچا پایا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے عرض کیا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ تُلْكُمُ اجْتِسَادًا اَلَا اَرَوُا نَحْنُ فِتْنَاءُ۔

ترجمہ: آپ! ایسے جسموں سے کلام فرما رہے ہیں جن میں روح نہیں۔

آپ نے جواب دیا: مَا اَنْتُمْ بِاَشْفَعِ لِمَا اَقُولُ وَمِنْهُمْ غَيِّبٌ اَنْتُمْ لَا تَسْتَقْبِلُونَهُ اَنْ يَرُدُّوا شَيْئًا۔ (مدارج النبوۃ، صفحہ: 31-32؛ انوار محمدیہ، صفحہ: 27)

ترجمہ: میں جو بات ان سے کہہ رہا ہوں وہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں (یعنی یہ تم سے زیادہ سننے ہیں) مگر جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے۔

منہ: حضرت محقق علی الاطلاق علامہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث بخاری و مسلم کی صحیح ہے۔ اس سے یہ مسئلہ واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قبر والے سننے ہیں، جس بات سے ان کو خطاب کیا جائے اسے جانتے ہیں۔ (مدارج النبوۃ، صفحہ: 132)

## اسیران بدر کے ساتھ پیغمبرانہ برتاؤ

ستر آدمی لشکر کفار سے قیدی بنائے گئے تھے۔ عرب میں اسیران جنگ کے ساتھ نہایت خوفناک سلوک روا رکھا جاتا تھا اور کم از کم دوا می غلام کی ذلت تو انھیں برداشت ہی کرنی پڑتی تھی، لیکن شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران بدر کے ساتھ جو سلوک روا رکھا وہ اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ تاریخ میں اس کی کوئی ایک مثال بھی موجود نہیں تھی، پھر اسیر بھی وہ اسیر جو اتفاق اور مجبوری کی وجہ سے میدان جنگ میں نہیں آئے تھے بلکہ ایک عرصہ طویل تک انتہائی اذیتیں پہنچاتے رہے۔ قیدیوں کے ہاتھ باندھے ہوئے تھے۔ ان میں حضرت عباس کے ہاتھ بہت سخت بندھے ہوئے تھے، جس کی وجہ سے وہ رات کو کراہ رہے تھے۔ دولت مند آدمی تھے، تکلیف برداشت نہ ہوتی

تھی۔ شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آواز سن کر بے قرار ہوئے حتیٰ کہ آپ کو نیند نہ آئی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے نیند نہ آنے کا سبب پوچھا۔ فرمایا کہ مجھے اپنے چچا عباس کے کراہنے کی وجہ سے نیند نہیں آئی۔ یہ سن کر صحابہ نے حضرت عباس کے بندھن ڈھیلے کر دیے، جس سے حضرت عباس سو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اب مجھے حضرت عباس کا کراہنا سنا نہیں دیتا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے ان کے بند ڈھیلے کر دیے ہیں، فرمایا کہ سب قیدیوں کے بند ڈھیلے کر دو۔ یہ ہے مساوات کا مظاہرہ اور رحمۃ للعالمین کا قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک۔

(مدارج النبیۃ، صفحہ 136)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر ان بدر کے متعلق اپنے صحابہ سے مشورہ طلب کیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، شاید اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی توفیق عطا فرمائے اور مسلمانوں کو فدیہ سے تقویت حاصل ہوگی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مشورہ پیش کیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے، کیوں کہ یہ سب ائمہ کفر اور پیشوا کفر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کے فدیہ سے بے پروا کر دیا ہے۔ میرا فلاں رشتہ دار میرے حوالے کر دیں، تاکہ میں اس کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دوں اور عقل کو حضرت علی کے حوالے کر دیں تاکہ وہ اس کو اور عباس کو حضرت حمزہ قتل کریں۔ غرض کہ ہر رشتے دار اپنے رشتے دار کو قتل کرے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ خدائے قدوس نے بعض مردوں کے دل نرم بنائے ہیں اور بعضوں کے سخت۔ اے صدیق! تیری مثال سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے جنھوں نے فرمایا تھا: فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ كَافِرٌ بِي. یعنی جو میرا اتباع ہو وہ میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا تو تو مجھ سے والا میرا نہ ہے۔ حضرت عمر سے فرمایا کہ تیری مثال حضرت نوح علیہ السلام کی ہے جنھوں نے کہا تھا: رَبِّ لَا تَذَرْنِي مِنَ الْكَافِرِينَ. پروردگار! زمین پر کافروں کی کوئی بستی باقی نہ چھوڑ۔ (یعنی سب کو ہلاک و برباد فرما دے۔)

شہنشاہ دو عالم نے صدیق اکبر کا مشورہ پسند فرمایا اور قیدیوں پر فدیہ مقرر فرمایا۔ پھر جو قیدی ناداری کی وجہ سے فدیہ ادا نہ کر سکتے تھے انھیں ویسے ہی چھوڑ دیا گیا تھا اور جو لکھا جاتے تھے ان کے متعلق حکم ہوا کہ ایک ایک قیدی مسلمانوں کے دس دس بچوں کو لکھا سکھادے اور آزاد ہو جائے۔

(مدارج النبیۃ، صفحہ 128؛ معارج النبیۃ، رکن چہارم، صفحہ 76)

ان قیدیوں میں ایک شاعر ابو غرہ نامی بالکل مفلس تھا۔ شہنشاہ دو عالم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ میں پانچ لڑکیوں کا کفیل ہوں اور مالیت نہیں رکھتا، اگر حضور مجھے مفت آزاد کر دیں تو آئندہ کسی جنگ میں اسلام کے مقابل نہ آؤں گا اور نہ ہی کسی کو جنگ پر رغبت دلاؤں گا۔ شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی غربت پر رحم کھاتے ہوئے اس کو مفت آزاد کر دیا۔

(معارج النبیۃ، رکن چہارم، صفحہ 76)

جب مالدار قیدیوں سے فدیہ وصول کیا جا رہا تھا تو حضرت عباس نے خدمت اقدس میں درخواست پیش کی کہ میں میں اوقیہ سونا اپنے ہمراہ کفار کے لشکر کو طعم کھلانے کے لیے لایا تھا اور اس کو مسلمان نے پکڑ لیا ہے، میرا فدیہ اس سے کاٹ لیا جائے، مگر شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ جو چیز کفار کی امداد کے لیے لایا ہے وہ مسلمانوں کی غنیمت ہے، لہذا اس کو فدیہ میں شمار نہ کیا جائے گا، تو حضرت عباس نے عرض کیا کہ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ کیا آپ اس کو پسند فرماتے ہیں کہ آپ کا چچا فدیہ کے لیے لوگوں سے دست سوال دراز کرے۔ آپ نے فرمایا: چچا جان! وہ سونا کہاں ہے؟ جو کہ مکرمہ سے نکلے وقت آپ نے اپنی زوجہ ام الفضل کے حوالے کیا تھا۔ حضرت عباس نے پوچھا آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ فرمایا کہ مجھے میرے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے۔ حضرت عباس نے کہا کہ اس بات کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں تھا، جس نے حضور کو بتایا ہے، اس لیے حضرت عباس نے کہا: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ. اور مسلمان ہو گئے۔ (مدارج النبیۃ، صفحہ 125)

ان قیدیوں میں ابو العاص بھی تھے، جو شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ حضرت زینب جگر گوشہ رسول نے اپنا قیمتی ہار فدیہ کے لیے بھیجا، یہ بارود تھا جسے ام المؤمنین حضرت خدیجہ اکبری رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے جہیز میں دیا تھا۔ اس پر نظریہ ڈالتے ہی غمگین رہی یا آگنی، آنکھیں پر غم ہو گئیں، مسلمانوں سے فرمایا کہ اس ہار کو دیکھ کر میرا دل دکھتا ہے۔ یہ میری بیوی کی نشانی ہے، اگر تمہاری مرضی ہو تو میری بیوی کو اس کی ماں کی یادگار واپس کر دو۔ (معارج النبیۃ، رکن چہارم، صفحہ 82؛ تاریخ حبیب اللہ، صفحہ 59)

## نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عامہ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا

(سورۃ فرقان، آیت: 1)

ترجمہ: بڑی برکت والا ہے جس نے قرآن پاک اپنے خاص بندے پر نازل فرمایا تاکہ وہ سارے جہانوں کو ڈرسانے والا ہو۔

حضرات انبیائے سابقین علیہم السلام کی بعثت خاص اپنی قوم یا بستی کی طرف اور خاص وقت تک ہوتی تھی، اس سے آگے نہیں بڑھتی تھی جیسا کہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ (سورۃ ابراہیم، آیت: 4)

یعنی ہم نے رسول اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا۔

حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ

(سورۃ موسیٰ، آیت: 23)

یعنی بے شک ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کے قوم کی طرف بھیجا۔

اسی طرح باقی انبیاء علیہم السلام کے متعلق ارشاد فرمایا گیا ہے: فَإِنِّي أَخَافُ خَوَافًا

(پارہ: 8، رکوع: 16) یعنی قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ فَإِنِّي أَخَافُ خَوَافًا

صَالِحًا (پارہ: 8، رکوع: 17) یعنی قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا: ثُمَّ خَلَقْنَا

مِنْ مَّغْدِجَتِهِ مُؤَسَّىٰ فَأَبْلَيْتُمَا إِلَىٰ فَتْرَتَيْنِ وَمَلَآئِيهِ (پارہ: 8، رکوع: 17) یعنی پھر بھیجا ہم نے ان

کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیتوں کے ساتھ فرعون اور اس کی قوم کی طرف۔ فَإِنِّي أَخَافُ خَوَافًا (پارہ: 9، رکوع: 3) یعنی ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ وَتِلْكَ مَجْئِنَا إِنَّا نَحْنُ وَإِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ (پارہ: 7، رکوع: 16) یعنی یہ ہماری جگہیں ہیں ان کی قوم پر جو ابراہیم کو دی ہیں۔

ان آیات میںات سے معلوم ہوا کہ پہلے نبی خاص قوم کی طرف اور خاص وقت تک کے لیے بھیجے جاتے تھے، مگر ہمارے رسول شرق سے لے کر مغرب تک کے لوگوں اور شمال سے جنوب تک کے رہنے والے عرب ہو یا عجم سب کی طرف نبی بن کر شریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَعَلْنَا (پارہ: 9، رکوع: 10) یعنی آپ فرمادیں کہ اے لوگو! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔

دوسری آیت میں ارشاد ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا حَافَّةً لِّلنَّاسِ بَيِّنَاتٍ مِّن بَيْنَاتٍ وَإِن كُنَّا لَآخِذِينَ بِلِلَّائِي لَا يَعْلَمُونَ (پارہ: 12، رکوع: 9) یعنی ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر سب لوگوں کو خوشخبری اور ڈرسانے کے لیے، لیکن بہت سے لوگ بے خبر ہیں۔

ان دونوں آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں کے رسول ہیں۔

## حضور کی رسالت از آدم تا قیامت

عام لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں سے مراد یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کے رسول ہیں جو آپ کے زمانہ پاک میں موجود تھے اور جو قیامت تک آئیں گے، مگر محققین کے نزدیک ان دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک جو انسان آئے یا آئیں گے ہر کار میں صلی اللہ علیہ وسلم ان سب انسانوں کے رسول ہیں۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

كَانَ سَيِّدِي عَلَى الْخَوَاصِّ رَحْمَةً لِّلَّهِ يَقُولُ: كَانَ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَبْعُوثًا إِلَى الْخَلْقِ أَجْمَعِينَ فِي عَالَمِهِ الْأَرْوَاحِ وَالْأَجْسَادِ مِنَ لَدُنْ أَقْدَرِ قِيَامِ السَّاعَةِ

(البرقائت والنجوا، جلد ثانی، صفحہ: 40)

ترجمہ: حضرت سید علی خواجہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف رسول ہیں عالم ارواح اور اجسام میں، آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک۔  
علامہ مہمانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

قَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ كَمَا نَظَرْتُ أَنَّهُ مِنْ زَمَانِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَبَانَ أَنَّهُ إِلَى تَجْمِيعِ النَّاسِ أَوَّلَهُمْ وَآخِرُهُمْ۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 363)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے، ہمارا خیال یہ تھا کہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ وہ انسان مراد ہیں جو آپ کے زمانہ اقدس سے لے کر قیامت تک آئیں گے، پھر ظاہر ہوا کہ آپ کی رسالت تمام انسانوں کی طرف ہے، وہ اول ہوں یا آخر۔

### حضور اقدس تمام نبیوں کے بھی نبی اور رسول ہیں

اللہ جل جلالہ نے حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت میں وہ اعلیٰ مقام عطا فرمایا کہ آپ کو سب نبیوں کا بھی نبی بنایا اور سب نبیوں کو آپ کا امتی بنایا۔ کیا شان ہے حبیب خدا کی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَئِن آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا وَحِكْمَةً ثُمَّ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ لَتَتَوَلَّوْنَ يَهُ وَلَتَعْنَضُنَّهُ**

(سورۃ آل عمران، آیت: 81)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے عہد لیا کہ میں تم کو حکمت اور کتاب عطا کروں گا، پھر تمہارے پاس ایسا رسول تشریف لائے جو تصدیق فرمائے جو کچھ تمہارے پاس ہے، تو تم ضرور ضروران پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے پختہ قرار کرایا کہ میرے محبوب پر ایمان لانا اور اس کی بڑی تاکید فرمائی۔ ثابت ہوا کہ محبوب خدا تمام انبیاء کے بھی نبی ہیں۔ شب اسرا میں تمام نبیوں کو مقتدی اور حبیب پاک کو امام بنا کر عالم پر ثابت کر کے دکھادیا کہ حبیب پاک امام الانبیاء اور نبی الانبیاء ہیں اور قیامت کے روز بھی تمام انبیاء علم مصطفیٰ کے پیچھے جمع ہوں گے، جیسا کہ حضور اقدس نے فرمایا:

أَنَا سَيِّدٌ وَلِلَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا تَخْزُ وَبَيْدِي لَوَاءُ الْخَمْدِ وَلَا تَخْزُ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ

يَوْمَ تَبْيَضُّ بُيُوتُهُمْ بِيضًا أَمْ لَا تَحْضُرُونَ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَلْفُظُ عَنْهُ الْأَوْحُسُ وَلَا تَخْزُونَ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ: 513)

مصطفیٰ کے جہنم سے کے نیچے تمام انبیاء کا جمع ہونا اس مسئلے کی وضاحت ہے کہ سرکارِ مدینہ نبی الانبیاء ہیں۔ علامہ سبکی علیہ الرحمہ دیگر محققین کی یہی تحقیق ہے۔

علامہ سبکی علیہ الرحمہ فرمادے: **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَئِن آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا وَحِكْمَةً ثُمَّ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ لَتَتَوَلَّوْنَ يَهُ وَلَتَعْنَضُنَّهُ** (انوار محمدیہ، صفحہ: 371-372)

ترجمہ: ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نبی ہیں، اسی لیے یہ آخرت میں ظاہر ہوگا کہ آپ کے علم کے نیچے تمام انبیاء ہوں گے، اسی طرح شبِ معراج میں بھی آپ نے سب نبیوں کو نماز پڑھائی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء است و ظاہر گرد دایں معنی در آخرت کہ جمیع انبیاء تحت لوئے دے باشند و ہم جنس در شب اسرامات کروا ایشان را۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ: 3)

ترجمہ: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے نبی ہیں اور یہ حقیقت آخرت میں ظاہر ہوگی، جب کہ تمام انبیاء علیہم السلام آپ کے جہنم سے کے نیچے ہوں گے اور اسی طرح شبِ اسرا میں آپ سب کے امام بنے۔

الحمد للہ! ہمارے رسول اول سے لے کر آخر تک تمام انسانوں کے لیے، نیز تمام نبیوں کے نبی اور رسولوں کے رسول ہیں۔

### حضور تمام مخلوق کے رسول ہیں

آپ صرف انسانوں کے رسول نہیں، بلکہ جنوں، فرشتوں، جانوروں، پتھروں اور درختوں کے رسول ہیں اور ہر شے آپ کی امتی ہے۔ القصہ جو چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امتی ہے اور جس چیز کا رب اللہ تعالیٰ ہے، حبیب خدا اس چیز کے نبی و رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا۔  
ترجمہ: برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ ہمارے دو  
جہان کو ڈرسانے والا ہو۔

عالم کا معنی اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ حضور نذیر اور رسول سب عالم کے لیے ہیں اور  
عالم کا اطلاق ہر اس چیز پر ہوتا ہے جو اللہ کے سوا ہو۔ لہذا ثابت ہوا کہ تمام اجزائے عالم کے لیے  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی و رسول ہیں، خواہ وہ انسان ہوں یا جن یا فرشتے، یا جانور یا شجر یا  
حجر ہو۔ خود سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس مسئلے کی وضاحت فرمادی  
ہے: نَوَازِسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخَيَّرْتُ فِي التَّيْيُودِ (مشکوٰۃ، صفحہ: 512) ترجمہ: مجھے تمام  
مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (میرے بعد کوئی پیدا نہ ہوگا۔)

### لفظ خلق کا معنی

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام خلق کا رسول ہوں اور خلق کا معنی مخلوق  
ہے، تو ثابت ہوا کہ جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے وہ حضور کی امتی ہے، خواہ وہ انسان ہو، جن ہو یا  
فرشتے، جانور ہو یا شجر غرض کہ ہر ایک شے کے لیے حبیب خدا رسول ہیں۔  
شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: پس ہر کہ اللہ تعالیٰ پروردگار اوست و محمد صلی اللہ علیہ  
وآلہ رسول اوست۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 42)

پس ہر وہ شے جس کا پروردگار اللہ ہے، اس کا رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ چند  
سطروں کے بعد لکھتے ہیں: بعض محققین از اہل بصیرت گفتند کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
مبعوث، تمامہ اجزائے عالم است شامل حیوانات و نباتات و جمادات و لیکن ارسال باہل عقل از  
برائے تعلیم و تکلیف و تبشیر و انداز اراست و غیر ایشان بنا بر افاضہ و ایصال بنا بر کمالات کہ لائق حال  
ایشان باشند۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 43)

یعنی بعض اہل بصیرت محققین کا کہنا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالمین جیسے  
حیوانات و نباتات اور جمادات سب کے لیے مبعوث ہوئے، لیکن سمجھ بوجھ رکھنے والوں کے  
لیے تعلیم و تکلیف اور تبشیر و انداز کی خاطر بھیجے گئے۔

### دسواں وعظ

## نبی کریم جناتوں کے بھی رسول ہیں

**سوال:** آپ نے سابقہ وعظ میں ذکر کیا ہے کہ سرکار مدینہ ہر شے کے رسول ہیں،  
حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلْقَائِسِ يَشِيرُوا وَنَذِيرًا۔  
اس آیت سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ صرف انسانوں کے لیے رسول ہیں، ورنہ  
انسان کی تخصیص کیوں کی گئی۔

**جواب:** وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلْقَائِسِ يَشِيرُوا وَنَذِيرًا۔ يَأْتِيهَا النَّاسُ إِلَى رَسُولٍ  
اللَّهُ أَلَيْسَ كُنْهُ تَجَوِّعًا۔ ان دو آیتوں میں انسان کا ذکر ہے، مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ  
غیر انسان کے لیے رسول نہیں، کیوں کہ مختار مذہب یہی ہے کہ مفہوم مخالف معجز نہیں ہوتا۔ اگر  
انسان کی تخصیص سے غیر انسان نکل جائیں تو لازم آئے گا کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں  
کے لیے بھی رسول نہیں ہیں، حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے، کیوں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم  
انسانوں اور جنوں دونوں کے لیے رسول ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ ان دونوں آیتوں میں "ناس"  
کا ذکر یہود کا رد ہے، کیوں کہ یہود کا زعم ہے کہ آپ صرف عرب کے لیے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ  
نے ان دونوں آیتوں کو نازل فرمایا کہ ان کا رد فرمادیا کہ ایسا نہیں جیسا کہ یہود کہتے ہیں، بلکہ آپ  
ہر انسان کے رسول ہیں، خواہ عرب ہوں یا غیر عرب۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 42)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں:

أَنَّ فَضْلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَعَلَى أَهْلِ السَّمَاءِ فَقَالُوا  
فَالَّذِينَ عَبَّاسٌ بِمَنْ فَضَّلَهُ اللَّهُ عَلَى أَهْلِ السَّمَاءِ قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: لَا أَهْلَ السَّمَاءِ وَمَعْنَى  
نَقْلٍ مِنْكُمْ إِنِّي إِلَهُ مَنْ قَدْ ذَلِكُمْ تَجَوِّعُهُ وَجَهَّتْكُمْ كَذَلِكَ تَجَوِّعُهُ الطَّلِيلَيْنِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى:



ہے، کوئی وہابی، کوئی شیعہ، کوئی رافضی، کوئی مرزائی وغیرہ اور کفر میں بھی ان کے مختلف فرستے ہیں۔ کوئی یہودی، کوئی نصرانی، کوئی آتش پرست، کوئی بت پرست۔ (تفسیر صاوی، ص: 419)

## جنوں کی خوراک

عام طور پر جنوں کی خوراک وہ ہڈی ہے جو ہم گوشت کھا کر ہڈی چھینک دیتے ہیں، یہ ہڈیاں جنات اٹھا لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ان ہڈیوں پر از سر نو گوشت پیدا فرما دیتا ہے جسے جنات کھاتے ہیں، اور گور برآن کے جانوروں کی خوراک ہے۔ جتنے دانوں سے وہ گور بنا ہوگا اتنے ہی دانے اللہ تعالیٰ ان کے چار پائیوں کے واسطے ظاہر فرما دیتا ہے جو وہ کھاتے ہیں، اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: لَا تَسْتَنْجُوا بِالزَّوْبِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَإِنَّهَا زَادَتْهُمُ ابْغَاؤَ مِنَ الْجِنِّ۔ (ترمذی، نسائی، مشکوٰۃ، صفحہ: 43)

یعنی گور اور ہڈیوں سے استنجانہ کرو، کیوں کہ یہ تمہارے جنات بھائیوں کی غذا ہے۔ اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لَنَا قَبِيحٌ وَقَدْ أَلْجَيْنَا عَلَى النَّجِيِّ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّهُ أَفْثَكُ أَنْ يَسْتَنْجُوا بِعَظْمٍ أَوْ زَوْقَةٍ أَوْ لَحْمَةٍ فَإِنَّ اللَّهَ جَعَلَ لَنَا فِيهَا رِزْقًا فَتَمَازَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ طَلِكِ۔ (ابوداؤد، مشکوٰۃ، صفحہ: 44)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جنوں کا ایک وفد آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی اُمت کو منع فرمادیں کہ ہڈی گور اور کوئلے سے استنجانہ کریں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہمارا رزق بنایا ہے، اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اس سے منع فرمایا۔  
**فائدہ:** ان دونوں حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جن مسلمان ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کے بھی رسول ہیں اور جن آپ کے امتی۔

## جنات کے اقسام

جنات کے تین اقسام ہیں: ایک قسم جنوں کی وہ ہے جن کے پر ہوتے ہیں اور ان پر

سے اڑتے ہیں۔ دوسری قسم سانپ اور کتوں کی شکل پر ہوتے ہیں۔ تیسری قسم جنوں کی جو ایک جگہ قیام کرتے ہیں اور پھر وہاں سے کوچ کر جاتے ہیں۔ (صاوی حاشیہ جلالین، صفحہ: 419)

## جنات کے متعلق اختلاف

مسلمان جنوں کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا کہ مسلمان جنوں کو ایمان کی برکت سے صرف دوزخ سے نجات دلا کر مٹی کر کے فنا کر دیا جائے گا۔ یہی مذہب حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا ہے، اور ائمہ ثلاثہ کے یہاں مسلمان جن جنت میں داخل ہوں گے اور جنت کی نعمتیں استعمال کریں گے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ مسلمان جن جنت میں داخل ہوں گے اور جنت کے گرد رہیں گے، جہاں ان کو کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ (صاوی حاشیہ جلالین، صفحہ: 119)

## مدینہ منورہ کے جن

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مدینہ منورہ کے جنات مسلمان ہو گئے تھے۔ نبی کریم سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ بِالْمَدِينَةِ جِنَّةً قَدْ آتَمَلُّوا فَإِذَا زَانَتْهُمْ مِنْهُمْ شَيْئًا فَأَذْنُوهُ فَلَا تَقَاتِلُوا فَإِنْ بَدَأَ لَكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ فَأَقْتُلُوهُ فَإِنَّهُمُ شَيْطَانٌ۔ (مسلم، مشکوٰۃ)

ترجمہ: بے شک مدینہ منورہ میں جو جن تھے وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ جب تم ان میں سے کسی کو دیکھو تو تین دن ان کو خبردار کرو۔ اس کے بعد ظاہر ہو تو اسے قتل کرو کیوں کہ وہ مسلمان نہیں ہے، شیطان ہے۔

**فائدہ:** اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ جن کا کفر اور مسلمان ہوتے ہیں اور گھروں میں رہتے ہیں، ان کو فوراً نہیں مارنا چاہیے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ لِهَذِهِ النُّبُوتِ عَوَامِرَ فَإِذَا زَانَتْهُمْ مِنْهَا شَيْئًا فَخَرِّجُوا عَلَيْهَا فَلَمَّا قَاتَلْتُمْ فَالْأَفْثَلُ قَاتِلُوهُ فَإِنَّهُ كَافِرٌ۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 360)

ترجمہ: بے شک ان گھروں کے آباد کرنے والے ہیں، یعنی ان میں جنات رہتے ہیں۔ اب

تم کسی کو ان سے دیکھو تو تنگی پکڑو، اس پر تین بار یعنی اس کو کھو اذنت فی خروج۔ اگر چلا گیا تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کو قتل کر دو کیوں کہ وہ کافر ہے۔

**حکایت:** ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص پیشاب کرنے کے لیے ایک ویران جگہ پر گیا، وہاں اس نے ایک سانپ دیکھا اور اس کو قتل کر دیا، وہ سانپ دراصل ایک جن تھا۔ جنات اکٹھے ہوئے اور اس آدمی کو قتل کرنا چاہا، تو کسی جن نے مشورہ دیا کہ فلاں شخص کے پاس چلو اور اس سے فتویٰ پوچھو۔ جنات اس آدمی کو اس شخص کے پاس لے گئے۔ شخص نے پوچھا کہ یہ مقتول جن کس صورت میں ظاہر ہوا تھا؟ انھوں نے کہا کہ سانپ کی صورت میں۔ شخص نے کہا کہ میں نے لیا۔ الجن میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو جن اپنی غیر صورت پر قتل کیا گیا اس کے قاتل پر کچھ نہیں۔ لہذا اس آدمی کو چھوڑ دو۔ چنانچہ جنوں نے اس آدمی کو چھوڑ دیا۔ (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ: 17)

**حکایت:** بیہقی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالحزیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ معظمہ جارہے تھے کہ راہ میں ایک سانپ مرا ہوا دیکھا۔ آپ نے اس کو کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ اس کے بعد ایک کہنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا: زحمتک للہ یا کثرتی، اے سرق! (جن کا نام) تجھے پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو، پھر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے سیدد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرما رہے تھے کہ اے سرق! تو فلاں جنگل میں مرے گا تو تجھے میری امت کا ایک بہترین انسان دفن کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ خدا تجھے پر رحم کرے تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں ایک جن ہوں اور یہ سرق جن کا نام ہے۔ جن جنوں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی ان میں سے سب انتقال کر گئے۔ ایک میں اور ایک یہ سرق باقی تھے اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ پیارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے سرق! تیری موت ایک جنگل میں آئے گی اور تجھے میری امت کا ایک بہترین شخص دفن کرے گا۔ (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ: 57)

**حکایت:** حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چند صحابہ کرام کے ساتھ سفر کر رہا تھا کہ راستے میں ایک سانپ قتل کیا ہوا ملا۔ ہمارے ایک ساتھی نے اس کو چاؤ

میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ جب رات ہوئی تو ہم نے دو عورتیں دیکھیں جو اس کے بارے میں حوالہ کرتی تھیں۔ ان عورتوں نے بتایا کہ کافر جنوں نے مومن جنوں سے جنگ کی ہے اور اس کو قتل کر دیا ہے اور یہ ان جنوں میں سے تھا جنھوں نے (بطین محلہ میں) سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنا تھا اور آپ نے ان کو اپنی قوم پر مبلغ اسلام بنا کر بھیجا تھا۔

(فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ: 57)

☆☆☆

## نبی کریم حیوانوں کے بھی رسول ہیں

سبحان اللہ! ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کے رسول ہیں، یہاں تک کہ حیوانوں، درختوں اور پتھروں کے بھی رسول ہیں۔ خود سرکار فرماتے ہیں: اُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كُلِّهِ، یعنی میں تمام مخلوق کی طرف رسول ہوں۔ لہذا آپ ہر شے کے رسول ہیں۔ (رواہ مسلم)

حیوان بھی آپ کی امت ہیں اور آپ ان کے رسول اور نبی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حیوانات آپ کی اطاعت کرتے ہیں اور آپ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ آپ کے حضور فریادیں کرتے ہیں۔ حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے تین بھروسے سے ایک یہ معجزہ یہ دیکھا کہ تین نخل تیسیر مفعہ اذمرزقا یبعثو یسفی علیہم فلما رآہم البعوض جازعہ فوضع جرائعہ فوقہم علیہم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: ائتني صاحب هذا البعوض فجاءہ فقال: یغہ فقال بل تبہہ لک یا رسول اللہ وائتہ لا فہل ینیب مائتہ معینہ غیظہ قال: انما اذا ذکرہ لہذا من امرہ فائتہ شکی کثرتہ الغلب وقلۃ الغلب فاحسنوا الیہ۔ (شرح السنۃ، مشکوٰۃ، صفحہ: 540)

ترجمہ: ایک بار ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گزرے جس پر پانی کھینچا جاتا تھا۔ جب اونٹ نے آپ کو دیکھا تو فریاد کی اور اپنی گردن کو (زمین پر) رکھ دیا۔ آپ اس کے پاس کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ مالک آپ کے پاس آیا تو فرمایا یہ مجھے بیچ دے۔ کہنے لگا بلکہ یا رسول اللہ! میں آپ کو بہہ کر دیتا ہوں۔ بے شک یہ ایسے گھروالوں کا ہے کہ جن کی گزروائے اس کے نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا: بہر حال جیسا تو نے اس اونٹ کا حال بیان کیا ہے۔ (لہذا میں خریدتا ہوں)

لیکن وصیت کرتا ہوں) بے شک اس نے زیادہ کام اور کی چارہ کی شکایت کی ہے، اس لیے اس کے ساتھ احسان کرو۔

فائدہ: دیکھو اونٹ جیسا جانور بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان رکھتا ہے اور آپ کو اپنا فریادیں اور مشکل کشا سمجھتا اور مانتا ہے، مگر براہِ بدعتیوں کا کہ وہ انسان ہو کر بھی سرکارِ مدینہ کو فریادیں نہیں مانتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کا دین سلب کر لیتا ہے ان کی عقل بھی ساتھ لے لیتا ہے، انہیں کچھ بھی سمجھاؤ، یہ نہیں سمجھیں گے۔

## بھیڑیے حضور کو مانتے ہیں

جنگل کا ہر درندہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا اور جانتا ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے چرواہے کے پاس آیا اور ان بکریوں سے ایک بکری چڑی۔ وہ چرواہا اس کے پیچھے دوڑا، اور اس بکری کو بھیڑیے کے منہ سے کھینچ لیا۔ راوی نے کہا کہ بھیڑیا ریت کے ٹیلے پر چڑھ کر بیٹھ گیا اور دم اپنے پاؤں میں دبالی اور کہا کہ بے شک میں نے رزق کا قصد کیا اور جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیا تھا میں نے اس کو چڑا، پھر تو نے اس کو مجھ سے کھینچ لیا۔ تو اس شخص نے کہا کہ واللہ! میں نے آج کے دن جیسا عجیب امر نہیں دیکھا کہ بھیڑیا کلام کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا کہ اس سے عجیب یہ ہے کہ ایک مرد خدا دو پہاڑیوں کے درمیان خرمستان (مدینہ منورہ) میں ہے اور جو کچھ گزر گیا ہے اور جو تمہارے بعد ہونے والا ہے اس کی خبر دیتا ہے۔ راوی نے کہا کہ مرد یہودی تھا، وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ کو خبر دی اور مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف کی۔

فائدہ: سبحان اللہ! بھیڑیے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم غیب کی شہادتیں دیتے ہیں کہ آپ کو ماکان وما یكون کا علم ہے، اور یہ شہادت آپ کے علم ماکان وما یكون کی اسلام کا سبب بنتی ہے۔ مگر آج کے بدعتیہ کے نزدیک نبی پاک کے لیے غیب ماننا اسلام سے بھی نکال دیتا ہے۔ گویا اس پر فتن زمانے میں گناہی بیٹھ گئی ہے۔

ہیں۔ یہ بعدین لوگ ہر اس بات کے منکر ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کی تعظیم ہو۔

### ضب (گوہ) کی شہادت

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ وہاں سے ایک اعرابی گزرا جس نے ایک ضب (گوہ) شکار کیا تھا۔ اعرابی نے پوچھا: یہ کون ہیں؟ صحابہ نے کہا: یہ اللہ کے نبی ہیں۔ اعرابی نے کہا کہ لات وعزى کی قسم! میں اس نبی کے ساتھ ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ گوہ آپ کے ساتھ ایمان نہ لائے گا۔ اس نے گوہ آپ کے سامنے ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے ضب انضب نے فصیح زبان میں کہا: كَيْتِيكَ وَسَعْدَيْكَ۔ اس کو سب حاضرین نے سنا۔

آپ نے فرمایا تو کس کی عبادت کرتا ہے؟ تو ضب نہایت ادب سے یہ جواب عرض کیا: اَللّٰہِیْ فِی السَّمَاءِ عَزَّوَجَلَّ فِی الْاَرْضِ سُلْطٰنُہٗ وَفِی النَّیْخِ سَیِّدُہٗ وَفِی الْجَنَّةِ رَحْمٰتُہٗ وَفِی النَّارِ عِقَابُہٗ۔

ترجمہ: اس کی عبادت کرتا ہوں جس کا عرش آسمانوں میں ہے اور جس کی سلطنت زمین میں اور جس کی راہ سمندر میں اور جس کی رحمت جنت میں اور جس کا عذاب دوزخ میں ہے۔

پھر آپ نے پوچھا: مَنْ اَنَا، میں کون ذات ہوں؟ ضب نے جواب دیا: رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَقَدْ اَفْلَحَ مَنْ صَدَّقَكَ وَخَابَ مَنْ كَذَّبَكَ۔

ترجمہ: آپ رب کریم کے سچے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخری نبی ہیں۔ بے شک کامیاب ہوا وہ جس نے آپ کی تصدیق کی اور ناکام ہوا وہ جو آپ کا منکر ہے۔

جب اعرابی نے ضب کی یہ صاف اور واضح تقریر سنی تو مسلمان ہو گیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھ لیا۔ (شفاء، جلد اول، صفحہ: 204؛ التواریخ، صفحہ: 282؛ مدارج، جلد اول)

### اونٹ کا حضور کو سجدہ کرنا

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں۔ انصار کے گھر کا ایک اونٹ تھا جس سے وہ

### ہر نیاں حضور کا کلمہ پڑھتی ہیں

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحابہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک ہرنی نے آپ کو پکارا: یا رسول اللہ! آپ نے ہرنی سے پوچھا: کیا بات ہے؟ ہرنی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک اعرابی نے مجھے اپنے جال میں پھانس لیا ہے۔ میرے دودھ پیتے بچے اس پہاڑ میں ہیں، آپ مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں اپنے دونوں بچوں کو دودھ پلاؤں، دودھ پلا کر واپس آ جاؤں گی۔ آپ نے پوچھا کہ کچ میں آ جائے کی؟ عرض کیا: ہاں! آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ ہرنی گئی اور واپس آ گئی۔ پھر آپ نے اس کو باندھ دیا۔ اسے اس اعرابی جاگ پڑا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! کوئی حکم ہے؟ فرمایا: اس ہرنی کو چھوڑ دو۔ اس نے ہرنی کو چھوڑ دی۔ وہ ہرنی جنگل میں دوڑتی ہوئی جاری تھی اور زبان سے یہ پڑھتی تھی: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ (مدارج، جلد اول، ص: 231)

فائدہ: یہ عقیدہ اس ہرنی کے واقعے کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ اس واقعہ کو کمرے متعدد طرح سے روایت کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: حدیث غریبہ کہ روایت کردہ اند اور احمد بطریق متعدد کہ تقویت میکند بعض ادب بعض را ذکر کرده است قاضی عیاض در شفا والیوم در دلائل۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 231)

یعنی ہرنی والے واقعے کو متعدد طریقے احمد بیان کرتے ہیں، جیسے قاضی عیاض، شفا میں اور ابونعیم دلائل میں۔

قاضی عیاض شفا میں ان حدیثوں کے آخر میں لکھتے ہیں: وَالتَّحْدِیْثُ فِیْ هٰذَا الْبَابِ کَثِیْرٌ وَقَدْ جِئْنَا مِنْہٗ بِالْاَشْفَہِ وَمَا وَقَعَ فِیْ کُتُبِ الرَّحْمَہٖ۔ (شفاء، جلد اول، صفحہ: 208)

یعنی اس باب میں (جانوروں کا آپ سے کلام کرنے میں) حدیثیں بہت ہیں۔ ہم نے ان سے مشہور کو بیان کیا اور جو احمد دین کی کتابوں میں ہیں۔ احمد دین تو اس واقعے کو اپنی کتابوں میں درج کریں اور اس کی صحت کی شہادت دیں مگر بے دین جن کا نہ کسی امام کے ساتھ اعتقاد اور نہ کسی بزرگ پر اعتماد، بلکہ پوچھو تو ان کو خود دین مصطفیٰ پر نہ ایمان نہ ایمان، وہ اس کا سخت انکار کرتے

آپاچی کرتے تھے، وہ سرکش ہو گیا اور کوئی چیز اپنی پشت پر لادنے نہیں دیتا تھا، اس لیے گھر والے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اپنے اونٹ کی شکایت کر کے عرض کیا کہ ہمارا اونٹ ہم پر سرکش ہو گیا ہے اور اپنی پشت سے ہم کو روک دیا ہے، سمجھیں اور کھیتی پیاپی ہو چکی ہے۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا: چلو! سب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باغ میں پہنچے۔ وہ اونٹ باغ کے ایک کونے میں کھڑا تھا۔ آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کی طرف بڑھے تو انصار نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اونٹ کاٹنے والے کتے کی طرح ہو چکا ہے، اس لیے ہم خوف کرتے ہیں کہ آپ پر حملہ نہ کرے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مصطفیٰ کو اس سے کوئی ڈر نہیں۔ جب اونٹ کی نگاہ سردارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو (محبت سے) آپ کی طرف بڑھا۔ جب سامنے آیا تو آپ کو سجدہ کیا۔ آپ نے اس کو پیشانی سے پکڑ کر کام میں لگا دیا۔ آپ کے صحابہ نے یہ نقشہ دیکھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! بے عقل جانور آپ کو سجدہ کرتے ہیں اس لیے ہم غفلت نہ زیادہ ہمارے ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں، تو رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو جواب دیا کہ انسان کو زیارت نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو سجدہ کرے، اگر یہ سجدہ انسان کے لیے جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے مردوں کو سجدہ کریں کیوں کہ عورتوں پر مردوں کے بڑے حقوق ہوتے ہیں۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 228؛ انوار محمدیہ، صفحہ: 280)

### در بار رسالت میں اونٹ کی فریاد

ایک اونٹ دربار مصطفیٰ میں حاضر ہوا اور اپنی قوم کی شکایت کرتے ہوئے عرض کیا کہ یہ میری قوم نماز عشا پڑھنے سے قبل ہی سو جاتی ہے۔ مجھے ڈر رہتا ہے کہ اس قوم پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے کوئی عذاب نازل نہ ہو۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قوم کو بلا کر منع کر دیا کہ نماز عشا سے قبل نہ سوئیں۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 229)

### بکریوں نے حضور کو سجدہ کیا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ ایک انصاری کے باغ میں حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم اور ابو بکر، عمر اور ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم داخل ہوئے۔ باغ میں ایک بکری تھی جس نے آپ کو سجدہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم بکری سے زیادہ ہمدرد ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں مگر آپ نے فرمایا: کسی کو جائز نہیں کہ وہ کسی کو یعنی غیر خدا کو سجدہ کرے۔ (شفاء، ج: ۱، ص: 206؛ انوار محمدیہ، ص: 281؛ مدارج النبوة، ج: ۱، ص: 229)

### حیوانات حضور پر عاشق تھے

جو چیز دنیا میں نظر آتی ہے، سرکش انسانوں اور جنوں کے سوا سب میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق نظر آتا ہے۔ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ يَشْفُكَذَا أَجْنَحًا فَإِذَا كَانَ عَشْدًا زَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَوَّيْتُمْ مَكَانَهُ فَلَمْ يَجْأَوْ لَمْ يَذْهَبْ وَإِذَا خَرَجَ زَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ وَذَهَبَ

(شفاء، صفحہ: 203؛ مدارج، جلد اول، صفحہ: 229؛ انوار محمدیہ، صفحہ: 283)

ترجمہ: ہمارے پاس ایک گھریلو بکری تھی۔ جب ہمارے رسول پاک موجود ہوتے تو یہ بکری ساکن اور ثابت رہتی اور آگے پیچھے نہ آتی جاتی اور جب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے جاتے تو یہ بکری بے قرار ہو کر آتی اور جاتی تھی۔

اس سے ثابت ہوا کہ حیوانات میں بھی عشق مصطفیٰ موجزن رہتا ہے، جس کی وجہ سے وہ اکثر بے قرار رہتے ہیں۔

### حکایت: حضرت ابن عساکر راوی ہیں کہ جب شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو فتح فرمایا تو آپ نے ایک گدھے سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میرا نام یزید بن شہاب ہے، اور اللہ تعالیٰ نے میرے جد کی نسل سے ساٹھ گدھے پیدا فرمائے ہیں اور ان پر سوائے نبی کے کوئی سوار نہیں ہوا اور کوئی باقی نہیں ہے۔ انبیاء سے بھی آپ کے سوا اب کوئی نبی نہیں ہوگا۔ گدھے نے کہا کہ اس سے قبل میں ایک یہودی کے قبضے میں تھا جس کو میں عدا اپنی پشت سے گرا دیتا تھا، جس کی وجہ سے یہودی مجھے بھوکا رکھتا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اب تیرا نام یعفور ہے۔ اس کے بعد یعفور خدمت اقدس میں رہتا۔ سرکارِ کبھی اس کو صحابہ کے بلانے کے لیے بھیجے تو یہ

وروازه ٲرءا ءر سرءارءا اور اءاره سه رءاءا ءه ءم ءو ءضور اءءس صلى الله علىه وسلم بلاءه هفءا ءفب ءفب ءءا صلى الله علىه وسلم نه اس ءهان سه رءاء فرمائى ءوفه ءه ءا ءافف مفارءء نه لاسء ءم اءءه ءرءه هوءف افء ءنوف مف ءر ءفءا (شفءا صفءه: 207؛ ءءارء ءءءء اول صفءه: 221) ☆☆☆

بار هوال وعظ

## نبى ءرفم شءر ءءر ءه ءهف رسول هفء

ءضراء! ءضور شهفءاه ءو ءالم صلى الله علىه وسلم ءا ءفءار ارءاء هفءا:   
 مَا هفءن الشءاء والاءرض شءفء الا فءلهم ائى رسول الله الا ءاصفء الفءن والوففءف (شفءا ءءءء اول صفءه: 206)   
 ءرءءه: آساءوف اور زمفءوف ءف هر شءف ءافءف هفء ءف مف الله ءا رسول هوف شرءس اور ءا فرءان ءن اور انسان ءه سواف

### ءءر ءهف ءضور ءو سلام ءرض ءرءه هفء

ءفءا ءه بف ءفن لوء ءضور ءف شان ءءف ءفءا مفء ءه الله ءعالى افءه ءفب ءف شان اور زفءاه بءءافء ءا ءلى ءضراء ءاضل برلفوف رءءه الله علىه فرمائف هفءا:   
 مء ءفء هفء هفء مء ءافف ءه اءراءفءف نه مءافف نه مءف ءا ءفءف ءر ءافءرا ءءف ءفءءا هفء رساءء ءاب صلى الله علىه وسلم ءف ءر ءهف سلام ءرض ءرءه هفءا:   
 قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائى لاءرفء ءءر اءءءء ءان ففسلفء علف ءفءل ائى اءءء ائى لاءرفءه الآن (مءءءوف صفءه: 524)   
 ءرءه: سرءا ءفءف صلى الله علىه وسلم نه فرمائا ءه مفء مفء مفء اس ءءءر ءو ءفءا هوف ءو ءءر ءر مءءء هوف سه ءفءف سلام ءفء ءرءا ءافءا ءفء مفء اب ءهف اس ءو ءافءا هوف:   
 ءافءه: بعض ءضراء نه فرمائا هفء ءه ءءر ءر اسوء هفء بعض لوء ءفءف هفء ءه ءه زءاق الءر هفء ءو مءءر اور ءضراء ءءفءر ءفءى الله ءعالى ءفءا ءه ءر ءه ءفءا هفء اس ءف

زیارت کرتے ہیں اور برکت حاصل کرتے ہیں۔ حضرت ابن حجر مکی نے فرمایا ہے کہ اہل مکہ خلافت سلف اس کی زیارت کرتے ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، جلد رابع، صفحہ: 517)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَأَمَّا اسْتَقْبَلَنَا جَبَلٌ وَلَا نَحْمِلُ إِلَّا هُوَ يَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ۔ (ترمذی، داری، مشکوٰۃ، صفحہ: 540)

ترجمہ: میں سرکارِ دو عالم کے ساتھ مکہ میں تھا، ہم اس کے بعض طرف نکلتے تھے جو پہاڑ اور درخت سامنے آتا وہ کہتا: السلام علیکم یا رسول اللہ!

### حضور کی تشریف آوری سے پہاڑ کا خوش ہونا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اُحد پہاڑ پر تشریف لے جاتے ہیں تو وہ خوشی سے جھومنے لگتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَبِيحًا أَخْبَانَا وَأَكْبَرُ بَكْرًا وَعُمَرُ وَغُثَّانٌ فَرَجَفَ بِهِمْ فَخَرَّتُهُ بِرَجْلَيْهِ فَقَالَ: أَفْبُتُّ أَخْبَانَا فَأَلْمَأْنَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ۔ (بخاری، مشکوٰۃ، صفحہ: 563)

ترجمہ: بے شک نبی پاک، ابوبکر، عمر اور عثمان احد پر چڑھے تو وہ خوشی کی وجہ سے ہلنے لگا۔ آپ نے اُحد کو کھٹو کر مارتے ہوئے فرمایا کہ اے اُحد! ثابت رہو، بے شک تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید ہیں۔

**فائدہ:** اُحد پہاڑ کا ہلنا اور حرکت میں آنا کسی ناراضگی و غضب کی وجہ سے نہ تھا بلکہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے خوش ہوا اور خوشی برداشت نہ کر سکا اور ہلنے لگا، اسی لیے آپ نے اسے فرمایا کہ ثابت رہو اور اس خوشی کو اپنے آپ میں جذب کر لے۔ کیوں کہ تیسرے ادوار کی پاک ہستیاں ہیں جن سے سرور اور سکون و قرار حاصل ہوتا ہے۔ نیز اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم باذن اللہ غیب جانتے ہیں۔ کیوں کہ آپ نے حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہید کیا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات اپنے اپنے زمانہ خلافت میں شہید ہوئے جیسا کہ سرکار نے فرمایا تھا۔

حضور کی آمد سے پہاڑ جیسی شے خوشی میں آکر جھومنے لگ جائے مگر بد عقیدہ لوگ اتنے سخت ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبریں سن کر ذرا بھی متاثر نہیں ہوتے، ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد باری ہے:

لَا يُلَاحِظُونَ أَفْؤًا أَشَدَّ قَسْوَةً۔ یعنی ان بد بختوں کے دل پتھر ہو چکے ہیں بلکہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ کیوں کہ پتھر بھی متاثر ہو جاتے ہیں، مگر بد دین ذرا بھی اثر قبول نہیں کرتا۔ اللہ ایسوں کی صحبت سے ہمارے سنی بھائیوں کو محفوظ فرمائے۔ (آمین)

### درخت کا خدمت نبوی میں سلام عرض کرنا

حضرت یعلیٰ بن مرزہ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں تھا کہ: نَعْتَمُ بِرِزْقِ حَقِّي تَوَلَّيْنَا مَنَازِلًا فَتَنَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبِأَيِّ شَيْءٍ تَفْعَلُ الْاَزْوَاجُ حَتَّى غَشِيَتْهُ نُفُورٌ رَجَعْتُ إِلَى مَكَانِهَا فَلَمَّا اسْتَقْبَلَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذُكِرْتُ لَهُ فَقَالَ هِيَ شَجَرَةٌ اسْتَأْذَنَتْ بَنَانِي أَنْ تَسْلِمَ عَلَى رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَذِنَ لَهَا۔ (مشکوٰۃ، صفحہ: 540)

ترجمہ: پھر ہم چلے یہاں تک کہ ایک جگہ پر قیام کیا اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے، اسی جگہ ایک درخت زمین چھاڑتا ہوا آیا اور سرکارِ مدینہ کو اپنے سامنے میں ڈھانپ لیا، پھر اپنی جگہ پر واپس ہو گیا۔ جب آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو میں نے اس بات کا ذکر آپ کی خدمت میں کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس درخت نے اپنے رب کریم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنے کی اجازت مانگی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت بخش دی۔

**فائدہ:** سبحان اللہ! درخت اپنی جگہ سے چل کر وہاں جا یں جہاں دو جہاں کا سردار تشریف فرما ہوں، تاکہ آپ کی خدمت میں سلام پیش کریں اور لطف فرمے کہ اللہ کریم نے بھی اس کی اجازت بخشے۔ مگر چودہویں صدی کے خود ساختہ موحد اس کو شرک قرار دے کر روضۂ اطہر پر جانے اور سلام عرض کرنے سے منع کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ درخت ان سے بہتر ہیں۔

درخت کا حضور پر سایہ کرنا

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو طالب ملک شام کی طرف گئے اور چند قریش مع حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ تھے۔ جب وہ بحیرہ راہب کے مکان کے قریب پہنچے، تو وہاں قیام کیا، بحیرہ راہب اپنے مکان سے نکل کر ان کے پاس آیا۔ حالانکہ وہ ان سے قبل جب کہ وہ گزرتے تھے ان کے پاس نہیں آتا تھا۔ اب جب انھوں نے اپنے سامان اور بوجھوں کو کھول دیا اور قیام کیا تو راہب ان کے پاس آیا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا: هَذَا سَيِّدُ الْعَالَمِينَ هَذَا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ يَسْعَىٰ اللَّهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ فَقَالَ لَهُ أَشْبَاخُ بْنُ قُرَيْشٍ مَا عِلْمُكَ فَقَالَ: إِنَّكُمْ جِئْتُمْ أَثَرُ فَخْمَةٍ مِنَ الْعَقْبَةِ لَمْ يَبْقَ شَيْءٌ وَلَا خَيْرٌ إِلَّا خَرَسًا جِدًا وَلَا يُسْجَدُ إِلَّا لِلَّهِ وَإِنِّي أَعْرِفُ فُجَاتِهِمُ الْمُتَوَقِّعَةِ

ترجمہ: یہ تمام جہانوں کے سردار ہیں، یہ رب العالمین کے رسول ہیں، ان کو تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ یہ سن کر قریش کے سرداروں نے کہا کہ اس بات کو تو نے کیسے جانا؟ اس نے کہا کہ جب تم لوگ گھائی سے اوپر چڑھ رہے تھے تو کوئی درخت اور پتھر باقی نہ رہا مگر وہ سجدہ میں گر گیا اور یہ سجدہ نہیں کرتے مگر اپنے نبی کو اور میں آپ کو مہرِ نبی سے پہچانتا ہوں۔

نچرہ وہ راہب واپس گیا اور ان کے لیے کھانا تیار کیا۔ جب کھانے لے کر آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ چرا رہے تھے۔ راہب نے کہا کہ ان کو بلاؤ۔ آپ تشریف لائے تو دیکھا کہ بادل آپ پر سایہ کر رہا تھا۔ جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ قوم درخت کے سائے کی طرف بہت کر کے بیٹھے ہیں، آپ بھی بیٹھ گئے تو درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک گیا۔ (حالاں کہ بادل کا سایہ آپ پر محض اعزاز و امتیاز کے لیے تھا) تو راہب نے کہا: اَنْظُرُوا اِلَى فَيْمِ الشَّجَرَةِ مَالِ عَلَيْهِ۔ دیکھو درخت کے سائے کی طرف جو آپ کی طرف جھک گیا ہے۔

پھر پوچھا کہ ان کا متلی کون ہے؟ قریش نے کہا کہ ابو طالب! راہب نے قسمیں کھا کر ابو طالب سے کہا کہ حضور کو واپس بھیج دو۔ (سنن ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ: 540)

سیکرنے رسالت کی شہادت دی

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: کُتِبَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَبْعٍ فَأَقْبَلَ أَغْرَابِيٌّ فَلَمَّا خَلَى قَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، قَالَ: وَمَنْ يَشْهَدُ عَلَيَّ مَا تَقُولُ قَالَ: هَذِهِ السَّلَامَةُ فَدَعَا هَارِسُ رَسُوْلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِي فَقَاتِلَتْ هَذِهِ الْأَرْضَ حَتَّى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاِسْتَشْهَدَهَا ثَلَاثًا فَسَهِدَتْ ثَلَاثًا أَنَّهُ كَمَا قَالَ ثُمَّ

(دار الکتب، مشکوٰۃ، صفحہ: 541)

ترجمہ: ہم رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے کہ ایک اعرابی سامنے سے آیا، جب وہ قریب ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ کیا تو اللہ کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اعرابی نے کہا کہ کون گواہی دیتا ہے اس بات کی جو آپ کہتے ہیں، یعنی از جنس انسان؟ آپ نے فرمایا کہ یہ کیکر، آپ نے اس کیکر کو بلا یا حالاں کہ آپ وادی کے دوسرے کنارے پر تھے، تو وہ زمین پھاڑتا ہوا آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا آپ نے اس سے تین دفعہ شہادت طلب کی اور اس نے تینوں دفعہ گواہی دی کہ واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے، پھر وہ اپنے جنے کی جگہ کی طرف لوٹ گیا۔

فائدہ: شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب درخت کو بلا دیں تو وہ فوراً حاضر ہوں مگر سرکش انسان اور جن حضور کے بلانے پر حاضر نہیں ہوتے ہیں۔  
صاحبِ قصیدہ بردہ کیا خوب فرماتے ہیں:-

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةً  
تُحْسِنُ إِلَيْهِ عَلَى سَائِي بِلَا قَدَمٍ

کھجور کے گچھے کا اطاعت کرنا

ایک بادیہ نشین بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: یٰمَآءَ اَنَّا عَرَفْنَا اَنَّكَ نَبِیٌّ، قَالَ: اِنْ

دَعَوْتُ هَذِهِ الْعُلُقَى مِنْ هَذِهِ الثَّغْلَةِ يَفْهَدُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ قَدْ سَأَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَمَلٌ يَنْزِلُ مِنَ الثَّغْلَةِ حَتَّى سَقَطَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِنْ جِئْتَ فَعَادَ فَاسَلَّمَهُ الْأَعْرَابِيُّ (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ: 541)

ترجمہ: کس دلیل سے پہچانوں کہ آپ نبی ہے؟ آپ نے فرمایا اس دلیل سے پہچان کر کہ کھجور کے اس کچھے کو بلاؤں جو یہ گواہی دے کہ میں رسول اللہ ہوں، چنانچہ وہ کچھا اتر آیا یہاں تک کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گر پڑا، پھر آپ نے فرمایا کہ واپس ہو جاؤ تو وہ واپس ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اعرابی مسلمان ہو گیا۔

## خشک کھجور کا آپ کے فراق میں رونا

مسجد نبوی میں کھجور کا ایک خشک ستون تھا جو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق اور محبت میں روتا تھا، اس کے رونے کی آواز تمام نمازیوں نے سنی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَطَبَ اسْتَمْتَدَ إِلَى جُزْءِ ثَغْلَةٍ مِنْ سَوَارِي الْمَسْجِدِ فَلَمَّا صَنَعَ لَهُ الْبَيْتُ فَاسْتَوَى عَلَيْهِ صَاحِبُ الثَّغْلَةِ الَّتِي يَخْطُبُ عَنْهَا حَتَّى كَادَتْ أَنْ تَنْشَقَّ فَكَوَّلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَخَذَهَا فَضَمَّهَا إِلَيْهِ فَعَمَلَتْ ثَلَاثَ أَلْفَيْنِ الصَّبِيحِ الَّذِي يُسْكُتُ حَتَّى اسْتَفْرُثَ، قَالَ: بَكَتْ عَلَى مَا كَانَتْ تَسْتَعْمِقُ مِنَ النَّارِ (بخاری، مشکوٰۃ، صفحہ: 536)

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے تو کھجور کے ایک ٹہنی کے ساتھ ٹیک لگاتے تھے۔ جب مسجد کے ستونوں سے نیا منبر بنایا گیا، حضور اس پر تشریف لائے تو کھجور کی وہ ٹہنی چیننے لگی جس سے لگ کر آپ پہلے خطبہ دیتے تھے، ایسا لگ رہا تھا کہ وہ پارہ پارہ ہو جائے، حضور منبر سے اترے اور اس کو پکڑ کر اپنے گلے لگا یا تو وہ ٹہنی پر سکون ہو گئی۔

ایک روایت میں ہے کہ واللہ! اگر میں اس ٹہنی کو گلے نہ لگاتا تو یہ قیامت تک روتی رہتی۔ (شفاء: 199) ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ نے اس سے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تجھے اپنے بائیں میں لگا دیا جائے، تجھ پر ٹہنیاں اور پتے لگیں اور میرے لگ جائیں، اگر چاہے تو تجھے جنت میں

لگا دیا جائے تاکہ اللہ کے بندے تیرا میوہ کھاتے رہیں، اور آپ نے اپنا کان مبارک اس کی طرف فرمادیا تو وہ کہنے لگی کہ یا رسول اللہ! مجھے بہشت میں لگا دینا تاکہ دوستان خدا میرا میوہ کھائیں اور پرانی اور فانی نہ ہوؤں، یہ بات ہر ایک نے سنی جو وہاں مسجد میں موجود تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی کروں گا۔ نیز فرمایا کہ اس نے دار بقا کو دار فنا پر اختیار کیا۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ رو کر فرماتے ہیں کہ اے اللہ کے بندو! جب خشک لکڑی حضور کی محبت میں روتی ہے تو تم انسان زیادہ لائق ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے مشتاق بنو۔

(شفاء، جلد اول، صفحہ: 200، مدارج النبوة، صفحہ: 236)

☆☆☆

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ.  
قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: يٰٓأَيُّهَا الرُّسُلُ قَدْ أَرْسَلْنَاكُمْ عَلَىٰ بَعْضِهِمْ قُلُومًا مِّنْ قُلُومٍ  
اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ. (سورة بقره، آيت: 253)

ترجمہ: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا، ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا۔

حضرات! قرآن پاک کے یہ کلمات یعنی يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَدْ جَاءَكُمْ مِنْ فَرْدِیْكُمْ رُسُلٌ فَخَلَاكُمْ بَعْضُہُمْ عَلٰی بَعْضٍ اس مسئلے میں واضح ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مراتب جدا گانہ ہیں۔ بعض انبیاء بعض سے افضل ہیں، اگرچہ وصف نبوت میں سب یکساں ہیں، مگر خصائص و کمالات میں درجات متفاوت ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَرَفَعَ بَعْضُہُمْ دَرَجَاتٍ۔ یعنی بعض کو درجوں بلند کیا۔

اس سے واضح فرمادیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باقی انبیاء پر افضل ہیں، کیوں کہ اس شخص سے مراد باجماع امت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب آپ انبیاء کرام پر افضل ہوئے تو بابتا مخلوق پر بطریق اولیٰ افضل ہوں گے۔ لہذا اس مختصر بیان سے ثابت ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء اور خلق سے افضل ہیں۔

**مسئلہ:** اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اکرم البشر اور افضل الانبیاء ہیں۔ اس اجماعی مسئلے کا ثبوت آیات قرآن اور صحیح احادیث سے اور اجماع اُمت سے ہے۔ اس وعظ میں پہلے آیات نبش کی جاتی ہیں: **وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَئِنْ آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَجَعَلْنَاهُ نَفْسًا كَرِيمًا لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ أَنْ تَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا فَلَتَوَلَّيْكُمْ كُفْرًا** (البقرہ: ۱۲۸)۔

وَلَنَنْظُرَنَّهُ قَالًا أَأَقْرَضْتُمُوعًا وَآخَذْتُمُوعًا عَلَىٰ ذَلِكُمْ إِعْرَافًا قَالُوا أَأَقْرَضْتَنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ  
(سورة آل عمران، آیت: 81-82)

ترجمہ: اے محبوب! یاد کرو جب خدا نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جو میں تم کو کتاب و حکمت دوں، پھر تمہارے پاس آنے رسول تصدیق فرماتا اس کی جو تمہارے ساتھ ہے، تم ضرور ان پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرنا فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا اہم ذمہ لیا۔ سب نے عرض کیا کہ ہم ایمان لائے، پھر فرمایا کہ ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں میں سے ہوں، اب جو اس کے بعد پھر گیا وہی لوگ فاسق ہیں۔

آیت کے مضمون کا مہتمم بالشان ہونا

اس آیت کریمہ سے صریح معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں کے رسول ہیں، مگر دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو کس قدر اہتمام شان سے بیان فرمایا ہے:

اَوَلَمْ يَأْتِ الْبَنِيَّاءُ بِالْبَيِّنَاتِ وَالْاَشْءَاءِ مَعْصُومٍ هُوَ تَعَالَىٰ اِنَّ يَلِيَّ الْعِلْمَ الْاَلٰهِيَّ كِيْ خِلَافٍ وَرِزْيَ اَن سَ مَحْضُورٍ نَحْنُ، لٰهٰذَا اَصْرَفَ اَتْنَا كَافِي تَحَا كَرَب تَعَالٰى اَن كُوْكُ مَ فَرَا دِي تَا كَرَا كَرُوْهَ نَبِي تَحْمَارِے پَاسَ آئِے تُوْا نَ پَرَا يَمَانِ اَلَا اَنَا اَوْرَاسَ كِي مَدُ كَرْنَا، مَگَرَا يَ پَرَا اِكْتَفَا نَ فَرَمَائِي بَلْ كَا اَن سَ عَهْدِ وَيَبْيَانِ لِيَا اَوْرِي عَهْدِ اَللّٰهُ يَرْبُّ كُنْهَ كَ بَعْدُ دَوْرَا عَهْدِ هَے، جِيْسَ كَلَر طَلِيْبِ مِيں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. كَ سَا تَحَا كَرَبِ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلُ الْفَوْزِ هَے، تَا كَا مَعْلُومَ هُوَ جَا ئِے كَا تَرَامَ مَخْلُوقِ پَر پَهْلَا فَرَضِ رُبُوْبِيَّتِ الْهِيْءِ كَا اَذَا عَا نَ هَے، پَحْرَا سَ كَا رَا بَر رَا سَا لَتِ مُحَمَّدِيَه پَرَا يَمَانِ۔

ثانیاً: اس عہد کو لام قسم سے مؤکد فرمایا: لَتَكُونُنَّ لَهُ يَوْمَئِذٍ يَوْمَئِذٍ بِهٖ وَلَتَنْتَضِرُنَّ۔ جس طرح نوابوں سے سلاطین کی بیعت پر قسمیں لی جاتی ہیں۔

نشانہ: پھر لون تاکید سے مؤکد کیا اور وہ بھی ثقیلہ لا کر تاکید کو اور پختہ کر دیا۔

دابعاً: اب مقام یہ تھا کہ انبیائے کرام جواب دیں، مگر حضرات انبیاء کے جواب دینے سے قبل خود اللہ تم فرما کر پوچھا: أَأَقْرَبُ نَحْنُ؟ کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو، یعنی اللہ تعالیٰ کو کمال

خامساً: صرف اقرار پر بھی اکتفا نہ فرمائی، بلکہ ارشاد فرمایا: **وَ اخَذَتْهُ عَلَىٰ ظُلُمِهِ**۔  
اخیر میں خالی اقرار نہیں، بلکہ اس پر میرا بھاری دھم لو۔

سادساً: انبیائے کرام کا اقرار سے مکر جانا غیر معقول ہے مگر پھر بھی فرمایا کہ ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ۔

سابعاً: پھر کمال یہ ہے کہ فقط ان کی گواہیوں پر بھی اکتفا نہ فرمائی، بلکہ ارشاد فرمایا:  
**وَ اَكَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ**۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں۔

ثامناً: اتنی بڑی تاکید کہ باوجود انبیائے کرام معصوم ہیں، ان کو شدید تہدید فرمائی کہ  
**فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ**۔ اب جو اس اقرار سے پھرے گا فاسق ٹھہرے گا۔  
باری تعالیٰ نے کمال اہتمام کی وجہ سے جس طرح انبیائے معصومین سے فرمایا اسی طرح  
اپنی توحید میں ملائکہ معصومین کے حق میں بھی ارشاد فرماتا ہے: **وَمَنْ يَثْقُلْ يَثْقُلْ إِلَىٰ إِلَٰهٍ قَبْلَ قَوْلِهِ فَذَلِكَ تَجْوِيزُهُ جَهَنَّمَ كَذَلِكَ تَجْوِيزُ الظَّالِمِينَ**۔ (پارہ 17)

یعنی جو ان سے کہے گا کہ میں اللہ کے سوا معبود ہوں اسے جہنم کی سزا دیں گے اور ظالموں کو، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ باری تعالیٰ کو جیسا اول حصہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے ساتھ ایمان لانے کا اہتمام ہے، ایسے ہی بغیر کسی کی تیشی کے کلمہ کے دوسرے جَزْمٌ مُّخْتَلَفٌ دَسْوَلُ کے ساتھ ایمان لانا بھی کمال مقصود ہے، یعنی اللہ ایسا معبود برحق ہے کہ ملائکہ مقربین بھی اس کی بندگی سے منہ نہیں پھیر سکتے اسی طرح حبیب خدا ایسے رسول ہیں کہ انبیاء و مرسلین بھی ان کا کلمہ پڑھتے ہیں۔

### انبیائے کرام نے اپنا عہد پورا کیا

حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس عہد ربانی کو پورا کرتے رہے اور اپنی مجالس و محافل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء کرتے اور اپنی امتوں سے حضور پر ایمان لانے اور مدد کرنے کا عہد لیتے، یہاں تک کہ آخری مژدہ رسالت حضرت مریم کا پاک بیٹا حضرت مسیح علیہ السلام

اللہ صلوٰۃ اللہ علیہ مُبْتَدِئُ الْوَسْوَیٰ تَأْتِی مِنْ تَعْدِیٰی اِسْمُہُ اُتَحَد۔ کہتا تشریف لایا۔

ابن عساکر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں:

لَمْ يَزَلِ اللَّهُ يَتَفَقَّهُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَمَّ قَرْنٍ بَعْدَهُ وَلَمْ تَزَلْ أَمَّةٌ قَتَلَتْهَا قُرُونٌ

بَعْدَهُ وَتَتَفَقَّهُ فِيهِ حَتَّىٰ آخِرَ جَعَلَهُ اللَّهُ فِي خَلْقِهِ أَمَّةً وَفِي خَلْقِهِ قُرُونٌ وَفِي خَلْقِهِ أَصْحَابٌ وَفِي خَلْقِهِ بَلَدٌ

ترجمہ: ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آدم اور ان کے بعد

انبیاء کو پیشین گوئی فرماتا رہا اور تمام امتیں آپ کی آمد کی خوشیاں منا تیں اور آپ کے واسطے سے

طلب فتح کرتیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین امت، بہترین زمانہ، بہترین اصحاب

اور بہترین شہر میں ظاہر فرمایا۔

قرآن پاک میں اس کی تصدیق موجود ہے: **وَكَاذِبُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِيَهُمْ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا** (بقرہ، آیت: 89)

ترجمہ: حضور کے ظہور سے پہلے کافروں پر اس کے دیلے سے فتح چاہتے، پھر جب وہ جانا

پہچانا ان کے پاس تشریف لایا تو وہ منکر ہو گئے، پس اللہ کی پھینکار ہو منکروں پر۔

حضرات مفسرین فرماتے ہیں کہ جب یہود مشرکوں سے لڑتے تو یہ دعا کیا کرتے: **اللَّهُمَّ**

**انْفِرْ عَلَيْنَا بِالنَّبِيِّ الْمُبْعُوثِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ**۔ (جلالین 14)

یا اللہ! اس نبی کے واسطے سے ہماری مدد فرما جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوگا اسی عہد و میثاق کا

جب ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **لَوْ كَانَ مُؤْنِسِي حَيًّا مَا وَسَّعَهُ إِلَّا اِتِّبَاعِي**۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ: 98، البیواقیت والجاہر، صفحہ: 22)

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر آج موئی علیہ

السلام دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے پاس کوئی گنجائش نہ ہوتی۔

ایک حدیث پاک میں ہے: **لَوْ كَانَ مُؤْنِسِي وَعَيْشِي حَيًّا مَا وَسَّعَهُمَا إِلَّا اِتِّبَاعِي**۔

(البیواقیت والجاہر، جلد دوم، صفحہ: 22)

ترجمہ: اگر موئی اور عیسیٰ علیہما السلام دنیا میں ہوتے تو میری پیروی کے سوا ان کے پاس کوئی

گنجائش نہ ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ جب آخر زمانہ میں حضرت سیدنا موئی علیہ الصلوٰۃ والسلام

نزول فرمائیں گے تو گو وہ بدستور منصب رسالت پر ہی ہوں گے، مگر پھر بھی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی بن کر رہیں گے اور حضور ہی کی شریعت پر عمل کریں گے۔ حضور کے امتی امام مہدی کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ جیسا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

كَيْفَ أَتُشْرُوا إِذَا تَوَلَّى ابْنُ مَرْزُوقٍ فِيكُمْ وَأَمَّا تَكْفُهُمْ وَتَكْفُهُمْ.

(رواہ الشیخان، مشکوٰۃ، صفحہ: 480)

ترجمہ: تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں آئیں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: عَلِمَهُ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيُّ الْأَنْبِيَاءِ لِلْعَهْدِ الَّذِي أَخَذَ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسَيَادَتِهِ عَلَيْهِمْ وَتَبَوُّعِهِ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَأَخَذَ اللَّهُ مِنْ يَمِينِي الْقَبِيضَتَيْنِ. (ایواقیت والجاہر، صفحہ: 22)

ترجمہ: جان لو ابے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی الانبیاء ہیں اس عہد کے واسطے جو انبیاء پر لیا گیا ہے کہ آپ ان پر سردار اور نبی ہوں گے اس آیت کے تحت کہ وَأَخَذَ اللَّهُ مِنْ يَمِينِي الْقَبِيضَتَيْنِ۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر دوسری دلیل قرآن فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ. (سورہ انبیاء)

ترجمہ: اے محبوب! ہم نے آپ کو سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

## عالم کا معنی

عالمین جمع عالم کی ہے اور عالم کا معنی مَا يَخْلُقُ بِهِ ہے، جس سے رب کی پیمان ہو۔ لہذا اس کا اطلاق ہر چیز پر ہوتا ہے جو ماسوی اللہ ہو اور عالم میں انبیاء و ملائکہ سب داخل ہیں تو یقیناً حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کے لیے رحمت و نعمت ہوئے اور سب حضور کی بارگاہ سے بہرہ ور اور مستفیض ہوتے ہیں، لہذا آپ سب سے افضل ہیں۔

☆☆☆

چودھواں وعظ: 2

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانٍ قَوْمِهِ. (سورہ ابراہیم، آیت: 4)

ترجمہ: ہم نے ہر رسول کو اس کے قوم کی زبان کے ساتھ مبعوث کیا۔

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ انبیاء سالتین سب کے سب خاص اپنی قوم پر رسول بنا کر بھیجے گئے، جیسا کہ قرآن پاک کی ان آیتوں سے ثابت ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ. وَإِلَىٰ عَادٍ أَخَاهُ هُودًا. وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُ صَالِحًا. وَلَوْ كُنَّا إِذْ قَالُوا لَقَوْمِهِ. وَإِلَىٰ مَذْيَنَ أَخَاهُ شُعَيْبًا. وَبَنِي إِسْرَءِيلَ إِذْ هَمُّوا بِأَنْ يَكُونَ لَهُمْ مَلِكٌ. (سورہ ابراہیم، آیت: 51-54)

ترجمہ: واقعی ہم نے نوح کو اپنی قوم کی طرف بھیجا، ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا، قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا، لوط نے جب اپنی قوم سے کہا اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، یہ جہتیں ہیں جو ہم نے ابراہیم کو اپنی قوم پر دی ہیں۔

یعنی علیہ السلام سے حکایت فرمایا: وَرَسُولًا إِلَىٰ نَبِيِّ إِسْرَءِيلَ. میں بنی اسرائیل کی طرف رسول بن کر آیا ہوں۔ حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: كَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَىٰ قَوْمِهِ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً. (محقق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ: 512)

ترجمہ: (پہلے) خاص نبی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا اور میں تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ بعض نبی صرف ایک بستی کی طرف مبعوث ہوتے اور اس سے آگے تجاوز نہ کرتے، یہ حال انبیاء عظام علیہم السلام کا تھا، مگر اللہ نے ہمارے رسول پاک کو تمام انسانوں کا رسول بنا کر بھیجا، جیسا کہ قرآن کریم کا ارشاد ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ. (پارہ: 12، رکوع: 9)

ترجمہ: انہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سب لوگوں کی طرف خوشخبری اور دُرُسنا تا لیکن اکثر لوگ سبے خبر ہیں۔

دوسرے مقام پر فرماتا ہے: قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ خَشِيعًا.

(پارہ: 9، رکوع: 10)  
ترجمہ: آپ فرمادیں کہ اے تم سب کی طرف میں اللہ کا رسول ہوں۔

حضور صرف انسانوں ہی کے لیے رسول بن کر تشریف نہیں لائے بلکہ انسانوں، جنوں اور فرشتوں، حیوانوں، شجر و حجر، غرض کہ ہر مخلوق خدا کے لیے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا.

(سورۃ فرقان، آیت: 1)  
ترجمہ: بڑی برکت والا ہے وہ جس نے قرآن اپنے بندے پر نازل فرمایا کہ وہ سارے جہان کو ڈرسانے والا ہو۔

خود دونوں جہان کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: أَرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَلِمَةً وَخُجَّعَ فِي الثَّيْبَتُونَ. (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 512)

ترجمہ: میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

### شہنشاہ ہفت کشور

بھلا یہ تو سوچو کہ ایک تو صرف ایک بستی کا حاکم یا صرف ایک ولایت کا بادشاہ ہے اور ایک وہ ہے جو ہفت اقلیم اور ساری دنیا کا شہنشاہ ہے۔ کیا شہنشاہ ہفت اقلیم ان سے افضل نہ ہوگا؟ ضرور ہوگا، لہذا ماننا پڑے گا کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سب رسولوں اور نبیوں سے افضل ہیں۔ بعینہ یہی دلیل حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَضَّلَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ وَعَلَى أَهْلِ السَّمَاوَاتِ.

ترجمہ: بے شک اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء اور ملائکہ سے افضل کیا۔ حاضرین نے انبیاء علیہم السلام پر وجہ تفصیل پوچھی تو فرمایا: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَالَ: وَمَا

أَرْسَلْنَا مِنْ رُسُلِنَا إِلَى الْأَيُّسَانِ قَوْمَهُ وَقَالَ لِمُعْتَدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَلَامًا لِلنَّاسِ فَأَرْسَلْنَا إِلَى الْحَيِّ وَالْإِنْسِ. (داری، مشکوٰۃ، صفحہ: 515)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ (اور رسولوں کے واسطے) ہم نے نہ بھیجا کوئی رسول مگر اس کے قوم کی زبان کے ساتھ اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا۔

معلوم ہوا کہ آپ کو تمام انسانوں اور جنوں کے لیے رسول بنایا ہے۔ اہل حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو اس شعر میں ادا فرمایا: سب سے اعلیٰ واوٹی ہمارا نبی سب سے بالا دوالا ہمارا نبی

### دیگر وجہ فضیلت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَخَفِيَ بِاللَّهِ شَهِيدًا. (سورۃ فتح، آیت: 28)  
ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچا دین لے کر بھیجا کہ اسے غالب کرے سب دینوں پر اور اللہ کی شہادت کافی ہے۔

اور امت مسلمہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ. (پارہ: 4)  
ترجمہ: تم سب سے بہتر امت ہو کہ لوگوں کے لیے ظاہر کیے گئے۔

اوپر کی دونوں آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ حضور کا دین تمام دینوں سے اعلیٰ و اکمل ہے اور آپ کی امت سب امتوں سے افضل و بہتر تو اس دین کا مالک اور اس امت کا آقا بھی تمام دین اور امت والوں سے افضل و اعلیٰ ہوگا۔

قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ اپنے تمام امرا کو نام لے کر پکارے اور ان میں ایک کو یوں بلائے کہ اے مقرب بارگاہ! اے نائب سلطنت! اے صاحب عزت! اے سید مملکت! تو ہر ذی ہوش انسان سمجھ جاتا ہے کہ بادشاہ کی بارگاہ میں زیادہ عزت و وجاہت اسی کی ہے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی زیادہ پیارا نہیں ہے، بس یہی اس کو زیادہ پیارا ہے۔ بلاشبہ بادشاہ حقیقی جب اپنے نبیوں اور رسولوں کو پکارتا ہے، بلاتا ہے، تو نام لے کر، جیسا کہ فرمایا:



## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

اللہ جل مجدہ نے مخلوق کی ہدایت کی خاطر بے شمار انبیاء مبعوث فرمائے، مگر کسی کی جان، زمان، اُن کے شہر اور اُن کی باتوں کی قسم نہ کھائی، مگر اپنے حبیب کو وہ مرتبہ جلیلہ عطا فرمایا کہ حضور کی جان، عمر اور بقا کی قسم کھائی، ارشاد باری ہے:

لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ (حجر: ۱۷)

ترجمہ: اے محبوب! آپ کی جان کی قسم وہ کافر اپنے نشے میں اندھے ہو رہے ہیں۔  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بڑے پیغمبر گزر چکے ہیں۔ وہ ضرور حکیم بھی تھے اور غلیل بھی تھے، مگر اُن میں سے کسی کی جان اور عمر کی قسم نہیں کھائی، اگر جان کی قسم کھائی تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

ثابت ہوا کہ اللہ کا پیارا محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل ہے۔  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

مَا خَلَقَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَا خَرَأَ مَا بَرَأَ أَنْفُسًا أَكْرَمَ عَلَيْهِ مِنْ مُحْتَبٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا سَمِعْتُ اللَّهَ أَقْسَمَ بِحَيَاةٍ أَحَدٍ عَلَيْهِ (مدارج النبوة، جلد اول، صفحہ 82)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے ایسا کوئی نہ بنایا، نہ پیدا کیا جو اُسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عزیز ہو اور میں نے اللہ تعالیٰ سے نہیں سنا کہ حضور کی حیات اور عمر کے سوا کسی اور کی حیات کی قسم کھائی ہو۔

اجلہ تابعین سے حضرت ابو جزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: نَفَا أَقْسَمَ اللَّهُ تَعَالَى بِحَيَاةِ أَحَدٍ غَيْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَنَّهُ أَكْرَمُ الْكَرِيمَةِ عِنْدَهُ (شفاء، ج ۱، صفحہ 20)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کسی کی حیات کی قسم نہیں فرمائی سوائے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے، کیوں کہ اللہ کے یہاں حضور تمام مخلوقات سے زیادہ عزیز ہیں۔

## حضور کے زمانے کی قسم

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ برکت نشان کی قسمیں کھائی ہے۔ خود ارشاد فرماتا ہے: وَالْعَصِيْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ (پارہ: 30)

ترجمہ: قسم ہے زمانہ مصطفیٰ کی، بے شک انسان گھائے میں ہے۔

فائدہ: امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس عصر سے مراد زمانہ برکت نشان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور فرمایا کہ علما نے حضور کی حدیث سے حجت پکڑی ہے کہ عصر سے مراد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے۔ حدیث پاک یہ ہے: إِنَّمَا مَقْلُكُمْ وَمَقْلٌ مَنْ كَانَ قَبْلُكُمْ مَقْلٌ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ أَجْرًا فَقَالَ مَنْ يَعْمَلُ مِنَ الْفَجْرِ إِلَى الظُّهْرِ بِقِيَارِطٍ فَعَيْلَتُ الْيَهُودِ ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ مِنَ الظُّهْرِ إِلَى الْعَصْرِ بِقِيَارِطٍ فَعَيْلَتُ النَّصَارَى ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ مِنَ الْعَصْرِ إِلَى الْمَغْرِبِ بِقِيَارِطٍ فَعَيْلَتُ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَقَالُوا: بَلَى قَالَ: فَذَلِكَ عَمَلًا وَقَالَ أَجْرًا فَقَالَ اللَّهُ وَهَلْ تَقْضِيهِكُمْ مِنْ أَجْرِكُمْ شَيْئًا قَالُوا: بَلَى قَالَ: فَذَلِكَ قَضَى أَوْثَنِيهِمْ مَنْ أَشَاءَ فَكُنْتُمْ أَقْلٌ عَمَلًا وَأَكْثَرُ أَجْرًا (بخاری، انوار محمدیہ، صفحہ 389)

ترجمہ: بے شک تمہاری اور تم سے پہلوں کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس نے بہت سے مزدور مزدوری پر لیے اور کہا کہ جو فجر سے ظہر تک کام کرے گا اسے قیاریط ملے گا، یہودیوں نے عمل کیا، پھر کہا کہ جو ظہر سے عصر تک کام کرے گا اسے قیاریط ملے گا، نصرانیوں نے کام کیا، پھر فرمایا کہ جو عصر سے مغرب تک کام کرے گا اسے دو قیاریط ملیں گے، یہود اور نصرانی ناراض ہوئے اور کہنے لگے کہ کام ہمارا زائد اور مزدوری کم، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا میں نے تمہاری مزدوری کم کی ہے؟ انھوں نے کہا کہ نہیں، فرمایا کہ یہ میرا فضل ہے جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں۔ پس اے مسلمانو! تم کام تمہوڑا کرتے ہو اور ہجرت زیادہ لیتے ہو۔

علما نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ زمانے سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا

زمانہ ہے، اسی طرح شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں:

یعنی گفتہ اند کہ مراد از عصر پیغمبر است صلی اللہ علیہ وسلم کہ بسبب بعثت ادبازار و سوز و زاریاں گرم شد بر کہ اطاعت ایشان نمودن سوز دے حاصل کرد تا ابد لا یابد باقیست و ہر کہ تا فرمائی او کرد زبانی بدست بدست آمد و در کہ نہایت تدارد۔ پس آن عصر بسبب کثرت انوار الہی و فیضان علوم لاقتضای و نزدیک کردن در آن و آمدن زیدان گنہگار راں عظیم دارد کہ از ابتداء آدم تا ایندم روز پنج روزگارے عشر شیر آن بوجود نیامد و نخواہد آمد۔ و انعم ما قیل:۔

خوشا عہدے کہ مردم آدم بے سایہ را دیدند  
غریب است این زمان گر سایہ آدم شود پیدا

(تفسیر عزیزی عم صفحہ: 275)

ترجمہ: بعض علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ عصر سے مراد زمانہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ آپ کی بعثت کے سبب نفع و نقصان کا بازار گرم ہو گیا۔ جس نے آپ کی اطاعت کی ایسا نفع پایا کہ ہمیشہ ہمیشہ باقی ہے اور جس نے نافرمانی کی اس نے ایسا نقصان پایا کہ اس کی انتہا کوئی نہیں، تو وہ زمانہ بسبب کثرت انوار الہی اور غیر متناہی علوم کے فیضان سے اور دوسروں کو نزدیک کرنا اور گنہگاروں کو بخشا ایسا بڑا شان رکھتا ہے کہ ابتداء آدم علیہ السلام سے لے کر کسی زمانے میں بھی اس کا عشر شیر بھی وجود میں نہیں آیا اور نہ ہی آئے گا۔

## آپ کے شہر کی قسم

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الہی میں وہ عظمت و کرامت حاصل ہے کہ اللہ اس شہر کی قسم کھاتا ہے جس میں مصطفیٰ کے قدم لگے ہیں، کیوں کہ محاورہ ہے کہ شرف الکان بالکین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ، وَأَنْتَ جَلِّیْلٌ هَذَا الْبَلَدِ۔ یعنی میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی جس شہر میں آپ جلوہ افروز ہیں۔

حافظہ: اس شہر مقسم بہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ وہ مدینہ منورہ ہے۔ اکثر کا مذہب ہے کہ وہ مکہ معظمہ ہے۔ اللہ مکہ معظمہ کی قسم کھاتا ہے، مگر اس لیے نہیں کہ وہاں خانہ کعبہ

ہے یا سنی ہے یا مقام ابراہیم ہے یا میزاب رحمت ہے یا عرفات ہے، بلکہ اس لیے قسم کھاتا ہے کہ اس شہر کی گلیوں میں مصطفیٰ کے قدموں کے تلوے لگے ہیں، اس لیے قسم اٹھائی گئی، اور یہی وہ چیز ہے جو امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتے ہیں:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ وَأَيُّهَا رَسُولَ اللَّهِ! تَجْتَنُّ رَسِيدَهُ اسْتَفْضَيْتَ تَوْزِدُ خُدا بِمَرْتَبِهِ خُدا کہ سو گند خُدا اللہ تعالیٰ بحیات تو نہ بحیات سائر انبیاء علیہم السلام ورسیدہ است فضیلت تو نزد خُدا تعالیٰ بحدیکہ سو گند خود و بخاک پائے تو و گفت لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ۔

(مدارج النبوة، جلد اول، صفحہ: 83)

ترجمہ: میرے ماں باپ حضور پر قربان، بے شک حضور کی بزرگی اللہ کے نزدیک اس حد کو پہنچی ہے کہ حضور کی زندگی کی قسم کھائی، نہ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اور بے شک حضور کی فضیلت اللہ کے یہاں اس نہایت کی ظہری کہ حضور کی خاک پاکی قسم کھائی کہ وہ خود فرماتا ہے مجھے اس شہر کی قسم ہے۔

## حضور کے چہرہ اقدس کی قسم

کمال ہے کہ رب العالمین اپنے محبوب کے چہرے اور زلفوں کی قسم کھاتا ہے۔

قرآن پاک ارشاد فرماتا ہے:

وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ (پارہ: 30)

ترجمہ: قسم ہے چہرہ صیب کی اور اُن زلفوں کی جب وہ چہرے پر چھا جاتی ہیں۔

حافظہ: اگر چہ غنی اور لیل سے مراد مفسرین نے مختلف لیے ہیں، مگر عشاق کے یہاں ضحیٰ سے چہرہ اقدس مراد ہے اور لیل سے مراد آپ کے سیاہ گیسو ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں: بعض گویند کہ مراد از ضحیٰ روئے پیغمبر است صلی اللہ علیہ وسلم و از لیل موئے او کہ در سیاہی بچوں شب است۔ (تفسیر عزیزی صفحہ: 217)

ترجمہ: بعض علما فرماتے ہیں کہ ضحیٰ سے چہرہ مصطفیٰ مراد ہے اور لیل سے مراد آپ کے گیسو

ہیں جو رات کی طرح سیاہ تھے۔

## حضور کی کتاب کی قسم

اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب کی قسم کھاتے ہوئے فرماتا ہے:

يَسْ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ (سورہ یسین، آیت: ۱ تا ۳)

ترجمہ: حکمت والے قرآن کی قسم! ابے شک تم رسولوں میں سے ہو۔

دیکھو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب ہے قسم کھائی ہے۔ کلمہ یسین تشابہات سے ہے، اس لیے اس کے صحیح معنی تو رب ہی جانتا ہے یا اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم، مگر بعض علما نے اس کی کچھ تاویلیں بیان فرمائی ہیں:

۱۔ سرکار مدینہ کا اسم گرامی ہو جیسا کہ روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں میرے بارہ نام ہیں، ان میں سے طہ اور یسین کا ذکر فرمایا۔ اس صورت میں حرف نون محذوف ہوگا تو تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کہ اے یسین! یعنی اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یسین سے مراد یاسید ہے، اب اس کا معنی ہوگا کہ اے سردار!

۳۔ بعض نے کہا کہ یسین کا معنی یا زجل ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کا معنی یا انسان ہے۔ بہر تقدیر مراد اس سے ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، پھر یا تو آپ کو ندا ہے یا آپ کے ساتھ قسم ہے تو دو قسمیں ہو جائیں گی: ایک آپ کے نام کے ساتھ اور ایک آپ کی کتاب کے ساتھ۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: ۸۳، شفا، جلد اول، صفحہ: ۲۰)

حاصل مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنے محبوب کی رسالت کی قسم کھائی۔ حالانکہ دیگر کسی نبی کی رسالت کی قسم اللہ تعالیٰ نے نہیں کھائی۔

حضرت نقاش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لَمْ يُقْسِمِ اللَّهُ تَعَالَى لَأَحَدٍ مِنْ أَدْنَاهُ بِأَلَيْسَ لِي فِي كِتَابِهِ إِلَّا اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (شفا، جلد اول، صفحہ: ۲۰)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی رسالت کے ساتھ اپنی کتاب میں قسم نہیں کھائی مگر میرے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی قسم کھائی۔

## حضور کے والد کی قسم

اللہ تعالیٰ نے سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کی بھی قسم کھائی ہے:

وَوَالِدٍ ذَا مَعْنٍ (پارہ: ۳۰) یعنی قسم ہے والد اور رسولوں کی۔

والد سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، تو آپ کے والد کی قسم کھائی گئی، یا والد سے مراد حضرت ابراہیم واسماعیل ہیں۔ سرکار مدینہ کے یہ بھی والد ہیں، اور مآ و لَد سے مراد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، گو یا اللہ تعالیٰ نے وَوَالِدٍ ذَا مَعْنٍ و لَد میں دو قسمیں کھائی ہیں: ایک آپ کے والد کے والد کی اور ایک آپ کی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) (شفا، جلد اول، صفحہ: ۲۱)

## حضور کے قلب کی قسم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَالْقَلْبِ إِذَا هَوَىٰ (پارہ: ۲۷)

مفسرین نے نجم کے بہت معانی بیان کیے ہیں مگر عشاق کے یہاں پسندیدہ معنی وہ ہے جو حضرت امام جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے کہ نجم سے مراد یا تو ذات مصطفیٰ ہے یا قلب مصطفیٰ، اگر ذات مراد ہے تو معنی یہ ہوگا کہ اس چمکتے ستارے محمد کی قسم! جب آپ معراج سے اترے، اگر قلب مصطفیٰ مراد ہو تو معنی یہ ہوگا کہ قلب مصطفیٰ کی قسم! جب انوار الہیہ سے منشرح ہوا۔

(شفا، جلد اول، صفحہ: ۲۱-۲۲؛ مدارج، جلد اول، صفحہ: ۸۴)

☆☆☆

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق فضیلت

حضور سب سے افضل ہیں

حضور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت پر ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ انبیائے سابقین کی بارگاہ میں کفار جب کوئی سخت کلامی اور بے ہودہ گوئی کرتے تو انبیاء حضرات خود ان کا قہر کو جواب دیتے، مثلاً: قوم نوح نے سیدنا نوح علیہ السلام سے کہا: **إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ** یعنی بے شک ہم تجھیں کھلا گمراہ دیکھتے ہیں۔

سیدنا نوح علیہ السلام نے جواب دیا: **يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ** اے میری قوم! مجھے گمراہی سے کچھ علاقہ نہیں، میں تو پروردگارِ عالم کی طرف سے رسول ہوں، اسی طرح قوم عاد نے سیدنا ہود علیہ السلام سے کہا: **إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ** یعنی ہم تجھیں حماقت میں خیال کرتے ہیں، اور ہمارے گمان میں تم جھوٹے ہو۔ اس کا جواب سیدنا ہود علیہ السلام نے دیا: **يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ** اے میری قوم! مجھ میں اصلاً سفاہت نہیں، میں تو رب العالمین کا پیغمبر ہوں۔ اہل مدین نے سیدنا شعیب علیہ السلام سے کہا: **إِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْ لَزَمَكَ لَرَجَعْنَاكَ وَمَا أَنتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ**

یعنی ہم تم کو اپنے میں کمزور دیکھتے ہیں اور اگر تمہارے ساتھ یہ چند آدمی نہ ہوتے تو ہم تجھیں پتھروں سے مارتے اور تم ہمارے نزدیک عزت والے نہیں۔

آپ نے جواب دیا: **يَا قَوْمِ أَذْهَبُ أَغْرَضْتُ عَلَيْكُمْ وَاللَّوْا تَغْلِبُوا وَآءُكُمْ ظَهَرَ قَاتَا**

یعنی اے میری قوم! میرے کہنے کے یہ محمد و لوگ تمہارے نزدیک اللہ سے زیادہ زور آور ہیں اور ان میں تم بالکل بھلا بیٹھے ہو۔

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: **إِنِّي لَأَظُنُّكَ بُرْهَانٌ مِّنْ مَّنْ سِوَايَ** یعنی اے موسیٰ! میرے گمان میں تم پر جادو ہوا ہے۔

آپ نے جواب دیا: **لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا آتَاكُمْ هَٰذَا لَا إِلَهَ إِلَّا رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ بَصَائِرٌ قَالِي لَأَظُنُّكَ يُفْعِلُ فَعْلَهُ مَثُورًا** تو خوب جانتا ہے کہ انھیں آسمان و زمین کے مالک ہی نے نازل کیا ہے، دلوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے اور میرے یقین میں اے فرعون! تو ہلاک ہونے والا ہے۔

## معرض کو رب العالمین کا جواب

سبحان اللہ! سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ نزالی ہے کہ جب کسی گستاخ نے آپ کی شان میں کوئی گستاخی کا کلمہ کہا تو خود رب العالمین نے اس کا منہ توڑ جواب دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ یہ وہ مرتبہ عظمیٰ ہے جس کی انتہا نہیں: **ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤَيِّدُ مَنِ إِشَاءَ وَهُوَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ** مثال کے طور پر کفار نے یحییٰ کو اس کا حضور (معاذ اللہ) مجنون ہیں اور کہا: **يَا أَيُّهَا الَّذِي يُدْعَىٰ عَلَيْهِ الذِّمَّةُ إِنَّكَ لَتَجُنُّونَ** اے وہ شخص جس پر قرآن نازل ہوا ہے شک تم مجنون ہو۔

چنانچہ حق تعالیٰ نے ان گستاخوں کو جواب دتے ہوئے فرمایا:

**ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ مَا أَنتَ بِمُعْجِزٍ مِّنْهُم مَّا أَنتَ بِمُعْجِزٍ مِّنْهُم مَّا أَنتَ بِمُعْجِزٍ مِّنْهُم** تو ان کے قلم اور لکھنے والے ملائکہ کی! آپ اپنے رب کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں اور بے شک آپ کے لیے بے حساب اجر ہے۔ بے شک آپ اعلیٰ اخلاق والے ہو، غریب آپ بھی دیکھیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ آپ میں سے کس کو جنون ہے۔

ایسے ہی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ دلوں تک وہی اترنے میں دیر لگی تو کافر کہنے لگے:

لَکَ: إِنَّ مَحْمَدًا وَدَعَا رَبَّهُ وَقَلَّمَ۔

یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور دشمن پکڑا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کفار کی اس بے ہودگی کا ایسا جواب دیا جس سے شانِ مصطفیٰ پرک گئی۔  
ارشاد باری ہے: وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ وَمَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ مَوْلَاكَ خَيْرٌ مِّنْ أَعْيُنِكَ مِنَ الْأَوْفَىٰ وَتَسْتَوِي بِغِطَّتِكَ رِجْلُكَ فَتَوَضَّعْ

ترجمہ: (اے محبوب) قسم ہے آپ کے روئے روشن کی اور قسم ہے آپ کی زلفوں کی جب چمکتے یہ رخساروں پر بکھر کر آئے۔ نہ تجھے آپ کے رب نے چھوڑا اور نہ دشمن بنایا۔ آخرت آپ کے لیے دنیا سے بہتر ہے۔ قریب ہے کہ آپ کو آپ کا رب اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔  
کفار نے گستاخی کی تھی کہ آپ رسول نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے خود اس کا جواب یوں دیا: نَاسُوا الْقُرْآنَ الْحَكِيمَ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ مجھے قسم ہے مکت والے قرآن کی! بے شک آپ رسول ہیں۔

عبداللہ ابن ابی ملعون نے یہ کلمہ ملعونہ کہا: لَوْنٌ وَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجَنَا الْأَعْرَابُ مِنْهَا الْأَخْلَ۔ کہ جب ہم مدینہ واپس ہوں گے تو عزت والا ذیل کو مدینہ سے نکال دے گا، تو اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: وَيَلِدُ الْعِزَّةَ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔  
یعنی عزت تو تمام اللہ و رسول اور مؤمنین ہی کے لیے ہے، مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

جب کفار نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: مَا لِهَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَتَكَلَّمُ فِي الْأَسْوَاقِ۔ یعنی یہ کیا رسول ہے کہ کھانا بھی کھاتا ہے اور بازار میں چلتا بھی ہے، تو خود اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنْهُمْ لِيَا كُلُّهُمْ فِي الطَّعَامِ وَهُمْ شُونَ فِي الْأَسْوَاقِ۔ نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے رسول مگر یہ کہ وہ سب کھانا کھاتے اور بازار میں آتے جاتے تھے۔ جب کفار نے کہا: لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ۔ اور ہم چاہیں تو ایسا کہہ سکتے ہیں کہ یہ نہیں ہے مگر پہلے لوگوں کے قصے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان بے دینوں کو جواب دیا: قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ اے حبیب ان سے فرمادیں کہ اگر تم سچے ہو تو ایک چھوٹی سی سورت کی مثل بنا کر لاؤ۔ نیز یہ بھی فرمایا: قُلْ لَّيْسَ اجْتِنَابُ الْحَيْثُ

وَالْإِنْسِ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ۔ آپ فرمادیں کہ اگر تمام جن اور انسان اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لائیں تو اس کی مثل نہ لائیں گے۔

جب کفار ناجبجانب نے حبیب خدا کو شاعری کا عیب لگایا تو خدا نے جواب دیا: وَمَا عَلَّمْنَاهُ الْبُيُوتَ وَمَا يُنْتَبِهُ لَإِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ۔ نہ ہم نے انھیں شعر سکھایا اور نہ وہ اس کے لائق تھا، وہ نہیں مگر نصیحت اور روشن بیان والا قرآن۔

عاصم بن وائل بد بخت نے جب صاحبزادہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر حضور کو برہنہ نسل پریدہ کہا تو خدا نے ذوالجلال نے جواب دیا: إِنَّا آعْظَمْنَاهُ الْكَوْثَرُ۔ بے شک ہم نے حصین خیر کثیر عطا فرمائی، یعنی اولاد سے نسل چلنے کو تمہاری بلندی ذکر سے کیا نسبت ہے جو لاکھوں صاحب اولاد گزرے جن کا نام تک بھی کوئی نہیں جانتا۔ اے محبوب! تمہاری ثنا کا ذکر تو قیام قیامت تک اکناف عالم و اطراف جہان میں بجے گا اور تمہارے نام نامی کا خطبہ ہمیشہ ہمیشہ تمام عالم میں مربوط ہوگا۔ اس کے علاوہ تمام مسلمان تمہارے بال بچے ہیں اور تم سامہر بان باپ ان کے لیے کوئی نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تمام عالم تمہاری معنوی اولاد ہے، اگر تم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوگا اور تمہارے ہی نور سے سب کی آفرینش ہے۔ اس لیے اے محبوب! اشتیاق کی زبان رازی سے ملول نہ ہو بلکہ فَصَّلْ لِرَبِّكَ وَالْحَمْدُ إِنَّ شَانَكَ هُوَ الْأَكْبَرُ۔ آپ اپنے رب کی نماز پڑھیں اور قربانی کریں، بے شک آپ کا دشمن ہی نسل پریدہ ہے۔

جن بیٹوں پر اسے ناز ہے، وہ یعنی عمرو و شام دونوں مسلمان ہو کر تمہارے دینی بیٹے ہو جائیں گے اور اس کے دشمن۔ اس جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی عظمت ہے جو ال ایمان کی نگاہ ایمانی سے پوشیدہ نہیں۔

جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قریبی رشتے داروں کو جمع فرما کر اسلام اور اپنی اطاعت کی طرف دعوت دی تو ایک شقی ازلی ابولہب بولا: تَبَّالَكَ سَائِرَ النَّبِيِّمْ لِهَذَا جَعَلْتَنَّا، یعنی ہلاکت ہو تیرے لیے کہ اسی لیے تو نے ہمیں جمع کیا ہے؟

یہ کلمہ ملعونہ ایسا تھا جس سے مسلمان جل گئے۔ اللہ تمہارے غضب میں آیا اور ناجبجانبوں کو جواب دیا: تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ سَيِّئُهُ لَأُطْلِقَنَّكَ

لہب، مؤامر، اُنہ خالۃ الخطب، فی جندیہا خیل، قن قسیدہ

ترجمہ: ٹوٹ گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے، وہ ہلاک ہوا، اور اس کے کچھ کام نہ آیا بل جو اس نے کمایا، اب داخل ہوگا بھرتی آگ میں اور اس کی عورت لکڑیوں کا گٹھاسر پر لیے اس کے گلے میں مونجھ کی ری ہے۔

مسلمانو! مقام غور ہے کہ جب اراکین سلطنت و عوائد مملکت سے باغیان سرکش بے ادبانه پیش آئیں اور بادشاہ ان سب کے جواب انھیں پر چھوڑ دے، مگر ایک سردار عالی وقار کی طرف سے مخالفوں کو خود جواب دے اور خود سے کچھ بولنے نہ دے تو کیا ہر کچھ دار اس معاملے کو دیکھ کر یہ یقین نہ کرے گا کہ بارگاہ سلطانی میں جو اس خاص امیر کا استرازا و اکرام ہے وہ کسی کا نہیں اور یہی امیر تمام امرا سے افضل ہے۔

مزید سنئے! جب زلیخانے سیدنا یوسف علیہ السلام پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے ایک دودھ پیتے بچے کے ذریعے حضرت یوسف علیہ السلام کو لوگوں کی بدگمانی سے نجات بخشی۔ اسی طرح جب یہود نے حضرت مریم پر بدگمانی کی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو ابھی چند روز کے تھے، ان سے گواہی دلا کر ان کو بدگمانی سے بچایا، مگر جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقوں نے بہتان باندھا تو رب تعالیٰ نے خود ان کی پاک دامنی کی گواہی دی اور سترہ آیتیں نازل فرمائیں، اگر چاہتا تو ایک درخت اور پتھر سے بھی گواہی دلواسکتا تھا مگر منظور یہ ہوا کہ محبوبہ محبوب کی طہارت و پاکی پر خود گواہی دیں اور ان کی عزت و امتیاز بڑھا لیں۔

☆☆☆

ستر ہواں وعظ: 5

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

### حضور کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے

حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بعینہ اللہ کی اطاعت اور حضور کی ہدایتی بعینہ رب کی نافرمانی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ۔ یعنی جس نے اطاعت کی رسول پاک کی اس نے اطاعت کی اللہ پاک کی۔  
**فائدہ:** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیا یہ فضیلت کم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مَنْ قَضَيْتَ لَكَ عِنْدَ اللَّهِ أَنْ جَعَلَ طَاعَتُكَ طَاعَةً فَقَالَ تَعَالَى وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (شفا، جلد اول، صفحہ: 12)

یعنی یا رسول اللہ! آپ کی فضیلت عند اللہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا، پس فرمایا: مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ۔

نیز فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيلَتِكَ عِنْدَهُ أَنَّ أَهْلَ النَّارِ يَكُونُونَ أَنْ يَكُونُوا أَطَاعُواكَ وَهُمْ يَكُونُونَ أَطَاعُوايَهَا يُعَذِّبُونَ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ (شفا، صفحہ: 28)

یعنی یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کی فضیلت اتنی ہے کہ دوزخی تمنا کریں گے کہ آپ کی اطاعت کرتے حالانکہ دوزخ کے طبقات میں معذب ہوں گے اور کہیں گے کہ کاش! ہم نے اللہ و رسول کی اطاعت کی ہوئی۔

ید مصطفیٰ ید اللہ ہے

بارگاہ الہی میں مصطفیٰ سر ایا رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بلند شان ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کے دست اقدس کو اپنا دست فرماتا ہے، جیسا کہ ارشاد فرماتا ہے: **إِنَّا الْإِنْفَنَ بِنَا يَعْزُونَكَ** میں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں، کیوں کہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں اپنے دست اقدس سے کفار پر نکرے پھینکے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنا پھینکا فرمایا۔ خود ارشاد بانی ہے: **وَمَا زَمْنِيَتْ إِذْ زَمْنِيَتْ وَلَكِنَّا اللَّهُ زَمْنِي**۔ اے محبوب! تم نے جو نکرے یاں پھینکیں وہ تم نے نہیں پھینکیں بلکہ خود اللہ نے پھینکیں۔

تمام خلق پر حضور شاہد ہیں

سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے میدان میں سب پر گواہ ہوں گے، مگر حضور پر کوئی شاہد نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَجُفْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا**۔ (پارہ 5، رکوع 3) یعنی ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔

اُمت مصطفیٰ بھی گواہ ہوگی

پھر لطف اور عزے کی بات یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام اور نیاز مند اُمتی بھی دوسری اُمتوں پر گواہ ہوں گے، مگر اس اُمت مرحومہ پر کوئی گواہ نہیں ہوگا۔ اللہ فرماتا ہے: **وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاهُ أَئْمَةً وَسَطًا لِّيَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا**۔ (سورہ بقرہ، آیت: 143)

اسی طرح کیا ہم نے تم کو بہترین اُمت تاکہ تم لوگوں پر گواہ، اور رسول تم پر گواہ۔  
فائدہ: میدان قیامت میں انبیائے کرام سے سوال ہوگا کہ تم نے تبلیغ کی یا نہیں؟ انبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام عرض کریں گے: مولیٰ! ہم نے کما حقہ تبلیغ کی ہے۔ اس پر کفار انکار کریں گے کہ ہم کو کوئی تبلیغ نہیں کی گئی ہے، تو سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم بطور گواہ پیش ہوں گے۔ آپ انبیاء علیہم السلام کی تصدیق فرمائیں گے اور کفار کی تکذیب اور آپ کی یہ گواہی بغیر کسی گواہ کے قبول ہوگی اور یہ ایک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی بزرگی ہے جو کسی دوسرے رسول کو حاصل نہیں۔ شفا شریف میں ہے: **وَهُی مِنْ خَصَائِصِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**۔ (جلد اول، صفحہ: 16) یعنی یہ گواہ بنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔

امام ابو الحسن رحمۃ اللہ علیہ اسی مقام پر فرماتے ہیں: **أَيُّهَا اللَّهُ تَعَالَى فَضَّلَ نَبِيَّتَنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَضَّلَ أُمَّتَهُ بِهَذَا**۔ (شفا، جلد اول، صفحہ: 16)  
ظاہر کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی کے فضل اور آپ کی اُمت کے فضل کو اس آیت سے۔

حضور دیگر انبیاء سے ممتاز ہیں

قرآن پاک کی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے رسول پاک کی شان ممتاز نظر آتی ہے۔ حضرت خلیل خود عرض کرتے ہیں: **وَلَا تَحْزَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ**۔ (پارہ 19، رکوع 9) یعنی مولیٰ مجھے رسوائہ نہ کرنا جس دن لوگ اٹھائے جائیں۔

مگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خود ارشاد فرمایا: **يَوْمَ لَا تَحْزَنِي اللَّهُ النَّبِيُّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ**۔ (پارہ 28، رکوع 20) یعنی جس دن خدا رسوائہ کرے گا اپنے نبی اور اس کے ساتھ والوں کو۔ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمنائے وصال نقل کرتے ہوئے فرمایا: **إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّي سَيِّدِي**۔ (پارہ 23، رکوع 7) یعنی بے شک میں جانے والا ہوں اپنے رب کی طرف اور وہ عنقریب مجھے راہ پر لائے گا، مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بلا کر مٹائے دولت کی خبر دی۔ **سَيُخَانُ الَّذِي أَشْرَى بِعَبْدِي**۔ (پارہ 15)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو سیرا کرائی۔  
پھر یہ کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہدایت کے خود آرزو مند ہیں، مگر حبیب خدا سے خود فرمایا: **وَيَهْدِيكَ جِرَاطًا مُسْتَقِيمًا**۔ (پارہ 26، رکوع 9)

ترجمہ: آپ کو سیدھے راہ کی ہدایت فرماتا ہے۔

حضرت خلیل کے لیے فرمایا کہ فرشتے ان کے معزز مہمان ہوئے: **وَهَلْ أَتَاكَ خَلِيلٌ**  
**ضَعِيفٌ لِّزَوَاجِهِخُ الْمَكْرُومِينَ**۔ مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا کہ فرشتے آپ کی  
 فوج کے سپاہی اور لشکر بنے: **وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَهُمْ نَزُّوا حُمُودٌ كُفُّوا عَنكَ أَلَا فِى قَوْلِكَ لَقَدْ**  
**مُسَوِّمِينَ**۔ حضرت کلیم کے متعلق فرمایا کہ انھوں نے اللہ کی رضا چاہی: **وَوَعَدْنَاكَ رَبِّ**  
**لِقَوْلِي**۔ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بتایا کہ اللہ نے خود ان کی رضا چاہی: **فَلَقَدْ وَصَّيْنَاكَ**  
**فَبِمَا نَرْضَاهَا** نیز فرمایا: **وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَاهَا**۔ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طور  
 پر کلام کیا اور اسے سب پر ظاہر فرمادیا: **أَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ إِنَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا**  
**أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي**۔ مگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمانوں کے اوپر کلام  
 فرمائی اور سب سے چھپائی: **فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ**۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق ارشاد  
 ہوا: **وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ**۔ خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ خدا کی راہ سے  
 بہکا دے، مگر اپنے حبیب کے بارے میں تقسیم فرمایا: **وَمَا يَنْبَغِي عَنِ الْهَوَىٰ**۔ **إِنْ هُوَ إِلَّا وَبَعِي**  
**يُوحَىٰ**۔ آپ کو کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو القا ہوتی ہے۔ نوح و ہود  
 علیہما الصلوٰۃ والسلام سے دعا نقل فرمائی: **رَبِّ أَنْصُرْنِي بِمَا كُنْتُ بَيْنَ يَدَيْهِ**۔ الہی امیری مدد فرما اس کے  
 مقابلے کہ انھوں نے مجھے جھٹلایا اور حبیب پاک سے خود ارشاد فرمایا: **وَيَنْصُرُكَ اللَّهُ نَهْوَ**  
**عَزِيزًا**۔ اللہ آپ کی زبردست مدد فرمائے گا۔ حضرات ہارون و کلیم اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لیے  
 فرمایا کہ انھوں نے فرعون کے پاس جانے سے اپنا خوف ظاہر کیا: **رَبَّنَا إِنَّا أَتَيْنَاكَ تَخَافُ أَنْ يُقْرَظَ**  
**عَلَيْنَا أَوْ أَنْ يُطْفِئَ**۔ اس پر حکم ہوا: **لَا تَخَافَا إِنِّي مَعَكُمَا أَسْفَعُ وَأَرْبَىٰ**۔ ڈرو نہیں کہ میں تمہارے  
 ساتھ ہوں، سنا اور دیکھتا ہوں، مگر اپنے حبیب پاک کو خود اپنی حفاظت کی خوشخبری دی: **وَاللَّهُ**  
**يَغْفِرُكَ مِنَ النَّاسِ**۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں فرمایا: **اے مریم کے بیٹے! کیا تو نے**  
**لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دوسرا بظہر الوہ**۔

معالم میں ہے کہ اس سوال پر خوف الہی سے حضرت روح الامین صلوٰۃ اللہ وسلام علیہ کا بند  
 بند کاپ اٹھے گا اور بال کی ہر جڑ سے خون کا فوارہ بہے گا۔ پھر جواب عرض کریں گے کہ جس کی

اللہ تعالیٰ تصدیق فرماتا ہے، مگر حبیب خدا نے جب غزوہ تبوک کا قصد فرمایا اور منافقوں نے  
 جھوٹے بہانے بنا کر جنگ پر نہ جانے کی اجازت لے لی، اس پر سوال تو حضور سے بھی ہوا، مگر  
 یہاں جو شان لطف و محبت ہے وہ قابل غور ہے۔ ارشاد فرمایا: **عَقَّا اللَّهُ عَنْكَ لِحَاقَ ذُنُوبِهِمْ**۔  
 یعنی اللہ آپ کو معاف فرمائے، آپ نے کیوں انھیں اجازت دے دی؟  
 سچان اللہ! سوال اور یہ محبت کا کلمہ: **يَسْئَلُكَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ** سے نقل فرمایا کہ انھوں نے  
 اپنی امتوں سے مدد طلب کی **فَلَمَّا أَحَسَّ عَيْنِي مِنْهُمْ الْكَفَرُ قَالَ: مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ**  
**قَالَ الْمَوَارِثُونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ**۔ مگر حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اللہ تعالیٰ نے انبیاء  
 و مرسلین کو حکم دیا کہ آپ کی مدد کرو۔ **لَتَوْفِّقُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ**۔ الغرض جو کسی محبوب کو ملا وہ سب  
 اور اس سے افضل والہی حبیب پاک کو ملا، مگر جو انھیں ملا وہ کسی کو نہ ملا:  
 حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری  
 آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلى اله واصحابه وبارك وسلم والحمد لله رب  
 العالمین

☆☆☆

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت

اس وعظ میں وہ حدیثیں یہاں کی جاتی ہیں جن سے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت باقی مخلوقات پر ثابت ہو جاتی ہے:

1- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونٍ بَنِي آدَمَ قُرُونًا فَخَيْرُهَا حَشَى كُنْتُ مِنَ الْقُرُونِ الَّتِي كُنْتُ مِنْهَا. (بخاری، مشکوٰۃ، صفحہ: 511)

یعنی میں بہترین طبقہ فرزندِ آدم سے قرناً بعد قرن بھیجا گیا ہوں، یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا جس سے میں تھا۔

**فائدہ:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ خیر قرون بنی آدم سے مبعوث ہوا ہوں۔ اس قرون بنی آدم سے مراد ہر وہ طبقہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا اس طبقے میں تھے اور ان کی پشت میں تھے۔ ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباے کرام اپنے اپنے زمانے میں سب سے بہتر تھے اور سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آبا سے افضل اور بہتر ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ آپ تمام بنی آدم سے بہتر اور افضل ہیں۔

**مصلحہ:** اس حدیث پاک میں خیر قرون کا کلمہ موجود ہے، یعنی طبقہ فرزندِ آدم، تو ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آبا و اجداد تو حید و اسلام پر تھے، اگر ان میں سے کوئی کفر و شرک پر ہوتے تو حضور، ان کو خیر نہ فرماتے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اما آباے کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ہم ایشاں از آدم تا عبد اللہ طاہر و مطہر انداز دس کفر و جس شرک چنان کہ فرمود بیرون آمدہ آدم از اصلاب طاہرہ بارحام طاہرہ۔ و حاشا لہ کہ

اس نور پاک را در جائے ظلماتی پایید بہ بندہ در عرصات آخرت بہ تغذیب و تحقیر آبا و اجداد بخیر و بخیر دل گردانند۔ (اشعۃ اللمعات، جلد رابع، صفحہ: 466)

یعنی سرکار کے تمام آبا و اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ تک کفر کی حمد کی اور شرک کی نجاست سے پاک و صاف ہیں، جیسا کہ سرکار نے خود فرمایا ہے کہ میں پاک پشتوں اور پاک رجھوں سے باہر آیا ہوں۔ اس لیے ایسا ہرگز نہیں ہو سکا کہ یہ نور پاک و پلید جگہ رکھا جائے اور قیامت کے میدان میں آپ کے آبا کی تحقیر و تغذیب سے آپ کو رسوا کیا جائے۔

2- حضرت عباس نے کفار سے کوئی بے ادبی کی بات سنی اور خشم ناک ہو کر سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سرکارِ مدینہ ممبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اپنی فضیلت کا اظہار ان مبارک الفاظ میں فرمایا: اَنَا مَعْلُومٌ لِّكَ اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ: اَنَا مَعْلُومٌ لِّكَ عِنْدَ اللّٰهِ عِنْدَ الْمُطْلَبِ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِيْ خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرَقَتَيْنِ فَجَعَلَنِي فِيْ خَيْرِهِمْ فِرَقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِي فِيْ خَيْرِهِمْ قَبِيلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بَنُوْا ثُمَّ جَعَلَنِي فِيْ خَيْرِهِمْ بَنِيًّا اَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَنِيًّا. (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ: 512)

ترجمہ: میں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا کہ آپ رسول اللہ ہیں، فرمایا کہ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ بے شک اللہ نے مخلوق پیدا کی تو مجھے بہترین مخلوق میں رکھا، پھر ان کے دو گروہ کیے تو مجھے بہترین گروہ میں رکھا، پھر ان کے دو قبیلے بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا، پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے بہترین خاندان میں رکھا، اس لیے میں تمام مخلوق سے خود بھی بہتر ہوں اور میرا خاندان ان بھی سب خاندانوں سے بہتر ہے۔

3- حضرت ابوسعید فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنَا سَيِّدٌ وَلِيَّ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا تَحْزَنُ وَبَيِّدِيْ لِيْوَ اِذَا اُتِيتُ وَلَا تَحْزَنُ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ يَوْمَئِذٍ اَخْفَرُ مِنْ سَيِّدَاكَ (الْاُفْحَتِ لِيْوَ اِيَّيْ وَ اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَلَسَّسَتْ عَنْهُ الْاَرْضُ وَلَا تَحْزَنُ). (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ: 513)

ترجمہ: میں قیامت میں فرزندِ آدم کا سرور ہوں اور یہ بات بطور فخر نہیں کہتا بلکہ از بہت شکر و حمد یہ نعمت کہتا ہوں۔ میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور یہ بھی میں فخر سے نہیں کہتا بلکہ اس دن بنی آدم اور ان کے سوا مخلوق بھی میرے زیرِ لوا ہوں گے اور ان میں پہلا ہوں گا جس

کی قبر شق ہوگی اور یہ بھی میرے کچھ فخر کی بات نہیں ہے۔

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ میں قیامت میں اولاد آدم کا سردار ہوں۔ قیامت کی تخصیص سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ اس دنیا میں سردار نہیں بلکہ آپ دنیا اور آخرت ہر دو جگہ سردار ہیں۔ تخصیص محض اس لیے ہے کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیادت اور بہتری کا ظہور قیامت کے دن خوب ہوگا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: تخصیص ذکر روز قیامت بہ جهت ظہور آثار و انوار سیادت و بہتری است در آں والاوی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سیدست و متصف ب سیادت است چہ دنیا و چہ در آخرت۔ (اشعۃ المصباح، جلد رابع، صفحہ: 475)

ترجمہ: اگر کوئی یہ کہے کہ اس حدیث سے حضور کی فضیلت اولاد آدم پر ثابت ہوئی اور آدم علیہ السلام پر ثابت نہ ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ولد آدم سے مراد عرف میں نوع انسان ہے کہ آدم علیہ السلام بھی اس میں داخل ہیں، اسی لیے روایت میں ہے: اَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں، اس سے ثابت ہوا کہ آپ یقیناً آدم علیہ السلام سے بھی افضل ہیں۔

4- حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسَبْتِ أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمَةِ وَنُصِرْتُ بِالرُّغْبِ وَأُجِّلْتُ فِي الْعَنَائَةِ وَجُعِلَتْ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخَيَّرْتُ فِي التَّيْبُوتِ۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 512)

یعنی مجھے انبیاء پر چھ باتوں سے فضیلت دی گئی، مجھے جامع کلمات دیے گئے، رعب کے ساتھ میری مدد دی گئی، میرے لیے غیبتوں کو حلال کیا گیا، میرے لیے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی، مجھے ساری مخلوق کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر سلسلہ نبوت کو ختم کیا گیا۔

5- حضرت انس کا بیان ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنِّي بَلَّغْتُ الْجَنَّةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاسْتَفْتَيْتُ فَيَقُولُ الْخَازِنُ مَنْ أَنْتَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ، فَيَقُولُ: بِكَ أَمْرٌ أَنْ لَا أَفْتَحَ إِلَّا بِحَدِّ قَبْلِكَ۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 511)

یعنی میں قیامت کے دن جنت کے دروازے پر آؤں گا اور کھلوں گا، داروغہ عرض کرے گا کہ آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ وہ کہے گا کہ آپ ہی کے لیے مجھے دروازہ کھولنے کا حکم دیا گیا اور آپ سے پہلے کسی کے لیے نہیں۔

6- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ دو جہان کے بادشاہ نے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمَةِ وَنُصِرْتُ بِالرُّغْبِ وَتَيَّمَنَّا أَنَا وَأَنْبِيَائُنَا أَوْ تَيَّمَنَّا أَوْ تَيَّمَنَّا مَعَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ: 512)

یعنی مجھے جامع کلمات کے ساتھ بھیجا گیا ہے، میری مدد رعب کے ساتھ کی گئی ہے، اس سچ خواب میں دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور وہ کنجیاں میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ خزانوں کی چابیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس میں ہیں۔ ارشاد ہے: إِنِّي قَدْ أُعْطِيتُ مَفَاتِيحَ خَزَائِنِ الْأَرْضِ۔ (مشکوٰۃ، صفحہ: 547) اس حدیث کو شیخ بخاری و مسلم دونوں نے تخریج کی ہے، پھر بھی کوئی انکار کرے تو اس کی ابتدا بدقسمتی ہے۔

7- حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ سید اکمل صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طویل حدیث میں

فرمایا: اَنَا أَوَّلُ مَنْ يُخْرَجُ خَلْقُ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللَّهُ لِي فِيهِ جُلُوسًا وَمَعِيَ فَقَرَاءَةُ الْقُرْآنِ وَتَيَّمَنَّا أَنَا وَأَنْبِيَائُنَا أَوْ تَيَّمَنَّا مَعَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ: 514)

یعنی میں سب سے پہلے دروازہ جنت کی زنجیر ہلاؤں گا، اللہ تعالیٰ میرے لیے دروازہ کھولے گا اور مجھے اس میں داخل کرے گا۔ میرے ہمراہ قرآن و تہنیں بھی ہوں گے اور عند اللہ میں سب اولین و آخرین سے زیادہ عزت والا ہوں گا اور یہ تمام باتیں میرے لیے قابل فخر نہیں۔

8- حضرت ابی بن کعب راوی ہیں کہ امام المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنَا كُنْتُ رَأْسَ رَأْسِ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَتُهُمْ وَصَاحِبُ شَفَاعَتِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ (مشکوٰۃ، صفحہ: 514)

یعنی جب قیامت کا دن ہوگا میں تمام نبیوں کا پیشوا ہوں گا اور ان کا خطیب اور ان کے درمیان سفارش کرنے والا، اور یہ میرے لیے کوئی فخر کی بات نہیں۔

فائدہ: اس حدیث پاک واضح ہوتا ہے کہ آپ کی امامت و سیادت انبیاء پروردگار مقرر ہو کر پہلی مرتبہ ثابت ہے۔

9۔ حضرت ابو ہریرہ راوی ہیں کہ سید الانس والجان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
قَالَتُنِي حُلَّةٌ مِنْ حُلَّةِ الْجَنَّةِ، ثُمَّ أَقُولُ: عَنْ يَحْيَى بْنِ الْعَرُوشِ لَيْسَ أَحَدٌ مِنْ الْخَلَائِقِ  
يَقْوَمُ ذَلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِي. (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ: 514)

یعنی مجھے جنت کے جوڑوں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا، پھر میں عرش کے دائیں طرف  
کھڑا ہوں گا۔ میرے سوا خلق میں سے کسی کو یہ مقام حاصل نہیں کہ وہ اس مقام پر کھڑا ہو۔

فائدہ: ثابت ہوا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جنت کا جوڑا جسے پہنایا جائے گا اور دایا  
بنایا جائے گا وہ اللہ کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

10۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوجًا إِذَا بُعِثُوا وَأَنَا قَائِدُهُمْ إِذَا وَقَدُوا وَأَنَا خَطِيبُهُمْ إِذَا أَتَوْا  
وَأَنَا مُسْتَشْفِعُهُمْ إِذَا حُيِسُوا وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أُنْصُوا الْكَرَامَةُ وَالْمَقَابِلُ يَوْمَئِذٍ

بَيْنِي وَأَنَا أَكْرَمُ وَلِيَا أَمَقَ عَلَى رَبِّي يَخْلُوفُ عَلَى أَلْفِ خَادِمٍ كَأَنَّهُمْ يَنْتَضِعُونَ لَوَلِيِّهِ  
مَشْهُورٌ. (ترمذی، دارمی، مشکوٰۃ، صفحہ: 514)

یعنی میں سب لوگوں سے پہلے نکلنے والا ہوں جب وہ قبر سے اٹھائے جائیں گے، میں ان کا  
پیشوا ہوں گا جب وہ اللہ کی بارگاہ میں آئیں گے، میں ان کا خطیب ہوں گا جب وہ غامض  
ہوں گے، میں شفاعت کروں گا جب وہ روکے گئے ہوں گے، میں ان کو خوشخبری سنانے والا

ہوں گا جب وہ ناامید ہوں گے، بزرگی اور چابیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی اور میں بارگاہ الہی  
میں اولاد آدم سے زیادہ معزز ہوں اور میرے ارد گرد ہزاروں خادم ہوں گے جو پوشیدہ اندازے کی

طرح ہو گے یا موتی کی طرح۔

فائدہ: حضور کا ارشاد ہے کہ اس دن کنجیاں میرے دست اقدس میں ہوں گی اور کنجیوں  
سے مراد جنت کی کنجیاں ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، جلد رابع، صفحہ: 477)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا جَنُودُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: قَلْبُكَ مَسَارِقُ الْأَرْضِ وَمَقَارِبُهَا فَلَمْ أَرْ جُلَا  
أَنْفَلَكَ مِنْ مُنْعَبِدٍ وَلَمْ أَرْتَبًا أَفْضَلَ مِنْ نَبِيٍّ هَاشِمٍ. (شفا، جلد اول، صفحہ: 99)

یعنی میرے پاس حضرت جبرئیل حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے مشرق و مغرب سب  
کراٹ کر دیکھا، کسی کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا اور نہ خاندان نبی ہاشم  
سے بہتر دیکھا کوئی خاندان۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سردار کائنات نحمدہ و نصلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:  
أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (شفا، جلد اول، صفحہ: 128)

یعنی میں قیامت کے دن سب کا سردار ہوں گا۔

ایک حدیث میں ہے: أَمَّا تَرَضُّونَ أَنْ تَكُونُوا إِبْرَاهِيمَ وَعِيسَى وَنُوحًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
لَمْ يَقَالَ: إِنَّهُمْ فِي أَفْجَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (شفا، جلد اول، صفحہ: 128)

یعنی کیا تم اس بات سے راضی نہیں کہ ابراہیم و عیسیٰ و نوح قیامت تم میں ہوں، پھر فرمایا کہ وہ  
دنوں قیامت کے دن میری امت میں ہوں گے۔

الحاصل: غرض کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص اور فضائل کا شمار  
کرنا ناممکن ہے۔ جس مصنف نے جو لکھا جتنا لکھا وہ آپ کے فضائل کے دفاتر کا ایک نکتہ بھی نہیں

ہو سکتا اور سمندر نا پیدا کنار کا ایک قطرہ بھی نہیں بن سکتا۔ اسی لیے علامہ بو صیری رحمۃ اللہ علیہ  
فرماتے ہیں:

فَإِنْ فَضَّلَ رَسُولُ اللَّهِ لَيْسَ لَهُ حَدٌّ فَيَغْرُبُ عَنْهُ نَاطِقٌ بِقَمَرٍ  
یعنی اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل کی کوئی حد نہیں، تاکہ بولنے والا اس کو

اپنا زبان سے بیان کر سکے۔

اللہ نے سچ فرمایا

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں سچ فرمایا: قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِثْلًا لِكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفِدَ  
الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِثَّتِ جَمِيعُ مَدَنٍ. (سورہ کہف، آیت: 109)

یعنی آپ فرمادیں کہ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور ختم ہو جائے گا سمندر اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی، اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔

**فائدہ:** مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے کلمات لکھے جائیں اور ان کے لیے تمام سمندروں کا پانی سیاہی بنا دیا جائے اور تمام خلق لکھے تو وہ کلمات ختم نہ ہوں اور اتنا ہی اور بھی ختم ہو جائے۔ کلمات سے مراد محققین کے نزدیک وہ فضائل و کمالات و حقائق معارف ہیں جو اللہ رب العزت نے اپنے حبیب پاک کو عطا فرمائے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مراد بایں کلمات نزد اہل تحقیق فضائل و کمالات و حقائق و معارف است کہ حضرت ذوالجلال والا کرام بر خاصگان درگاہ خود از انبیا و اصفیا، خصوصاً بر سید انبیا سند اصفیا، فاضلہ نمودہ والا آخر صفت حق و شیون ذات مطلق است۔ منزہ و مقدس است کہ بایں تمثیل و محطیر نمایند۔

(مدارج النبوة، جلد اول، صفحہ: 94)

**سوال:** علمائے حق نے قرآن و حدیث اور بزرگان دین سے یہ مسئلہ ثابت کر دیا کہ ہر کار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام خلق خدا سے افضل اور بزرگ ہیں۔ بعض کم فہم اور کج ذہن اور کم عقل و کم علم کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام پر بزرگی دینی ہی ناجائز ہے، کیوں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ ارشاد ہے:

لَا أَقُولُ إِنَّ أَحَدًا أَفْضَلُ مِنِّي يُونُسَ بْنِ مَتَّى وَفِي رِوَايَةٍ أَنِّي سَمِعْتُهُ قَالَ: لَا تَجْهَرُوا بِالْأَنْبِيَاءِ مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ أَنِّي سَمِعْتُهُ قَالَ: لَا تَفْضَلُوا الْبَنِينَ الْبَنِيَاءَ اللَّهُ - (مشکوٰۃ، صفحہ: 507)

یعنی میں نہیں کہتا کہ کوئی یونس علیہ السلام سے افضل ہو۔ حضرت ابوسعید کی روایت میں ہے کہ پیغمبروں کے درمیان بزرگی دینے کا طریقہ نہ اپناؤ، حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے کہ انبیا کو آپس میں ایک دوسرے پر بزرگی نہ دو۔

مَا يَنْبَغِي لِعَبْدٍ أَنْ يَقُولَ إِنِّي خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى - مُتَّفِقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ لِبُعَاثِ قَالَ: مَنْ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْ يُونُسَ بْنِ مَتَّى فَقَدْ كَذَبَ - (مشکوٰۃ، صفحہ: 507)

یعنی کسی بندے کے لیے مناسب نہیں وہ یہ کہے کہ میں بہتر ہوں۔ بخاری میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو یہ کہے کہ میں یونس سے بہتر ہوں بے شک اس نے

جوت کہا۔ نیز فرمایا: لَا تَجْهَرُوا عَلَى مُؤَنَسِي - (مشکوٰۃ، صفحہ: 507)

یہ فضیلت دو مجھے موسیٰ پر (علیہ السلام) ان کم علموں نے کہا کہ دیکھ لو ان حدیثوں میں وضاحت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی وغیرہ پر فضیلت نہیں، برابر ہیں۔ نیز قرآن پاک میں ارشاد ہے: لَا تَفْرُقْ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ هَمَّ ان میں سے یعنی پیغمبروں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ اس سے بھی ثابت ہوا کہ انبیا علیہم السلام سب برابر ہیں۔ ان میں سے کسی کو فضیلت دینی ناجائز ہے۔

**تیت کا جواب:** معترض نے اس آیت کا مطلب نہیں سمجھا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم کسی پیغمبر میں تفریق ایمان میں نہیں کرتے کہ بعض انبیا پر ایمان لائیں اور بعض کے ساتھ نہ لائیں، ارشاد باری ہے: إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ - (سورہ نساء، آیت: 150)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔

اس میں الفاظ قرآن کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ کسی پیغمبر کو دوسرے پیغمبر پر فضیلت نہ دو، کیوں کہ فضیلت کا مسئلہ خود نص قرآن سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے:

وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ - (سورہ بنی اسرائیل، آیت: 55)

یعنی ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ - (سورہ بنی اسرائیل، آیت: 55)

یعنی ہم نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی۔ انکا صریح آیات میں فضیلت کا مسئلہ صریح ہے اور اس کا انکار صرف جاہل یا معاند منصب ہی کر سکتا ہے ورنہ انکا فضیلت کی کوئی گنجائش نہیں۔

**حدیث پاک کا جواب:** جب آیات بینات اور احادیث کثیرہ سے انفضلیت حبیب فاضل صلی اللہ علیہ وسلم ثابت ہے، لہذا معترض کی پیش کردہ حدیث قابل تاویل ہوگی، ورنہ نصوص

قرآنی و کثیر حدیثوں کا انکار لازم آئے گا جو موجب کفر ہے۔ اہل تحقیق نے ان جیسی حدیثوں کی مختلف تاویلیں بیان فرمائی ہیں جو یہاں پیش کی جاتی ہیں:

- 1- تفصیل سے نفی اس وقت تھی جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ وحی نہیں آئی تھی کہ آپ سید الانبیاء اور افضل البشر اور سید اولاد آدم ہیں۔ جب وحی آگئی کہ آپ افضل الملوک و انبیا علی کا حکم اٹھ جائے گا۔ (شفاء، جلد اول، صفحہ: 142، مدارج النبوة، جلد اول، صفحہ: 101)
- 2- جہاں فضیلت سے منع کیا گیا اس فضیلت سے منع کیا گیا جس سے کسی نبی کی تفصیل شان اور اہانت لازم آئے مگر اہل سنت سید و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باقی انبیاء پر فضیلت بیان کرتے ہیں جو قرآن وحدیث میں وارد ہے۔ (شفاء، جلد اول، صفحہ: 143، مدارج النبوة، صفحہ: 101)
- 3- سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ مجھے موسیٰ علیہ السلام پر یا یونس علیہ السلام پر فضیلت نہ دو۔ یہ آپ نے بطور تواضع فرمایا اور اپنی ذات سے تکبر اور عجب کی نفی کی۔

(شفا، صفحہ: 142، مدارج النبوة، صفحہ: 101)

(اشعة السمعات، جلد رابع، صفحہ: 44S)

امام بوسری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے:

كُلُّ آيَةٍ إِلَى الرَّسُولِ الْكِتَابُ يَهْدِي  
ترجمہ: ہر نشانی و معجزہ جو رسول لائے ہیں وہ آپ کے نور پاک سے متصل ہیں۔

فَإِنَّكَ شَفِئْتُ فَضْلَ هَؤُلَاءِ كَمَا كُنْهَآ  
ترجمہ: آپ فضل و عظمت کے سورج ہیں اور تمام بغیر آپ کے تارے ہیں، آپ نے لوگوں کے لیے اندھروں میں نور ظاہر کیا۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

یہ انبیاء مرسلین تارے ہیں تم مہر مبین  
سب جگہ گئے رات بھر چمکے جو تم کوئی نہیں

اب میں چند امور بطور مثال پیش کرتا ہوں، تاکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و امتیازی معلوم ہو جائے۔

### موسیٰ علیہ السلام کا عصا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا عطا فرمایا جو دشمن کے مقابلے میں سانپ بن جاتا تھا، اس میں ایک جامد چیز حیوان بن جاتی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکڑی کو ناطق بنایا۔ ستونِ حنا نہ مسجد اقدس میں صحابہ کے سامنے رو دیا جسے سب نے سنا، اگر وہاں عصا سانپ بنتا تھا تو یہاں لکڑیاں کلام کرنے والیاں بن جاتی ہیں، اس طرح اگر وہ عصا دشمن کے مقابلے میں ایک سانپ نظر آتا ہے تو پیارے رسول پاک کے دشمنوں کے لیے دوسانپ نظر آتے تھے، جیسا کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک روز ابو جہل لعین نے سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارنا چاہا تو آپ کی طرف دیکھا کہ اس کو دوسانپ نظر پڑے، جو حضور کے کندھوں کے پاس پہرہ دے رہے تھے۔ یہ دیکھتے ہی وہ اپنے قدم بھاگا۔ (مدارج النبیۃ، جلد اول، صفحہ: 113، انوار محمدیہ، صفحہ: 301)

### موسیٰ علیہ السلام کا ید بیضا

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا عطا فرمایا تھا جس کی روشنی میں آنکھیں چندھیا جاتی تھیں، مگر اس فضل و کرم والے رب نے اپنے حبیب پاک کو سر سے قدم تک سارا نور ہی نور بنا دیا تھا، جس سے ایمانداروں کی آنکھیں چندھیا جاتی تھیں اور آپ کو پورے طور پر نہیں دیکھ سکتی تھیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آنحضرت ہمام از سر تا قدم نور بود کہ دیدہ و در جمال با کمال و بے خیرہ می شد مثال ماہ آفتاب تاباں و روشن بود و اگر نہ نقاب بشریت پوشیدہ بودے چمکس را بجال نظر و ادراک حسن او ممکن نبودے۔ (مدارج النبیۃ، ج: ۱، ص: 137)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سر سے پاؤں تک سراپا نور تھے کہ دیکھنے والی آنکھیں چندھیاں جاتی تھیں۔ آفتاب و ماہتاب کے مثل روشن اور چمک دار تھے۔ اگر آپ بشریت کے لبادے میں نہ ہوتے تو کسی آنکھ کی مجال نہیں تھی کہ وہ آپ کو دیکھ سکے اور آپ کے حسن کا ادراک کر سکے۔

### آپ کا ہاتھ لگنے سے جگہ کا نورانی ہونا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نورانی تھے کہ جس چیز پر ہاتھ مبارک لگ جاتا وہ چیز بھی نورانی ہو جاتی۔ ایک دفعہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی طفیل بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کی تبلیغ کریں۔ اس صحابی نے نشانی کی درخواست کی تاکہ وہ اس کی قوم پر رحمت کا کام دے۔ آپ نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان اپنی انگلی مبارک رکھ دی تو اس جگہ سے نور پیدا ہو گیا، یعنی وہ جگہ منور ہو گئی۔ صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ لوگ سفید داغ خیال کریں گے۔ آپ نے وہ نور اس کے تازیانے میں منتقل کر دیا۔ تو وہ تازیانا نہ مہری رات میں چمکتا تھا، جس کی وجہ سے لوگوں نے اس کا نام ذوالنور رکھ دیا تھا۔

(مدارج النبیۃ، صفحہ: 137، شفاء، جلد اول، صفحہ: 216)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ نے عشا کی نماز سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی، رات ابرار آلود اور اندھیری تھی۔ آپ نے ان کو

ایک مجبور کی فہمی عطا کر کے فرمایا کہ اس کو ساتھ لے جاؤ، راستے میں دس گز تیرے آگے سے اور دس گز پیچھے سے روشنی کرے گی، جب تو گھر میں داخل ہوگا وہاں ایک سیاہ سانپ دیکھے گا، اس کو مار کر باہر پھینک دینا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 137، شفاء، جلد اول، صفحہ: 219) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر لکھتے ہیں:

اس احادیث اول دلیل اند بر نورانیت آنحضرت و سرایت نورانیت دسے بخدادمان درگاہ بماند عضاد تازیانہ چہ جائے ذوات و اعضائے ایشان۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 137) یعنی یہ حدیثیں اول نبی کریم کی نورانیت پر دل ہیں اور پھر خادمان نبی میں سرایت کسنے پر دل ہیں۔

آپ نے قنادہ کے چہرے پر ہاتھ پھیرا، جس سے چہرہ ایسا نورانی اور چمک دار ہو گیا کہ جیسا شیشہ میں جو چیز نظر آتی تھی وہ اس کے چہرے میں نظر آتی تھی۔ (شفاء، جلد اول، صفحہ: 120) موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ کے حکم سے اپنا عصا مار کر دریا کو بھاڑا تھا، مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی کے اشارے سے چاند کو چیر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کا تصرف زمین پر تھا اور باذن اللہ حبیب خدا کا تصرف آسمان پر تھا۔

### شب معراج دریا کا چیرنا

یہ بات ٹھیک ہے کہ موسیٰ علیہ السلام دریا کو چیر کر پار ہو گئے، مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج اس بڑے دریا کو چیر کر پار ہو گئے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے اور جس کے مقابلے زمین کے دریا ایک قطرہ ہیں۔ سبحان اللہ!

(مدارج، جلد اول، صفحہ: 128، انوار محمدیہ، صفحہ: 382) موسیٰ علیہ السلام پتھر سے پانی نکال دیتے تھے تو حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیوں سے پانی نکال دیتے تھے۔ پتھر سے تو پانی نکالا ہی کرتے ہیں مگر انگلی سے پانی نکال کر دکھا بہت بڑا کمال ہے۔ حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقام عطا فرمایا کہ بلا واسطہ اپنے رب سے کوہ طور پر کلام فرمائی، مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ بلند مقام عنایت ہوا کہ آپ نے آسمانوں کے

اوپر سدرة الستیٰ اور مستوی کے اوپر اپنے رب سے بلا واسطہ کلام فرمایا لیکن یہ فرق ضرور تھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے پس پردہ کلام فرمایا اور حبیب خدا نے بلا پردہ کلام فرمایا۔

### حسن یوسف و حسن مصطفیٰ صلوٰۃ اللہ علیہما

اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو جتنا حسن دیا اتنا اکیلے صرف یوسف علیہ السلام کو عطا فرمایا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو کل حسن اور سارا حسن عنایت فرمایا کہ اس میں کوئی بھی شریک نہیں، اگرچہ حسن یوسفی پر زمان مصر نے اپنی اپنی انگلیاں کاٹی تھیں مگر حسن محمدی پر عرب و عجم کے بہادروں نے اپنی اپنی جانیں قربان کر دیں۔

### زورِ داؤد اور زورِ مصطفیٰ صلوٰۃ اللہ علیہما

اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو وہ زور بازو عطا فرمایا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں لوہے جیسی سخت شے بھی موم ہو جاتی، مگر زور بازو نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم کہ آپ کے لیے سخت پتھر بھی نرم ہو جاتا، لوہا تو نرم ہوتا ہی رہتا ہے مگر پتھر کا نرم کرنا بہت بڑا کمال ہے۔

(مدارج النبوة، جلد اول، صفحہ: 139)

### کمال سلیمانی اور کمال محمدی صلوٰۃ اللہ علیہما

حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ کمال علی تھا کہ وہ پرندوں کی بولیاں جانتے تھے، مگر حضرت سید المرسلین کا علی کمال یہ ہے کہ آپ پرندوں کی بولیاں جانتے ہیں، جانوروں کی بولیاں جانتے ہیں اور پھر یہ بھی کمال ہے کہ آپ پتھروں کی بولیاں جانتے ہیں اور ان سے کلام کرتے ہیں۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ: 139، انوار محمدیہ، صفحہ: 303)

حضرت سلیمان کی سواری ہو تھی جو آپ کے تحت کواڑا کر جہاں چاہتی لے جاتی اور اتنی تیز رفتار کہ مہینوں کا سفر ایک دن میں طے ہو جاتا: غَدُوْهُنَّا شَهْرٌ وَرَوْحُهَا شَهْرٌ۔ مگر حبیب خدا کو برائی کی وہ سواری دی گئی جو اتنی تیز رفتار کہ جس نے ایک گھنٹے میں فرش سے لے کر عرش پہنچا دیا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 139، انوار محمدیہ، صفحہ: 304)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا کو مسخر اور تابع بنایا گیا تھا تا کہ وہ آپ کو زمین کے مختلف اطراف و جوانب میں لے جایا کرے، مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ساری زمین ہی لپیٹ کر سامنے پیش کر دی گئی، تاکہ اپنے مقام پر بیٹھے ہوئے تمام زمین کا ملاحظہ فرما لیں۔ کتنا عظیم فرق ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام خود زمین کی طرف سعی کرتے ہیں اور حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خود زمین سعی کرتی ہے۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ: 129، انوار محمدیہ، صفحہ: 30)

جنات حضرت سلیمان کے تابع تھے مگر مومن نہ تھے، لیکن حبیب خدا پر جنات بھی ایمان لائے۔ الحاصل حضرت سلیمان نے جنوں کو تابع بنایا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنوں کو مومن اور ایماندار بنایا۔ واہ واہ! کیا شان مصطفائی ہے۔ وَحُشِرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودُ الْيَاسْرِ وَالْإِنْسِ وَالْقَلْبِ فَهُمْ يُؤْخَذُونَ۔ (سورہ نمل، آیت: 17)

یعنی حضرت سلیمان کے لیے اس کے لشکر جنوں، آدمیوں اور پرندوں سے جمع کیے گئے۔ مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر جن نہیں بلکہ فرشتے آپ کے لشکر ہی ہوتے تھے جو جنوں سے کئی درجہ بہتر اور اعلیٰ ہوتے ہیں۔

### دست عیسیٰ اور دست مصطفیٰ صلوٰۃ اللہ علیہما

حضرت عیسیٰ کے دست پاک کی یہ برکت تھی کہ مادر زاد اندھوں کی آنکھوں پر ہاتھ پھیر دیتے تو اُس کی آنکھوں میں نور اور روشنی آجاتی، مگر دست حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت تھی کہ نکلی ہوئی آنکھوں کو دست مبارک سے اس کے مقام پر لگا دیا تو وہ پہلے سے زیادہ روشن ہو گئی۔ (مدارج النبوۃ، جلد اول، صفحہ: 140، انوار محمدیہ، صفحہ: 304)

آپ کا ہاتھ مبارک تو الگ رہا، بلکہ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات نایابانہ پڑھ لیتا تو بیٹا اور آنکھیں مل والا ہو جاتا۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اندھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے حق میں دعا فرما میں کہ اللہ تعالیٰ مجھے نور اور روشنی عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا: جاؤ وضو کر کے دو رکعت نماز

پڑھو، اس کے بعد یہ دعا پڑھنا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَ اَتُوْجِّہُ اِلَیْكَ بِرَبِّیْكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ بِاَسْمَائِیْ اَتُوْجِّہُ بِكَ اِنِّیْ رَدِّكَ اِنِّیْ یَكْشِفُ عَنْ بَصْرِیْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْنِیْ۔  
راوی کا بیان ہے کہ اندھا تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا تو اُس کی آنکھیں نورانی ہو چکی تھیں۔ (شفاء، جلد اول، صفحہ: 213)

### حضور کی پھونک سے اندھے کا شفا پانا

دست اقدس تو دست اقدس ہے، بلکہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھونک میں بھی اتنا اثر ہے کہ نابینا، بینا ہو جاتا ہے۔ حبیب بن لُحید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ان کے والد کی آنکھیں بالکل سفید ہو گئی تھیں اور ان سے کچھ نظر نہیں آتا تھا، حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پھونک مار دی تو ان کی آنکھیں اس قدر روشن ہو گئیں کہ میں نے ان کو دیکھا کہ وہ آٹھ سال کی عمر میں بھی سوئی میں تا گاڈال لیتے تھے۔ (شفاء، جلد اول، صفحہ: 213)

### برص کی بیماری سے شفا

حضرت عیسیٰ برص کے بیماروں پر اپنا ہاتھ پھیر کر باذن اللہ شفا دیتے تھے، مگر حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم برص کی بیماری کو لکڑی سے دور کر دیتے تھے۔ حضرت معاذ کی بیوی کو برص کی بیماری تھی، انھوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کی۔ نبی کریم کے دست اقدس میں ایک لکڑی موجود تھی، آپ نے وہی لکڑی برص والی جگہ پر پھیر دی تو برص کی بیماری اللہ کے حکم سے ہمیشہ کے لیے دور ہو گئی۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 140)

### مردوں کو زندہ کرنا

حضرت عیسیٰ اللہ کے اذن سے مردے زندہ فرماتے تھے، مگر حبیب خدا تو حبیب خدا ہیں، آپ کے ماننے والے اور مخلص مومنوں نے بھی مردے زندہ کیے ہیں، جیسا کہ حضرت غوث الثقلین پیر دگبیر سیدنا مولانا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے کئی مردے زندہ کیے۔ سرکار مدینہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی باذن اللہ متعدد مردوں کو زندہ فرمایا ہے۔

ایک بار آپ کی خدمت پاک میں ایک شخص آیا اور عرض کرنے لگا کہ اگر آپ میری لڑکی کو زندہ کر ڈالیں تو میں آپ پر ایمان لاؤں گا۔ یہ سن کر شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکی کی قبر پر یہ نفس نفیس تشریف لے گئے اور آواز دی: اے فلائی! تو قبر سے آواز آئی: لَتَشِيكَ وَسَعْدُكَ يَأْزُسُوْنَ اللّٰهُ۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 140؛ انوار محمدیہ، صفحہ: 305)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نو جوان انتقال کر گیا، اس کی ماں بوڑھی اور اندھی تھی، ہم نے اس کو کپڑے سے ڈھانک دیا اور اس کی ماں کے پاس ماتم پر ہی کی۔ وہ عورت بولی کہ میرا بیٹا مر گیا ہے۔ ہم نے کہا: ہاں! تو بوڑھی نے یوں دعا کی کہ مولیٰ! تو جانتا ہے کہ میں نے تیرے اور تیرے رسول کی طرف ہجرت کی اس امید پر کہ ہر مصیبت میں میری اعانت کرنا، مجھ پر یہ مصیبت نڈالنا، تھوڑی دیر گزری کہ میت نے اپنے چہرے سے کپڑا اٹھایا اور روئی کھائی اور ہم نے بھی کھائی۔ (شفا، جلد اول، صفحہ: 211)

## گھر کی چیزوں کی خبر دینا

حضرت عیسیٰ کا علمی کمال یہ تھا کہ لوگوں کو ان چیزوں کی خبر دیتے جو وہ کھا کرتے یا گھر میں چھوڑ کر آتے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے: اَنْتُمْ كُنْتُمْ يَتَنَاطَلُكُم مِّنْ تَحْتِ الْاَرْضِ وَمَا تَدْرِيوْنَ۔ (سورہ آل عمران) یعنی میں تم کو اس کی خبر دیتا ہوں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو زمینہ کرتے ہو۔

مگر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف گھر کی خبریں بتائیں بلکہ قیامت تک کے تمام حالات ایک ایک کر کے صحابہ کے سامنے بیان فرمادیے۔ حدیث پاک میں ہے:

عَنْ عُمَرَ قَالَ: فَبَيَّنَّا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ مَقَامًا قَاتِلًا خَبَرًا عَنْ بَدَنِ الْخَلْقِ حَتَّى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ حَفِظَ ذَلِكَ مَنْ حَفِظَهُ وَلَيْسَ مِنْ نَّبِيٍّ۔ (بخاری، مشکوٰۃ، صفحہ: 506)

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، یعنی خطبہ پڑھا اور ہم کو پیدائش کی ابتدا سے یہاں تک کی خبر دی کہ اہل جنت

اپنی منزل میں اور اہل دوزخ اپنی منزل میں داخل ہوں گے تو اس کو یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور اس کو بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔

فائدہ: سردار دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کو اول سے آخر تک کا سارا علم ہے، جیسا کہ حدیث پاک سے واضح ہوا۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: یعنی احوال مبداء و معاد از اول تا آخر ہمد بیان کرد۔ (اشعۃ المعانی، جلد رابع، صفحہ: 444)

یعنی از ابتدا تا انتہا تمام احوال بیان کر دیے۔

مسلمانو! دیکھ لو! اہل سنت کی یہ ایک بین دلیل ہے کہ ہمارے رسول معظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماکان و مایکون کا علم ہے۔ ایسی صریح حدیث سے بھی بدعتیہ انکار کریں تو ان کی اپنی بدعتی۔

☆☆☆

## حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عالم ہیں

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَحِيمٌ. (سورہ توبہ، آیت: 128)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے زیادہ چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔

فائدہ: ترجمہ سے واضح ہے کہ ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر شفیق اور رحم کرنے والے ہیں۔ ایک دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ. (سورہ انبیا)

ترجمہ: ہم نے تمہیں سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

حضرات! اللہ کریم کی صفت ایجاد تمام عالم کے ہر فرد کو شامل ہے، جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے: اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔ اللہ ہر شے کا خالق اور موجد ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت ہر ذرہ عالم کو محیط ہے۔ عالم میں سے کوئی ایسی شے نہیں ہے جس کا اللہ تعالیٰ رب نہ ہو۔ ارشاد خداوندی ہے: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ اگر اللہ کریم سارے جہان کا رب ہے، تو اس کا پیارا حبیب اسی جہان کے لیے رحمت ہیں۔ سارے جہان میں کوئی ایسی شے نہیں ہے جس کو رحمت مصطفیٰ سے حصہ نہ ملا ہو۔ رب تعالیٰ خود فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ یعنی ہمارا محبوب دو جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ عالم دنیا کے لیے رحمت اور عالم آخرت کے لیے بھی رحمت، اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

عالم حیات میں بھی رحمت اور حالت ممات میں بھی رحمت ہیں۔ خود سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تَحْيَا فِي الْحَيَاةِ وَتَحْيَا فِي الْمَمَاتِ وَتَحْيَا فِي الْقَبْرِ. (شفاء، جلد اول، صفحہ: 10)

یعنی میری حیات اور میری ممات تمہارے لیے بہتر ہے۔ یوں تو ہر نبی اپنی امت کے حق میں رحمت ہوتے ہیں، مگر اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں رحمت ہیں۔ علامہ بیہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ الْعَارِفِينَ الْأَنْبِيَاءُ خُلِقُوا كُلُّهُمْ مِنَ الرَّحْمَةِ وَتَبَيَّنَتْ لِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَيْنُ الرَّحْمَةِ. (الانوار محمدیہ، صفحہ: 371)

ترجمہ: بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ انبیاء کے سب رحمت سے پیدا کیے گئے ہیں، مگر ہمارے پیارے نبی میں رحمت ہیں۔

### حضور کا مومن کے لیے رحمت ہونا

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ہے کہ ہمارے آقا سرِ پا رحمت ہیں، مومن کے لیے بھی رحمت ہیں اور کافر کے لیے بھی۔

(شفاء، جلد اول، صفحہ: 10، مدارج، جلد اول، صفحہ: 80)

حضرت فاضل سرحدی نے فرمایا ہے کہ آپ انسانوں اور جنوں ہر ایک کے لیے رحمت ہیں۔ (شفاء، صفحہ: 10) یہ سب کچھ درست ہے مگر آپ کی رحمت جنوں و انسانوں اور مومنوں و کافروں میں منحصر نہیں بلکہ ہر شے کے لیے رحمت ہیں، خواہ مومن ہو خواہ کافر ہو، جن و انس ہوں، فرشتے ہوں، آسمان ہو، زمین ہو، غرض کہ تمام اجزائے عالم کے لیے آپ رحمت ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: بعضے علما در حصول بوجہ حضرت سید العالمین است صلی اللہ علیہ وسلم در اجزائے عالم۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 80)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود تمام اجزائے عالم کے لیے ہے۔

مومن کے لیے آپ کی رحمت یہ ہے کہ آپ کی وجہ سے اسے اسلام ملا، ہدایت ملی اور جنت ملے گی، ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل دوزخ کے قریب تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تَوَكَّلْ عَلَى شَفَاعَةِ حُفْرَةَ قَبْرِ النَّارِ فَإِنَّكَ لَكُنَّ مِنْهَا.  
ترجمہ: تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو اُس نے تم کو اُس سے نکال لیا۔

### حضور کا غلاموں کے لیے رحمت ہونا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں، ضعیفوں اور غلاموں اور غلاموں پر خصوصی طور پر رحم و کرم کرتے تھے، ان کی ہر جائز درخواست منظور و مقبول فرماتے۔ خادم رسول حضرت انس بیان کرتے ہیں: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ جَاءَهُ خَدَمُهُ الْمَدِينَةُ بِأَسْبَاطِهِمْ فِيهَا الْمَاءُ فَيَأْتُونَ بِإِلَآءٍ عَشْرِينَ فِيهَا قُرْمًا جَاوُوزُهُ بِالْغَدَاةِ الْبَارِدَةِ فَيَقْبِضُ بِيَدِهِ فِيهَا. (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 519)

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو مدینہ کے غلام پانی کے برتن لاتے اور آپ کے سامنے برتن پیش کرتے، تو برکت کے لیے آپ اپنا ہاتھ اس میں ڈبوئے، برائے اوقات وہ ٹھنڈی صبح میں بھی لاتے تو بھی آپ اپنا ہاتھ اس میں ڈبو دیتے۔

فائدہ: اس حدیث پاک سے تین باتیں ثابت ہوئیں: اولاً یہ کہ مقبولانِ بارگاہِ الہی کے جسم اقدس کے کسی جز سے برکت حاصل کرنا اہل ایمان کا کام ہے، ثانیاً حضور سرِ ابراہیم رحمت غلاموں، ضعیفوں پر خاص رحمت فرماتے اور ثلاثاً آقائے رحمت اتنے رحم کرتے کہ سردی میں بھی سرد پانی ہونے کے باوجود اپنا ہاتھ اس میں ڈالتے تاکہ انہیں برکت حاصل ہو اور سردی کی پروا نہ کرتے۔

### حضور کا کم عقلوں کے لیے رحمت ہونا

حضور پر نور سرِ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے رحیم و کریم تھے کہ بے وقوفوں، کم عقلوں پر بھی آپ کی شفقت بے حدھی اور ان کا کام بھی آپ بڑے شوق سے کرتے تھے، جیسا کہ حدیث میں ہے: إِنَّ امْرَأَةً كَانَتْ فِي عَقْلِهَا شَيْءٌ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي إِلَيْكَ حَاجَةٌ فَقَالَ: يَا أُمَّةَ فَلَايَ أَنْظِرُ عَلَى أَعْيُ الشَّيْءِ شَيْءٌ حَتَّى أَقْبِضَ لَكَ حَاجَتَكَ فَقُلْ مَعَهَا فِي بَعْضِ الظُّرُفِ حَتَّى تَقْرَعَتْ مِنْ حَاجَتِهَا. (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 519)

ترجمہ: ایک عورت جس کی عقل کمزور تھی وہ عرض کرتی کہ یا رسول اللہ! مجھے آپ سے حاجت ہے، تو آپ فرماتے کہ اے ام قلاں! کون سے کپے میں جانا چاہتی ہو، تاکہ میں تیرا کام کروں، آپ بعض راستے میں اس کے ساتھ چلے، یہاں تک کہ وہ اپنی حاجت پوری کر لیتی۔  
فائدہ: بڑے سے بڑا کوئی متحمل اور شفیق ہو، تب بھی بے عقلوں سے گھبرا اٹھتا ہے، مگر حضور سرِ ابراہیم کی رافت و شفقت کا کیا کہنا کہ کم عقلوں سے نہیں گھبراتے اور جب تک ان کا کام پورا نہ کر لیں اس وقت تک ان سے الگ نہیں ہوتے۔

### حضور کا خاص غلاموں کے لیے خاص رحمت ہونا

یوں تو رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سب پر رحمت فرماتے، مگر اپنے خاص غلاموں اور غلاموں اور ہم سفروں پر خصوصی رحمت فرماتے ہیں، اگر ان سے کوئی کمی پیش ہو بھی جاتی تو بھی معاف فرمادیتے۔ حضرت انس دس سال تک اپنے آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہے اس درمیان کبھی کوئی ایسی بات نہ ہوئی جو ان کے لیے باعث پریشانی ہو۔  
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خَدَعْتُ عَشْرَ سِنِينَ فَمَا لَمْ يَنْبَغِ عَلَيَّ شَيْءٌ قَطُّ إِلَّا فَوَيْهِ عَلَى يَدَيَّ فَإِنْ لَمْ يَنْبَغِ لَأَيُّهُ مِنْ أَهْلِهِ قَالَ دَعُوهُ فَإِنَّهُ لَوْ قُبِضَ شَيْءٌ كَانَ. (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 519)

ترجمہ: میں نے دس سال تک آپ کی خدمت کی، کبھی بھی کسی چیز پر آپ ملامت نہ فرماتے جو میرے ہاتھ سے ہلاک ہو جاتی۔ اگر کوئی آپ کا رشتہ دار مجھے ملامت کرتا تو آپ فرماتے کہ چھوڑ دو، کیوں کہ جو شے مقدر ہوتی ہے وہ ہو کر رہتی ہے۔

### منافقوں کے لیے رحمت ہونا

اس سے پہلے جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ مومن پر آپ کی رحمت و شفقت کا بیان تھا۔ آپ منافقوں کے لیے بھی رحمت ہیں، کیوں کہ آپ کی رحمت سے منافقوں کی جان قتل سے محفوظ اور مال لٹنے سے محفوظ ہو گیا۔

## کافروں کے لیے رحمت ہونا

حضور سر اہل رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کے لیے بھی رحمت ہیں کہ ان کی صورتیں مسخ نہیں ہوتیں، جیسا کہ پہلی امتوں کی عظیمیں تبدیل ہو جاتی تھیں۔ نیز ان سے عذاب مؤخر ہو گیا، جب کہ سابقہ امتیں جب کوئی ناجائز کام کرتیں تو فوراً ان پر عذاب نازل ہو جاتا۔ مگر آپ کی رحمت سے اب کفار سے وہ عذاب مؤخر ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ترجمہ: اللہ کی شان یہ نہیں کہ ان کو عذاب دے، جب تک آپ ان میں ہیں۔ جب کفار آپ کو ستاتے، تکلیف دیتے تو صحابہ عرض کرتے: یا رسول اللہ! ان کے حق میں بددعا فرمادیں، آپ فرماتے: إِنِّي لَأَنْعَمُ لَكُمْ وَأَنْتُمْ أَبْغِضُكُمْ رَحْمَةً (صحیح مسلم) ترجمہ: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے رحمت بنا کر بھیجا گیا۔

## ملائکہ کے جبرئیل کے لیے رحمت ہونا

آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ عظام کے لیے بھی رحمت ہیں، کیوں کہ آپ جب معراج کو تشریف لے گئے تو فرشتوں نے آپ سے بعض علوم و معارف اور اسرار کا استفادہ کیا۔ نیز آپ پر درود شریف پڑھنے کی برکت سے رحمت الہی کے حقدار بنے ہیں۔ (معارف النبیۃ، صفحہ: 107)

## حضرت جبرئیل کے لیے رحمت ہونا

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا کیا کہنا کہ جبرئیل علیہ السلام بھی آپ کی رحمت سے بہرہ ور ہیں۔ جب یہ آیت: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ نازل ہوئی تو آپ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ خالق دو جہاں نے مجھے سب جہانوں کے لیے رحمت بنایا ہے۔ میری رحمت سے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوا؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے انجام سے ڈر کر تھا اور شیطان کا معاملہ دیکھ کر اپنی عاقبت سے خوف کرتا تھا، لیکن جب آپ پر قرآن مجید نازل ہوا اور مجھے اس کے نازل کرنے میں واسطہ مقرر کیا گیا، تو اللہ تعالیٰ نے میرے حق میں قرآن پاک میں فرمایا: ذِی قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثُمَّ أَمَلْنٰ۔ یہ سن کر مجھے اطمینان حاصل ہو گیا۔ (شفاء جلد اول، صفحہ: 10، مدارج، جلد اول، صفحہ: 80، معارج، مقدمہ، صفحہ: 107)

## شیطان کے لیے رحمت ہونا

اج تہ ترین مخلوق شیطان ہے، اس کو بھی رحمت مصطفیٰ سے حصہ ملا کہ وہ فرشتے کی مار سے بچ گیا۔ منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی بارگاہ سے ابلیس لعین کو مردود فرمایا تو ایک فرشتہ کو حکم فرمایا کہ ہر روز ایک طمانچہ غضب اس کے منہ پر مارا کرے۔ اس کی وجہ سے اس کو نہایت درد و الم ہو تا اور اثر اس کا دوسرے دن تک باقی رہتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسند رسالت پر مستکن فرمایا اور آپ کے حق میں آیت وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ نازل فرمائی تو شیطان لعین نے رو کر عرض کیا: مولیٰ! تمام عالم میں سے میں بھی ہوں، کیا اس رحمت سے کچھ حصہ ملے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کو حکم دیا کہ آج سے طمانچہ مارنا چھوڑ دے تاکہ وہ بھی رحمت محمدی سے حصہ پالے۔ (معارج، مقدمہ، صفحہ: 110)

حکایت: کسی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ ابلیس کو رحمت مصطفیٰ سے کیا حصہ پہنچا؟ آپ نے فرمایا کہ آپ کی حقانیت و ہدایت اس مرتبہ کو پہنچ گئی کہ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ۔ یعنی باطل بالکلیہ مٹ جائے۔ اس اعتبار سے تو ابلیس کا ناپود ہو جانا ضروری تھا، مگر اس کا باقی وجود رہا اور معدوم نہ ہونا یہ صرف رحمت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر تھا۔ (مدارج النبیۃ، صفحہ: 80)

## جنوں کے لیے رحمت

آپ جنوں کے لیے بھی رحمت ہیں کہ وہ آپ کی دعوت سے سماع قرآن سے مشرف ہوئے اور ایمان و عرفان کی دولت سے مالا مال ہوئے اور طریقہ رشد و ہدایت معلوم ہوا۔

## اجزائے عالم کے لیے رحمت

زمین کو آپ کی رحمت سے یہ فائدہ ہوا کہ کفر و شرک سے پاک ہوئی اور اس پر نور و عرفان کا درود رہا۔ مسجدیں بنیں، اذانیں ہونے لگیں۔ اللہ و رسول کا نام اس زمین پر بلند ہونے لگا۔

حصہ چہارم

پانی کو حضور کی رحمت سے یہ نفع ہوا کہ وہ ہلاک کرنے سے محفوظ رہی۔ آگ کو حضور کی رحمت سے یہ حصہ ملا کہ اسے صدقات کے جلانے سے باز رکھی گئی۔ آسمان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے یہ فائدہ ہوا کہ وہ شیاطین کے پہنچنے اور آسمانی باتیں سننے سے محفوظ رہا۔ چتر بند و خوش و طہور وغیرہ کے حق میں آپ کی رحمت یہ ہوئی کہ قتل پیدائش حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قتل عظیم پڑا، تو تمام عالم خشک سالی کی وجہ سے تنگ ہو گیا تھا، پھل پھول، گھاس وغیرہ سوکھ گئی تھی، چتر بند پر بند و درند سب لقمہ اجل بن چکے تھے۔ لیکن جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو بارش برسی، خشک سالی دور ہوئی، درخت سرسبز و شاداب ہوئے اور جنگل میں منگل ہو گیا۔

(معارج النبوة، مقدمہ، صفحہ 110)

سوال: بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لیے رحمت ہیں تو کفار سے جہاد کیوں فرمایا؟

جواب: رحمت کا معنی یہ نہیں کہ سب کو دودھ پیلا یا جائے۔ سانپ کو مار دینا اور جسم کے خراب اور گلے ہوئے عضو کو کاٹ ڈالنا، قصہ کھول کر خون فاسد نکال دینا یہ سب کے لیے رحمت ہے، اسی طرح حکومت کا چوروں اور ڈاکوؤں کو سزا دینا۔ ملک کو ان سے محفوظ رکھنا عین حکمت اور رحمت ہے، اسی طرح کفار کے غلبے کو توڑ دینا اور کلمۃ الہی کا بلند کرنا یہ سب بندگان خدا پر رحمت ہے۔ بلا تشبیہ پروردگار عالم رحمن و رحیم ہے، مگر پھر بھی کسی کو غریب رکھنا، کسی کو مالدار، کسی کو عالم اور کسی کو بے عالم رکھنا چہ معنی دارو؟ چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ تمام کام حکمت و مصلحت سے ہیں، خلاف رحمت نہیں۔

☆☆☆

ایک سوال وعظ

## حضور کے اسم مبارک کی شہرت و عظمت

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكُلُّي بِاللَّهِ مُتَمِّدًا، مُتَمِّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرَحْمَةً. (سورہ فتح، آیت: 28)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے، اور اللہ کافی ہے شہادت کے لیے، محمد رسول اللہ ان کے ساتھی، کافروں پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں، جنہیں تم رکوع کرتے، سجدے کرتے اور اللہ کا فضل و رضا چاہتے دیکھو گے۔

حضرات! اس وعظ میں اپنے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام کی شہرت و عظمت کا ذکر ہو گا۔

## اللہ کی پہچان رسول اللہ سے

پہلے آیت مذکورہ کا مختصر مطلب سمجھیں کہ اللہ ارشاد فرماتا ہے: أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ. اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول پاک کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا۔

یعنی اللہ رب العزت نے اپنی پہچان اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کرائی کہ لوگو! اگر اپنے خالق کو پہچانا چاہتے ہو تو اس طرح پہچانو کہ رب وہ ہے جس نے اپنے پاک رسول کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھو کہ جب کوئی قابل استاذ اپنی قابلیت دکھانا چاہے تو کہتا

ہے کہ میں وہ ہوں جس نے فلاں شاگرد کو پڑھایا ہے، اگر لوگ میری لیاقت اور قابلیت دیکھنا چاہیں تو میرے فلاں شاگرد کو دیکھ لیں کہ وہ میرے علم و فضل کا نمونہ ہے۔ بلاشبہ یہاں بھی قادیان مطلق اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر فخر فرماتا ہے کہ اگر مخلوقات میری قدرت اور علم و حکمت کا نظارہ کرنا چاہتی ہے تو میرے رسول پاک کو دیکھ لے کہ وہ میری ذات کا مظہر اتم ہے۔  
شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انا وجہ شریف و سلی اللہ علیہ وسلم مرات جمال الہی است و مظہر انوار تہائی۔ (مدارج النبوۃ، جلد اول، صفحہ 55)  
یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور جمال الہی کا آئینہ اور انوار غیر تہائی کا مظہر ہے۔

## آپ کے اسمائے مبارک کثیر ہیں

ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارک کثیر ہیں۔ کچھ قرآن پاک میں، کچھ احادیث نبویہ میں اور کچھ دیگر کتب سماویہ میں۔ غرض کہ اسمائے مبارک کی کثرت کی وجہ سے علمائے کرام نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے اسمائے الہی کی طرح ننانوے اسمائے نبویہ جمع کیے ہیں، بعض نے تین سو، اور بعض نے چار سو۔ قاضی ابوبکر بن عربی جو عالم علمائے مالکیہ سے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ بعض صوفیائے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے ہزار نام ہیں اور اُس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ہزار نام ہیں۔ (اشعۃ اللمعات، جلد چہارم، صفحہ 481)  
اور کثرت اسناد لالت کرتی ہے شرف مسمیٰ پر، کیوں کہ اس کا اشتقاق صفات اور افعال سے ہوتا ہے اور ہر اسم کسی نہ کسی صفت یا فعل سے مشتق ہوتا ہے، تو ثابت ہوا کہ جس کے اسمائے کثیر ہوں گے وہ متصف بصفات کثیرہ ہوگا۔ لہذا ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیر متعینوں کے مالک ہیں۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ 303)

## سب سے مشہور نام محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

ان تمام اسمائے مبارک سے مشہور اور عظیم اسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے، جیسا کہ ذات الہی کے کثیر ناموں سے اللہ ہے اور باقی اسمائے صفات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس اسم عظیم کی اتنی

حفاظت و صیانت فرمائی کہ خلق کی آفرینش سے لے کر قرب زمانہ نبوی تک کسی نے بھی اپنے بچے کا نام محمد نہیں رکھا تا کہ آپ کے نام میں بھی کوئی شریک نہ ہو، لیکن جب آپ کے ظہور کا وقت قریب ہوا، تو علمائے اہل کتاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوش خبریاں سنائیں اور عوام میں نام اقدس ظاہر ہوا، اس وقت بعض لوگوں نے اس امید پر کہ وہ آخر الزماں نبی میرا بیٹا ہو اور مجھے ہی یہ نعت عظمیٰ اور دولت کبریٰ نصیب ہو اپنے بچوں کا نام محمد رکھا، مگر اللہ رب العزت نے ان سب کو ادعاے نبوت سے محفوظ رکھا۔ (مدارج النبوۃ، جلد اول، ص 303)

دنیا میں بہت بادشاہ گزرے، دولت مند آئے، مصلح اور ہادی پیدا ہوئے مگر ان کے نام نے اتنی شہرت نہ پائی جتنی شہرت ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام نے حاصل کی۔ یہ مانا کہ کسی بادشاہ کا نام اپنے ملک و سلطنت میں مشہور ہے مگر دوسرے ملک کے رہنے والے اس کے نام سے نا آشنا ہوتے ہیں، اگر فرض کیا جائے کہ اس بادشاہ کا نام ساری دنیا میں مشہور ہے مگر مرنے کے بعد اس کا نام بھی کچھ مدت کے بعد مٹ جاتا ہے۔ لیکن شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نہ صرف عرب و عجم میں مشہور ہے بلکہ تمام آسمانوں اور زمین کے گوشے گوشے پر، بلکہ جنت کے غلمانوں اور حوروں میں بھی مشہور ہے۔

پھر بچہ ہو، جوان ہو، بوڑھا ہو، مرد ہو، عورت ہو، ہر زمانے میں انسان ہمارے آقا کا نام اور اسم گرامی جانتا ہے، پھر لطف یہ ہے کہ دشمن بھی اس نام پاک کو جانتے ہیں۔ غرض کہ جتنی شہرت نام مصطفیٰ کو حاصل ہوئی کسی اور نام کو نہ ہوئی۔

## آسمانوں میں مشہور نام مصطفیٰ ہے

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی آسمانوں میں بھی مشہور و معروف ہے۔ چنانچہ ابن عساکر کعب اخبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ اے فرزند ولید اتم میرے بعد میرے خلیفہ ہو گے۔ عمار تقویٰ کو مضبوط پکڑنا اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

ضرور کرنا کہ میں نے ان کا نام نامی بحالت آب و گل ساق عرش پر منقوش پایا اور جب میں نے طواف سبع سادات کیا تو ہر جگہ ان کے نام کو لکھا ہوا دیکھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجھے بہشت میں مکان عطا فرمایا تو میں نے جنت کا کوئی محل اور چوبارہ نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی نہ پایا اور تمام حوران خلد بریں کے سینوں اور ملائکہ الہی کی آنکھوں میں حتیٰ کہ درخت طوبی اور سدرة المنتہی کے پتوں پر نام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا پایا۔

اسے فرزند اتم میرے بعد ان کے ذکر سے ہر وقت رطب اللسان رہتا اور ان کے نام کو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ذکر کیا کرنا۔ (مدارج النبوۃ، جلد: اول، صفحہ: 307)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لغزش سرزد ہوئی تو بارگاہ الہی میں عرض کیا: اَللّٰهُمَّ بَعَثْ مُحَمَّدًا يَغْفِرُ لِيْ خَطِيئَتِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ وَتَقْبَلُ تَوْبَتِيْ

یعنی بحق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میری خطا معاف فرما، یا میری توبہ قبول کر۔ خطاب آیا تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کہاں سے پہچانا؟ عرض کیا کہ میں نے بہشت میں ہر جگہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لکھا پایا تو پہچانا کہ وہ تیرے نزدیک تمام خلق سے بزرگ اور محبوب ترین ہے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 307، شفا، جلد اول، صفحہ: 104)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے آسمان پر لے گئے تو میں کسی ایسے آسمان پر نہ گزرا کہ جس پر میرا نام محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ لکھا ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے معراج کی شب آسمانوں کی طرف سیر کرائی گئی تو میں نے دیکھا کہ عرش پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ لکھا ہوا ہے۔ (شفا، جلد اول، صفحہ: 104)

ان روایتوں سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک عالم بالا میں ہر جگہ ہے، یہاں تک کہ عرش عظیم پر بھی لکھا ہوا ہے۔

## عالم اسفل میں

اب یہ بھی سن لو کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی عالم اسفل میں بھی منقوش ہوتا رہا اور ہوتا رہے گا، جو آپ کے صدق نبوت پر واضح دلیل ہے۔

1- ایک پتھر پر یہ الفاظ عبرانی زبان میں لکھے ہوئے پائے گئے: اَللّٰهُمَّ جَاءَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ بِلِسَانٍ مُّبِينٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ كَتَبْتَهُ مُوسَى بْنُ جَثْرَانَ ذِكْرًا لِلْبَنِي الْإِسْرَءِيلَ عَنْ مَعْقِرِ عَنِ الزُّهْرِيِّ۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 308)

2- ایک پرانے پتھر پر یہ لکھا ہوا دیکھا گیا: مُحَمَّدٌ تَقِيْ مُضْلِحٌ وَسَيِّدٌ آمِنٌ۔ (شفا، جلد اول، صفحہ: 105؛ مدارج، جلد اول، صفحہ: 308)

3- بعض نے بلاد ہند میں ایک درخت پر ایک سرخ رنگ کا پھول کھلا ہوا دیکھا جس پر سفید خط سے لکھا ہوا تھا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔

(شفا، جلد اول، صفحہ: 105؛ مدارج النبوۃ، جلد اول، صفحہ: 308)

4- عبد اللہ بن مرزوق عبد اللہ ابن صبوحن سے نقل کرتے ہیں کہ وہ بحر ہند میں کشتی پر سوار تھے کہ تیز ہوا چلی، تو انھوں نے ایک جزیرے پر کشتی اٹکر انداز کیا اور وہاں ایک پھول سرخ رنگ تیز خوشبودار دیکھا، جس پر بخط سفید لکھا ہوا تھا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ۔

(مدارج النبوۃ، جلد اول، صفحہ: 308)

5- تاریخ ابن عزم میں علی بن عبد اللہ ہاشمی شرقی سے منقول ہے کہ ولایت ہند میں سیاہ پھول تیز خوشبودار پایا گیا جس پر سفید خط سے لکھا ہوا تھا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ الْكَوْكَبُ الضَّيْفُ وَالْمُخْتَارُ وَفِيْهِ دَلِيلٌ كَرَّكٌ پید ہوا کہ شاید کسی نے یہ خود بنایا ہے، تو اس شک کو رفع کرنے کے لیے میں نے ایک دوسرے پھول کا قصد کیا جو ابھی کھلا نہیں تھا، اس کو کھول کر دیکھا تو اس میں بھی یہی لکھا ہوا نظر آیا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 308)

6- عبد اللہ بن مالک سے منقول ہے کہ بلاد ہند کی جب سیر کی تو ایک شہر میں جس کا نام نمیلہ یا حیلہ تھا گزرا۔ وہاں ایک درخت عظیم دیکھا جس پر سرفخی سے لکھا ہوا تھا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ اہل ہند اُس کو تبرک سمجھتے تھے اور قسط سالی میں اس سے طلب بارش کرتے تھے۔ اس واقعے کو ابوالبقا ابن صافی نے 'مستدرک' میں نقل کیا ہے۔ نیز روضۃ الریاضین میں امام یاقعی نے بعض علماء سے اس کے مثل نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں نے اس واقعے کو یعقوب صیاد کے روبرو بیان کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے نہراہنہ میں ایک پھلی ایسی شکار کی جس کے ایک پہلو پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ اور دوسرے پہلو پر مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ منقوش تھا۔ میں نے یہ دیکھ کر بوجہ تعظیم و احترام اس کو پانی میں ڈن کر دیا۔

7- بعض شراح قصیدہ بردہ نے ابن مرزوق سے نقل کیا ہے کہ ایک پھلی لائی گئی جس کے ایک نرم گوش پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ اور دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ لکھا تھا۔ (مدارج، ج 2، ص 308)

8- سبطخاری نے ذکر کیا ہے کہ اس نے بعض بلا و خراسان میں ایک نوزائیدہ بچہ دیکھا جس کے ایک پہلو پر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ اور دوسرے پہلو پر مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ مکتوب و منقوش تھا۔

(شفاء، جلد اول، صفحہ 105)

ملک پاکستان میں 1964 میں ضلع ٹنکری میں ایک بکری نے بچہ جنا جس کے پہلو پر یَا مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہوا تھا جس کی شہرت تمام پاکستان میں ہوئی۔ رسالوں، اخباروں میں اس خبر کو شائع کیا گیا۔ ہر ضلع سے مسلمان آئے اور دیکھا کہ یہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ جو لوگ یا رسول اللہ کے منکر تھے انھوں نے بھی جا کر دیکھا کہ واقعی لکھا ہوا ہے۔ لیکن پھر بھی اپنی بدقسمتی سے یا رسول اللہ کے جواز کے قائل نہ ہوئے۔

حکمتہ: اشیائے علوی واسطی پر ہمارے آقا کا نام مبارک منقوش ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں اور ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکوت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان سب کا مالک و مختار بنایا ہے، جسے جو چاہیں، دیں یا نہ دیں۔ یہ سچ ہے کہ اَللّٰہُ الْمُعْطِیْ وَ اَنَا الْقَائِمُ یعنی اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔



بائیسواں وعظ

## حضور اقدس کے اسمائے مبارکہ کی تفصیل

### اسمائے گرامی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ تو بے شمار ہیں جن کی تعداد علمائے کرام نے ایک ہزار کے قریب بتلائی ہے، جیسا کہ پچھلے وعظ میں لکھا گیا ہے۔ مگر میں صرف ان اسمائے مبارکہ کو ذکر کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمائے حسنی کے ساتھ مشرف فرمایا ہے۔

### محمد و احمد

اللہ رب العزت کے اسمائے حسنی سے ایک نام حمید ہے۔ حمید یا تو فاعل کے معنی میں ہیں، یعنی حامد۔ کیوں کہ وہ ذات اپنی حمد بھی کرتی ہے اور ہمارے رسول پاک کی بھی اور اہل طاعت کی بھی، یا حمید بمعنی مفعول یعنی محمود ہے، کیوں کہ وہ اپنی حمد کرتا ہے تو اُس کی ذات محمود ہوئی۔ نیز اس کے خاص بندے خصوصاً حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت اور دیگر انبیائے کرام اور ان کے ماننے والوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی ہے اور کرتے ہیں، یعنی ذات الہی محمود ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نام مبارک کے ساتھ اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرف فرما کر محمد اور احمد نام رکھا۔

اسی واسطے حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

وَسَقَىٰ لَكَ مِنْ اِسْمِهِ لِيَجْلَلَكَ قَدْ نَزَلَ الْعَرْشُ مُحَمَّدٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت و کرم کے لیے آپ کا نام اپنے نام سے نکالا۔ صاحب عرش و کرسی محمود ہے تو آپ محمد ہیں۔

## وجہ تسمیہ

لفظ محمد (ﷺ) مبالغہ کا صیغہ ہے اور حمد سے مشتق ہے تو معنی یہ ہوگا کہ بہت حمد کیا ہوا، یعنی مخلوق میں آپ کی سب سے زیادہ حمد کی گئی ہے کہ اتنی کسی کی حمد نہیں کی گئی اور قیامت میں بھی آپ کی بہت حمد کی جائے گی، اسی لیے آپ نے فرمایا: **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ** تاکہ آپ کے لیے کمال حمد تمام ہو، نیز اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود میں کھڑا کرے گا، جیسا کہ وعدہ فرمایا:

**عَلَيَّ أَنْ يَدْعَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا** اس وقت اولین و آخرین آپ کی حمد کریں گے۔ یہاں تک کہ اس زمانے کے مکررین کی زبان سے بھی آپ کی حمد نکلے گی۔

(مدارج، جلد اول، صفحہ: 306، شفاء، صفحہ: 144)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں: درآں روز ظاہر گردد کہ روز روزاوست و یک کس ازوے محضرت البیہ قریب تر و بزرگ تر نیست۔ (اشعۃ المصباح، جلد رابع، صفحہ: 466)

یعنی قیامت میں ظاہر ہوگا کہ وہ دن بھی آپ ہی کا ہے اور بارگاہ الہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب اور بزرگ کوئی نہیں۔

منقول ہے کہ لوگوں نے حضرت عبدالمطلب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے لڑکے کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں رکھا، حالانکہ آپ کے خاندان اور قوم میں کسی کا نام یہ نہ تھا، تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے اس لیے ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا ہے کہ مجھے امید ہے کہ سارا عالم ان کی حمد کرے گا اور آپ محمود ہوں گے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 303)

نیز حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کی پشت سے سونے کی ایک زنجیر نکلی ہے، جس کا ایک سرا آسمان میں ہے ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں۔ اس کے بعد زنجیر نے درخت کی صورت اختیار کر لی اور اُس کے ہر پتے پر ایک نور تھا۔ اہل مشرق اور مغرب اس کے ساتھ لٹک گئے۔ مجبوروں نے یہ تعبیر بتائی کہ تمہاری پشت سے ایک لڑکا پیدا ہوگا، اہل مشرق و مغرب اس کی اطاعت کریں گے اور آسمان و زمین والے اس کی حمد کریں گے، اسی لیے حضرت عبدالمطلب نے آپ کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا۔ (مدارج النبیۃ، جلد اول، صفحہ: 303)

## اللہ نے آپ کا نام محمد رکھا

سبحان اللہ! کسی کا نام ہاں، ثانی یا خالہ رکھتی ہے اور کسی کا نام باپ دادا وغیرہ رکھتے ہیں، مگر رسول اللہ کا نام مبارک خود اللہ تعالیٰ نے رکھا، پھر اس وقت نام رکھا جب کہ ابھی مخلوق بھی وجود میں نہیں آئی تھی۔ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا یہ نام خلق کی پیدائش سے ایک ہزار برس پہلے رکھا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 307)

نیز آنستہ خاتون رضی اللہ عنہا کو خواب میں بشارت ہوئی کہ تو اُس اُمت کے سردار سے حاملہ ہے، جب وہ پیدا ہوئی تو اُن کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 303)

اس سے ثابت ہوا کہ خود خالق نے اپنے حبیب کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا۔ احمد نام مبارک اُن کے وزن پر اسم تفضیل ہے، یہ بھی حمد سے اور اُس کے اسم مبارک سے مشتق ہے۔ جس کا اُن کے وزن پر اسم تفضیل ہے، یہ بھی حمد سے اور اُس کے اسم مبارک سے مشتق ہے۔ جس کا معنی یہ ہوگا کہ بہت حمد بیان کرنے والا۔ چونکہ آپ نے بھی اللہ تعالیٰ کی اتنی کثرت حمد بیان کی ہے جتنی کہ کسی دوسری مخلوق نے نہیں کی اور قیامت کے روز بھی آپ اللہ کی ایسی حمد کریں گے جو کوئی بھی نہ کر سکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ جب لوگ قیامت کے روز سفارش کے لیے میرے پاس آئیں گے، تو میں کہوں گا: **أَنَا لَهَا فَاَسْتَأْذِنُ عَلَى رَبِّي فَيَاذَنُ لِي وَيُلْهِمُنِي تَحَامِيدًا أَخَذَهَا بِهَا لَا تَحْطَرُّ لِي الْآنَ فَأَتَّخِذُ بِحِلْكَ الْمَحَامِيدِ** (مشکوٰۃ، صفحہ: 488)

ترجمہ: اپنے رب سے اجازت حاصل کروں گا تو مجھے اجازت مل جائے گی اور مجھے بہت سے محامد اللہ تعالیٰ الہام فرمائے گا، میں اُن محامد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا جو آپ تک میرے نزدیک حاضر نہیں ہوئے ہوں گے، تو اُن محامد کے ساتھ حمد کروں گا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے حدیث شفاعت بیان فرماتے ہوئے فرمایا:

**فَاقْعُ سَاجِدًا لِرَبِّي ثُمَّ يَفْتَحُ لِلَّهِ عَلَى مِنْ تَحَامِيدِهِ وَحُسْنِ الشَّعَاءِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَا يَفْتَحُهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي**۔ (مشکوٰۃ، صفحہ: 489)

ترجمہ: میں اپنے رب کے لیے سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنے محامد اور حسن ثناء صریح کرے گا جو کسی پر مجھ سے پہلے واضح نہیں کیا ہوگا۔

چنانچہ ثابت ہوا کہ جو تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے وہ کسی نے نہیں کیا ہے۔

## رووف رحیم

اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک ایک نام رووف رحیم بھی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی رووف رحیم رکھا، جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا رُفِّعُوا رُؤُوفَكُمْ وَرَحِمَتَكُمْ**۔

## حق مبین

اللہ تعالیٰ کے مبارک ناموں میں سے ایک مبارک نام حق مبین ہے اور ہمارے آقا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی حق مبین ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ**۔ نیز فرمایا: **فَقَدْ كَذَّبُوا بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ**۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا: **حَقُّيْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ وَرَسُولُ مُبِينٍ** نیز فرمایا: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ انْصَبْ**۔ ان مقاموں میں حق سے مراد ہمارے رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

اہل اشارات نے فرمایا ہے کہ اللہ کے اس قول میں **وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ**۔ حق سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (مدارج، ج: ۱، ص: 309)

## نور

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ سے ایک نام نور ہے اور ہمارے رسول پاک کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے نور رکھا ہے، جیسا کہ اللہ خود فرماتا ہے: **لَقَدْ جَاءَكُمْ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ**۔ اس میں نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

## شہید

اللہ رب العزت کے مبارک ناموں میں سے ایک نام شہید ہے اور شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک بھی شہید ہے، قرآن فرماتا ہے: **إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا**۔ نیز فرمایا: **وَيَكُونُ**

الرَّسُولَ عَلَيْنَا شَهِيدًا۔ اور فرمایا: **وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا شَهِيدًا**۔ یعنی آپ کو عالم و حاضر اپنی امت کے حال کے ساتھ بھیجا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 310، شفا، جلد اول، صفحہ: 151)

## کریم

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ سے ایک نام کریم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی کریم رکھا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ**۔ اس میں رسول کریم سے مراد اللہ کے پیارے حبیب ہیں، اگرچہ بعض کے نزدیک حضرت جبریل مراد ہیں۔ (شفا، جلد اول، صفحہ: 151، مدارج البیوۃ، جلد اول، صفحہ: 310)

## عظیم

رب العالمین کے مبارک ناموں میں عظیم نام بھی ہے اور محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی عظیم رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شان میں فرمایا: **وَأَنَّكَ لَعَلَّ خُلُقِي عَظِيمٌ**۔ جب آپ کی مفت عظیم ہے، تو ضروری ہوا کہ آپ کی ذات بھی عظیم ہے۔ نیز تورات کے پہلے دفتر میں ہے: **وَسَيَذِلُّ عَظِيمًا لَا قُوَّةَ عَظِيمَةٍ فَهَوَ عَظِيمٌ وَعَلَى خُلُقِي عَظِيمٌ**۔ (مدارج، ج: ۱، ص: 310)

## خبیر

اللہ رب العزت کے مبارک اسمائے حسنیٰ میں ایک نام خبیر ہے اور ہمارے آقائے رحمت کا نام بھی خبیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **فَاسْأَلْ بِهِ خَبِيرًا**۔ قاضی بکر بن علا سائل غیر نبی ہے اور مسئل ہمارے آقائے رحمت ہیں۔ (شفا، جلد اول، صفحہ: 152)

## قارح

اللہ رب العالمین کے اسمائے مبارک سے ایک نام قارح ہے اور اپنے رسول پاک کا نام بھی قارح رکھا۔ حدیث اسراجو طویل ہے، جس کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اس

میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَجَعَلْنَاكَ قَانِئًا وَّخَافِيًا. خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی نعمت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا: تَرَفَّقْتُ فِي ذِكْرِي وَجَعَلَنِي قَانِئًا وَّخَافِيًا۔  
ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قانح رکھا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا نام قانح بتایا ہے۔

### وجہ تسمیہ

آپ کا نام قانح کیوں رکھا گیا؟ اس کا جواب محدثین نے یہ دیا ہے کہ قانح، حاکم کے معنی میں ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاکم ہیں، تمام مخلوق خدا پر آپ کی حکومت ہے اور سب آپ کے محکوم ہیں۔ یا قانح کا معنی کھولنے والا ہے کہ رسول اللہ بھی اپنی امت پر رحمت الہیہ کے دروازے کھولنے والے ہیں اور اپنی امت کے قلوب و لبائر کو معرفت حق اور ایمان کے لیے کھولنے والے ہیں۔ (مدارج، صفحہ: 311، شفاء، جلد اول، صفحہ: 152)

### علیم

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ سے ایک نام علیم، علّام، عالم الغیب و الشہادہ ہے اور اللہ نے اپنے حبیب پاک کو بھی علم کے وصف سے موصوف فرمایا ہے اور اس کی فضیلت سے مخصوص فرما کر ارشاد فرمایا: وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔  
یعنی اللہ آپ کو وہ علم دیا جس کا علم آپ کو نہیں تھا اور یہ آپ پر اللہ کا عظیم فضل ہے۔  
ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ

یعنی اللہ نے آپ کو کتاب و حکمت کا علم عطا کیا اور اس چیز کا علم عطا کیا جو آپ نہیں جانتے تھے۔ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب چیزوں کے عالم ہیں۔

(شفاء، جلد اول، صفحہ: 153؛ مدارج، جلد اول، صفحہ: 311)

### اول و آخر

اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاک اسماء میں ایک نام اول و آخر ہے۔ کیوں کہ اللہ اول ہے جس سے پہلے کوئی نہیں اور آخر وہی ہے جس کو فنا نہیں اور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی بھی اول و آخر ہے، جیسا کہ سرکار نے خود فرمایا: كُنْتُ أَوَّلَ الْأَنْبِيَاءِ فِي الْخَلْقِ وَآخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ۔ میں پیدائش میں سب انبیاء سے اول ہوا، اور بعثت میں سب سے آخر ہوں۔  
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَالُوا أَخْلَقْنَا مِنَ الطِّينِ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَوَلَّوْا يَنْزِلْ عَلَيْكُمْ حَرٌّ وَّطَبَقَ الْعَذَابُ آلَافًا۔  
نیز نبیوں سے، آپ سے اور نوح سے وعدہ لیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نوح علیہ السلام اور دیگر انبیاء سے مقدم فرما کر بتا دیا کہ رسول اللہ سب انبیاء سے اول ہیں۔ نیز آپ نے فرمایا: أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَلَشَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُ۔ یعنی سب سے پہلے میں قبر انور سے نکلوں گا۔ وَأَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَأَوَّلُ شَفَاعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ۔ میں سب سے اول جنت میں داخل ہوں گا اور سب سے پہلے شفاعت کروں گا، سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول ہوگی اور آپ ہی سب رسولوں سے آخر میں ہیں۔  
(شفاء، جلد اول، صفحہ: 153؛ مدارج، جلد اول، صفحہ: 211)

### قوی

رب کریم کے پاک ناموں سے قوی اور ذو القوۃ العتین بمعنی قادر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کی بھی اس کے ساتھ وصف فرمائی ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ۔ (شفاء، جلد اول، صفحہ: 153؛ مدارج، جلد اول، صفحہ: 311)

### ولی اور مولیٰ

اللہ جل مجدہ کے مبارک ناموں میں ولی اور مولیٰ بھی نام ہے۔ ولی مولیٰ کا معنی ناصر و مددگار ہے اور سرور و دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک اسم ولی اور مولیٰ بمعنی مددگار ہے۔ اللہ تعالیٰ خود

فرماتا ہے: **إِنَّمَا وَلِيَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ**۔ بے شک تمہارے مددگار اللہ اور اس کے رسول ہیں۔ خود سر دار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **أَنَا وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ**۔ میں ہر مومن کا مددگار ہوں۔ نیز فرمایا: **مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيَ مَوْلَاهُ**۔ جس کا میں مددگار ہوں، تو حضرت علی بھی اس کے مددگار ہیں۔ (شفاء، جلد اول، صفحہ: 151، مدارج، جلد اول، صفحہ: 312)

**فائدہ:** زمانہ حال کے بعض ناماقت اندیش بڑے زور شور سے یہ کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں، مگر اللہ تعالیٰ بڑے زور شور سے کلمہ اِشہادِ جوہر کے لیے آتا ہے لا کر اُن کا رد فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول تمہارا مددگار ہے اور سر دار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خود اعلان فرمایا کہ میں تمہارا مددگار ہوں اور ان لوگوں کا رد فرمایا ہے۔ اس قسم کے نام جو اللہ تعالیٰ کے بھی ہوں اور ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ہوں اور بھی ہیں۔ (شفاء قاضی عیاض اور مدارج و دیگر کتب میں مذکور و مسطور ہیں، جس کا جی چاہے وہاں دیکھ لے۔)

☆☆☆

تیسواں وعظ

## اسم مبارک کا بیان

### اسم پاک کی برکات

یوں تو نام مبارک کی بے شمار برکتیں ہیں، مگر یہاں چند برکات ذکر کی جاتی ہیں:

۱۔ جس کا نام محمد ہوگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کی برکت سے جنت میں داخل ہوگا۔ حدیث پاک میں ہے: **إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ نَادَى مُنَادٍ إِلَّا لِيَقُمْ اِسْمُهُ مُحَمَّدٌ** قلندخل الجنة لغير اسميه صلى الله عليه وسلم۔ (شفاء، جلد اول، صفحہ: 105)

ترجمہ: جب قیامت ہوگا تو ندا کرنے والا یہ ندا کرے گا کہ سنو! وہ شخص کھڑا ہو جائے جس کا نام محمد ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت سے جنت میں داخل ہو جائے۔

حضرت عیسیٰ بن شریف رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: وَعِزَّتِي وَجَلَالِي لَا أَعْلِفُ أَحَدًا يُسَمِّي بِاسْمِي فِي النَّارِ**۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 162، انوار محمدیہ، صفحہ: 316)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میں اس کو دوزخ کا عذاب نہ دوں گا جس کا نام محمد ہوگا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

**يُوقَفُ عَبْدَانِ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ تَعَالَى فَيُؤَمَّرُ بِهِمَا إِلَى الْجَنَّةِ فَيَقُولَانِ رَبَّنَا بِمَا اسْتَأْهَلْنَا الْجَنَّةَ وَلَمْ نَعْمَلْ عَمَلًا نَجْازِيْنَا بِهِ الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى أَدْخُلَا الْجَنَّةَ فَإِنِّي أَنَيْتُ عَلَى نَفْسِي أَنْ لَا يَدْخُلَ النَّارَ مَنْ اسْمُهُ أَحْمَدُ وَلَا مُحَمَّدٌ**۔ (انوار محمدیہ، صفحہ: 316، مدارج، جلد اول، صفحہ: 162)

ترجمہ: دو آدمیوں کو بارگاہ الہی میں کھڑا کیا جائے گا، پھر ان کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دیا جائے گا تو وہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! کس وجہ سے ہم بہشت کے مستحق ہو گئے؟ حالانکہ ہم نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا ہے کہ تو اس کے بدلے جنت دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ تم دونوں جنت میں داخل ہو، کیوں کہ میں نے اپنی ذات پر قسم اٹھائی ہے کہ دوزخ میں اس کو داخل نہ کروں گا جس کا نام احمد اور محمد ہوگا۔

مدارج میں ہے: ہر کہ رانا نام محمد بود آنحضرت اور اشاعت کند دور بہشت درآرد۔ یعنی جس کا نام محمد ہوگا حضور اس کی شفاعت کر کے بہشت میں داخل کریں گے۔

2- جس گھر میں محمد نام والا ہوگا اس گھر میں کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔ اہل کہ فرماتے ہیں: مَا مِنْ بَيْتٍ فِيهِ اَنْتُمْ مُحَمَّدٌ اِلَّا تَمِي وَرِزْقٌ وَرِزْقٌ جَبْوًا اِنْهَدُ۔ (شفاء، جلد اول، صفحہ: 105) ترجمہ: جس میں محمد نام والا ہوگا اس گھر میں یقیناً ترقی ہوگی، گھر والے بھی رزق پائیں گے اور اس کے پڑوسی بھی۔

حضور والا نشان کے نام میں کتنی برکت ہے کہ اس نام کی برکت سے گھر والوں اور اس کے ہمسایوں کو بھی رزق ملتا ہے، لہذا ہم کو چاہیے کہ اپنی اولاد کے نام اپنے آقا کے نام پر رکھا کریں۔ خود سرکار فرماتے ہیں: مَا خَدَّوْا اَحَدًا كُنْهُ اَنْ يَكُوْنَ فِي بَيْتِهِ مُحَمَّدٌ وَ مُحَمَّدَانٍ وَ ثَلَاثَةٌ۔ (شفاء، جلد اول، صفحہ: 105)

ترجمہ: جس گھر میں محمد نام والے ایک، دو، یا تین ہوں تو تم میں کوئی کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بیچ خانہ نبود کہ دروے نام محمد بود مگر آنکہ برکت و دہن تعالیٰ درآں۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 162)

ترجمہ: کوئی گھر ایسا نہیں کہ اس میں محمد نام والا ہو اور اللہ تعالیٰ اس گھر میں برکت نہ عطا فرمائے، یعنی ایسے گھر میں اللہ ضرور برکت عطا فرماتا ہے۔

3- جس گھر میں محمد نام والا ہو تو اللہ تعالیٰ اس گھر کو ضرور پاک کرتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مَا مِنْ مَائِدَةٍ وَضِعَتْ عَلَيْهَا مَنِ السَّخَةِ اَوْ اَحْمَدٌ اَوْ مُحَمَّدٌ اِلَّا قَدَّسَ اللَّهُ ذَٰلِكَ الْمَوْزِلَ كُلَّ يَوْمٍ مَرَّةً ثَلَاثِينَ۔ (ابو منصور دہلی، مدارج، جلد اول، صفحہ: 162) ترجمہ: جس بچھائے گئے دسترخوان پر احمد نام والا شخص موجود ہو تو اللہ تعالیٰ اس گھر کو ہر دن

دوسرے پاک کرتا ہے۔

4- جس میٹنگ اور مشورے میں محمد نام والا شخص ہو اس مشورے میں برکت ہوگی۔ مدارج میں ہے: مجتمع شوند قومی برائے مشورت و درایشاں کے بود کہ نام وے محمد است البتہ برکت کردہ شود درآں مشورت۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 162) ترجمہ: جو قوم کسی مشورے کے لیے اکٹھی ہو اور ان میں کوئی ایسا شخص ہو جس کا نام محمد ہو تو اس مشورے میں ضرور برکت ہوگی۔

5- جس گھر میں محمد یا احمد نام والا ہو یا ح فرشتے اس گھر میں عبادت کرتے ہیں۔ حضرت مرتبن یونس فرماتے ہیں: اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ عِبَادَتُهَا اَعْلٰى كُلِّ دَارٍ فِيْهَا اَحْمَدٌ اَوْ مُحَمَّدٌ اِلَّا اُكْرِمَتْ اَنْفُسُهُمْ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (شفاء، جلد اول، صفحہ: 104) ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کے لیے سیر کرنے والے فرشتے ہیں ہر اس گھر میں عبادت کرتے ہیں جن میں احمد یا محمد نام والا شخص ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و تعظیم کے لیے۔

6- جس کے بچے ہو کر مر جاتے ہوں، اگر وہ یہ عزم کر لے کہ اب کی دفعہ میں اپنے بچے کا نام محمد رکھوں گا تو ان شاء اللہ العزیز اس نام کی برکت سے وہ بچہ زندہ رہے گا اور اس کی عمر دراز ہوگی۔ حضرت جلیلہ بنت عبد الجلیل فرماتی ہیں: روزے با مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم گفتم یا رسول اللہ مرا فرزند می شود لیکن در طفولیت میر و مرا بچہ امری فرمائی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ ایں نوبت کہ ترا حمل آید بر خود التزام نمائی کہ آن فرزند را محمد نام کنی، امید کنم کہ آن فرزند عمر دراز یا بدور نسل او برکت بود۔ چنان کہ دم و آن فرزند من زیست و در بحرین کہ موضع است اکنون بیچ قبیلہ از فرزندان او بیشتر نیست۔ (معارج النبیۃ، رکن دوم، صفحہ: 42)

ترجمہ: ایک دن میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن بچپن میں ہی مر جاتا ہے۔ مجھے آپ کیا حکم دیتے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دفعہ جب تو حاملہ ہو جائے تو اپنے اوپر لازم کر لے کہ اس بچے کا نام محمد رکھوں گی۔ مجھے امید ہے کہ اس بچے کی عمر لمبی ہوگی اور اس کی نسل میں برکت ہوگی۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا تو میرا بچہ زندہ رہا اور بحرین میں جو موضع ہے، وہاں کوئی قبیلہ اس کی اولاد سے زیادہ نہیں۔

## اسم پاک کا ادب و احترام

امت پر واجب ہے کہ اپنے پیارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی عزت و ادب و احترام کریں۔ کیوں کہ خود رب کریم ہم کو ان کے نام کے ادب و احترام کا حکم دیتا ہے۔ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ رسول پاک کو ایسا نہ پکارو جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو، یعنی میرے رسول محترم کو یا محمد یا احمد مت کہو، بلکہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ یا حبیب اللہ جیسے اوصاف جلیلہ اور عمدہ القاب سے یاد کرو۔ خود اللہ رب العزت نے اپنے حبیب پاک کو اچھے القاب سے یاد کیا ہے، مثلاً کہیں فرمایا: يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَكِّسْ لِمَا يُأْتِيكَ النَّبِيُّ۔ بھی فرمایا: يَا أَيُّهَا الْمَوْظَلُّ۔ يَا أَيُّهَا الْمُنَذِرُ۔ قرآن پاک میں صرف چار مقاموں پر آپ کا نام ذکر فرمایا، مگر ساتھ ہی اوصاف بھی ذکر فرمائے۔

**پہلا مقام:** مَا كَانَ مُحَمَّدًا أَبَا أَحَدٍ مِّنْ ذَرْوَاكَ لَكُمُ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے آپ کے نام کے ساتھ دو صفیں ذکر فرمائیں: ایک رسالت کی اور دوسری ختم نبوت کی۔

**دوسرا مقام:** فرمایا: مُحَمَّدٌ رَّسُولَ اللَّهِ۔ اس جگہ آپ کے نام کے ساتھ رسالت کا وصف بیان ہوا ہے۔

**تیسرا مقام:** فرمایا: وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ۔ اس مقام پر آپ کے نام کے ساتھ حق کی صفت ذکر کی۔

**چوتھا مقام:** فرمایا: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ۔ اس میں بھی صفت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ہمیں بھی چاہیے کہ جب آپ کا نام مبارک ذکر کریں تو پاک و صاف ہو کر ذکر کریں اور کسی اچھے وصف کے ساتھ ذکر کریں، پھر خود نام مبارک لیں یا شیخ تو آپ پر درود پاک بھیجیں۔ یہی ادب کا تقاضا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تَزِيحُهُ أَنْفَ رَجُلٍ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ۔ (شفا، جلد اول، صفحہ: 62)

اس شخص کی ناک مبارک آلود ہو جس کے پاس میرا نام ذکر کیا گیا اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے راوی ہیں کہ سرکارِ درو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ أَعْطَاهُ بِطَرِيقِ الْحَقِّ۔ (شفا، جلد اول، صفحہ: 62) یعنی جس کے درو میرا نام ذکر ہو، اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو اسے جنت کا راستہ نہ ملے گا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا بیان ہے کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ النَّبِيَّ كُلَّ النَّبِيِّ عِنْدَ مَنْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ۔ (شفا، جلد اول، صفحہ: 62) یعنی وہ پورا نبی ہے جس نے میرا نام سن کر مجھ پر درود نہ پڑھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَحُكْمُ نَيْتِ كَرَامَةِ تَعْظِيمِ تَوْقِيرِ أَحْضَرْتِ بَعْدَ اَزْوَاقِ تَزَدُّ كَرُوْءِ دِمَاغِ حَدِيثِ شَرِيفِ دِي دِمَاغِ اَسْمِ مَبَارَكِ، وَسِيرَتِ وَرُوْءِ لَازِمِ اسْت۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 163) یعنی اس میں کوئی شک نہیں کہ وفات کے بعد بھی رسول اللہ کے ذکر کے وقت اور حدیث نبوی، اسم مبارک اور سیرت نبوی سننے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام و اکرام لازم ہے۔ خوش قسمت اور سعید ہیں وہ لوگ جنہوں نے نام مقدس کی تعظیم کر کے درجاتِ علیا حاصل کیے اور آج بھی کر رہے ہیں۔

**حکایت:** بنی اسرائیل میں ایک شخص فاجر و فاسق تھا جس نے سو سال گناہ و معصیت میں گزارا تھا اور اس نے ہر قسم کا فسق و فجور اور ظلم و فساد کیا تھا۔ اسی عصیان کی حالت میں ملک الموت نے اس کی روح کو قبض کر لیا۔ لوگوں نے اس کی موت کی خبر سن کر اللہ تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا اور بہت خوش ہوئے۔ لوگ اس سے سخت تالاں تھے، اس لیے اس کو غسل دیا نہ کفن پہنایا اور نہ ہی اس کی نماز جنازہ پڑھی، جبرئیل بلکہ اس کی نعش کو بھی ایک گندے ڈھیر پر ڈال دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت جبرئیل حاضر ہوئے اور کہا: اے موسیٰ! اللہ تعالیٰ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ میرا ایک دوست انتقال کر گیا ہے، لوگوں نے اس کو گندے ڈھیر پر ڈال دیا، جاؤ اور اس کو وہاں سے اٹھاؤ اور اس کی جھمڑے بٹھکین کر دو۔ نیز بنی اسرائیل سے کہو کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں تاکہ اس کی نماز کی برکت سے ان کے گناہ بخشے جائیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام حکم الہی اس ڈھیر کے پاس تشریف لائے جہاں اس کو ڈالا گیا تھا۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ شخص وہی فاسق و فاجر ہے جس نے سو سال فسق و فجور میں گزارا تھا، آپ حیران ضرور ہوئے، مگر چونکہ اللہ کا فرمان تھا اور

آپ اس پر مامور تھے، اس لیے اس کو غسل دلایا، کفن پہنایا اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ پھر بارگاہ الہی میں اس شخص کے بارے میں استفسار کیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ اور قحی وہ شخص فاسق و فاجر اور ظالم و گنہگار تھا، مگر اس نے ایک روز تو رات دیکھا، اس میں میرے حبیب کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہوا پایا۔ اس نے اس نام کو چوما اور اپنی آنکھوں پر لگایا اس کی یہ تعظیم اور ادب مجھے پسند آیا، میں نے اس کے سو سال کے گناہ بخش دیے اور اُسے اپنے مقربین کی فہرست میں داخل کیا۔ (مقدمہ معارج النبوۃ، صفحہ: 82-83، نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ: 75)

**نکتہ:** نماز میں احمد و محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل موجود ہے۔ قیام مثل الف کے ہے، رکوع مثل حاک کے ہے اور سجدہ مثل میم کے اور قعود مثل دال کے ہے۔ (دقائق الاخبار، صفحہ: 3)

اسی طرح دنیا کا انسان جو اشراف المخلوقات ہے، اس کا ہر فرد بشر ہم شکل نام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اس کا مدور مثل میم کے ہے، اس کے ہاتھ ہشکل حابین، شکم بونف مثل میم ثانی کے ہے اور پاؤں بصورت دال ہیں، اسی لیے ایک روایت میں وارد ہے کہ کوئی کافر بصورت انسان دوزخ میں داخل نہ کیا جائے بلکہ مسخ و تبدیل صورت انسانہ بصورت شیطانہ جہنم میں داخل ہوگا، کیونکہ وہ اسم مبارک کے بمشکل ہے اور جو محبوب کے نام کے ہم شکل ہوگا اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہ دے گا۔ (دقائق الاخبار، صفحہ: 3، معارج، رکن دوم، صفحہ: 41)

**حکایت:** حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے تورات کو دیکھا کہ اس میں چار مقامات پر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نظر آیا، اس نے ان کو کھرج دیا۔ جب دوسرے روز دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی آٹھ جگہ لکھا تھا، پھر ان کو کھرج ڈالا۔ جب تیسرے روز دیکھا تو آپ کا نام بارہ جگہ پر لکھا ہوا پایا۔ (شرمندہ ہوا) اور فوراً شام سے مدینہ طیبہ کی طرف چل پڑا۔ جب مدینہ منورہ پہنچا تو معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے سفر فرما چکے ہیں۔ اس نے حضرت علی مشکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ مجھے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکڑے دکھائیے۔ جب حضرت علی مشکینہ نے پکڑے دکھائے تو اُس نے اس کو سونگھا اور قبر انور کے پاس کھڑے ہو کر ظہر شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور بارگاہ الہی میں دست بدعا ہوا کہ مولیٰ اگر میرا

اسلام تیری بارگاہ میں مقبول ہے تو مجھے موت دے، اتنا کہنا تھا کہ وہ مر گیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے غسل دلا کر جنت البقیع میں دفن فرمایا۔ (نزہۃ المجالس، جلد دوم، صفحہ: 75)

**فائدہ:** ہمارے زمانے میں بعض ناعاقبت اندیش بد عقیدہ خیال کے لوگ بھی ہیں، مسجدوں میں جہاں یا رسول اللہ لکھا ہوتا ہے مٹانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ قیامت تک اس مبارک نام کو نہ مٹا سکیں گے، خود مٹ جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اقدس کو مٹانے والے یہودی خیال کے لوگ ہوتے ہیں، مگر اس یہودی کو تو اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمادی۔ مگر بد عقیدہ اتنے گستاخ ہیں کہ اللہ ان کو شاید ہی ہدایت دے گا۔

**حکایت:** نظام الملک کا ایک ملازم تھا جس کا نام محمد تھا، یہ باقی ملازموں سے زیادہ مقرب بارگاہ بادشاہ تھا۔ اس کی عادت تھی جب اس ملازم سے راضی رہتا تو اس کو نام سے بلاتا، اگر ناراض ہوتا تو نام سے نہ بلاتا، بلکہ کہتا: اے غلام! ایسا کر۔ اسی طرح کافی مدت گزر گئی۔ ایک روز بادشاہ نے محمد کو نام سے نہ بلایا، بلکہ غلام کہہ کر بلایا۔ محمد نامی غلام کو کفر و غم لاحق ہوا کہ آج مجھ سے کیا خطا سرزد ہو گئی ہے کہ بادشاہ ناراض ہے اور مجھے نام سے نہیں بلایا۔ وقت فرصت میں غلطی اور قصور پوچھا تو بادشاہ نے کہا: اے محمد! تو دل میں کوئی خیال نہ کر، تجھ سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے غسل کی حاجت تھی، اس لیے مناسب نہیں جانا کہ حالت پلید میں محمد کا نام لوں، کیوں کہ یہی نام میرے رسول کا ہے، ایسی صورت میں یہ نام خلاف ادب ہے۔

(مقدمہ معارج النبوۃ، صفحہ: 90)

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَتُسَبِّحُ لَهُ السَّمْعُ وَالْأَبْصَارُ وَنُفُوسٌ كَثِيرَةٌ وَهِيَ أَغْفِرُ لَهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَهُ يُعَظِّمُونَ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (سورہ فتح، آیت: 8-9)

ترجمہ: بے شک ہم نے تم کو حاضر و ناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا کہ اسے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔

حضرات! آیت مبارکہ کے ترجمے پر غور کرو تو معلوم ہو جائے گا کہ اس میں چار امور کا ذکر ہے۔ اول ہمارے رسول معظم کی تعریف جو شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا سے سمجھی جاتی ہے۔ دوسرا اللہ تعالیٰ اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ جس پر شَهِيدًا لَشُؤْمِهِمْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ دال ہے۔ تیسرا نبی معظم کی تعظیم و توقیر کرنا، جیسا کہ فرمایا: تُعَظِّمُونَ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ چوتھا اللہ تعالیٰ کی پاکی اور عبادت کرنا جو تَسْبِيحُہُ بُکْرَۃً وَأَصِيْلًا سے مفہوم اور معلوم ہو رہی ہے۔ مگر اللہ رب العزت نے اپنی عبادت سے پہلے اپنے محبوب مكرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کو مقدم فرمایا، جو اس بات کا یقینی اور بدیہی ثبوت ہے کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت بہت ہی کرتے ہیں مگر بد قسمتی سے ان کے قلوب میں اور زبان میں تعظیم و ادب محبوب معظم صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے، ان کی عبادت رائیگاں و ضائع ہے اور محنت و مشقت کے سوا کوئی فائدہ اور نفع بخش نہیں ہے، اگرچہ وہ اس کی عبادت سیکڑوں برس ہی کیوں نہ کرتے رہیں، جیسا کہ زمانہ حال کے بد عقیدہ لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقَدْ عَلِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُمْ نَارًا مِّنْ نَّارٍ (سورہ فرقان، آیت: 23)

ترجمہ: جو کچھ کام نیکی کے کیے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں اڑا دیا ہوا غبار اور ذرہ کر دیا۔ پھر بے ادبوں و گستاخوں کے حق میں فرمایا: غَائِلَةٌ تَأْتِي بِنَتْلٍ نَّارًا حَامِيَةً مِّنْ سَمْفٍ مِّنْ لِّغْنٍ آتِيَةٍ۔ (سورہ غاشیہ، آیت: 53-54) یعنی کام کریں، مشقت جھیلیں، بھڑکتی آگ میں جائیں اور انھیں خوب جلتے جھٹے کا پانی پلائے جائیں۔

ثابت ہوا کہ بے ادب و گستاخ کی عبادت ناکارہ اور بارگاہ الہی میں ناپسندیدہ و نا منظور ہے اور با ادب کی عبادت، اگرچہ قلیل ہی سہی، وہ مقبول ہے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام ہر امر میں مثلاً عبادت، گفتگو، کام، کاج، اٹھنے، بیٹھنے، چلنے، پھرنے نام لینے میں لازم ہے۔

## حضور اقدس سے آگے بڑھنا حرام ہے

بارگاہ رسالت کے آداب سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ آپ کے قول پر یا فعل پر تقدم نہ کیا جائے، یعنی ابھی آپ نے ایک امر کا حکم نہیں دیا کہ تم یہ کام کرو، یا ابھی زبان مصطفیٰ سے کچھ نکلا نہیں کہ تم بولنے لگ جاؤ، یا حضور جارہے ہیں اور تم آگے ہو جاؤ۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ چند لوگوں نے عید الاضحیٰ کے دن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قربانی کر لی، تو ان کو حکم دیا گیا کہ وہ دوبارہ قربانی کریں اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ کچھ لوگوں نے رمضان سے ایک روز پہلے ہی روزہ رکھنا شروع کر دیتے تھے، تو ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا الَّذِينَ يَنْكِحُوا اللّهَ وَرَسُولَهُ وَأَتَقُوا اللّهَ إِنَّ اللّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ (سورہ حجرات، آیت: 1)

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ سنا جانتا ہے۔

## حضور کا ادب عین نماز میں

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ادب کو دیکھو کہ ایک دفعہ آپ نماز پڑھا رہے تھے کہ درمیان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ

عنہ پیچھے ہو گئے۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی کا بیان ہے: أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَعَبَ إِلَى نَبِيِّ عَمْرٍو ابْنِ عَوْفٍ لِيُضْلِعَ بَيْتَهُمْ فَخَانَتْ الصَّلَاةُ لِمَاءِ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ: انْصَلِي لِلثَّامِسِ فَأَقِيمِي، قَالَ: نَعَمْ فَصَلَّى أَبُو بَكْرٍ لِمَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالثَّامِسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي الصُّفِّ فَصَفَّقَ الثَّامِسُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ فِي صَلَاتِهِ فَلَمَّا أَكْثَرَ الثَّامِسُ التَّصْفِيقَ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَشَارَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ امْكُثْ مَكَانَكَ فَتَرَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَذِيحُ لِحْيَتَهُ عَلَى مَا أَمَرَهُ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصُّفِّ وَتَقَدَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ يَا أَيُّهَا بَكْرُ قَامَتْ عَيْنُكَ أَنْ تَقْبُضَ إِذَا أَمَرْتُكَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِأَبِي نَحَافَةٌ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِي رَأَيْتُكُمْ أَكْثَرْتُمْ التَّصْفِيقَ مِنْ رَابِعَةِ شَيْءٍ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ تَسْتَمِيعُوا إِذَا سَبَّحَ الثُّنَيْتَ إِلَيْهِ وَأَمَّا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ (بخاری، جلد اول، صفحہ: 94)

ترجمہ: رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمرو ابن عوف کی جانب تشریف لے گئے، تاکہ ان میں صلح کرائیں اور نماز کا وقت آگیا تو مؤذن (حضرت بلال) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف آئے اور کہا کہ کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھا سکیں گے، میں تکبیر کہوں؟ انھوں نے کہا کہ ہاں! اور حضرت ابوبکر نے نماز پڑھانی شروع کر دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ سب لوگ نماز میں تھے، تو آپ نے صف میں جگہ بنائی اور کھڑے ہو گئے۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے تالی بجائی جب کہ حضرت ابوبکر نماز میں مجھو تھے۔ جب لوگوں نے زور سے تالی بجائی تو حضرت ابوبکر متوجہ ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو، لیکن انھوں نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا دیے اور اللہ کی حمد بیان کی اس جذبہ پر جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امر کیا، پھر ابوبکر پیچھے بٹے یہاں تک کہ صف میں برابر ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر! اپنی جگہ کھڑا رہنے سے تجھے کس چیز نے روکا تھا جب کہ میں نے تجھے اشارہ کیا

تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا کہ ایو قافہ کے بیٹے کے لیے مناسب نہ تھا کہ رسول اللہ کے آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ کیا بات تھی کہ میں نے تم لوگوں کو زور سے تالی بجاتے دیکھا، سنو! نماز میں کوئی شے عارض ہو جائے تو وہ تسبیح پڑھے تاکہ اس کی جانب التفات کی جائے گی تالی نہ بجاتے، کیوں کہ تالی بجانا عورتوں کے لیے ہے۔

فائدہ: مسلمانو! بارگاہ رسالت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب و احترام دیکھو کہ سرکار کے اشارے کے باوجود بھی پیچھے ہٹ گئے۔ اسی ادب نے ان کو اس مقام تک پہنچایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب بنے اور مسلمانوں کے بالا جماع خلیفہ مقرر ہوئے اور اس مقام پر پہنچے جس پر کوئی صحابی نہ پہنچ سکا۔ اس حدیث پاک سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا کہ عین نماز جو افضل عبادت ہے، اس میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ضروری ہے اور نماز میں آپ کا تصور عظمت سے کرنا افضل صحابہ ہے تو بد عقیدوں کی قول مردود ہے کہ نماز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور تعظیم سے ناجائز ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

### حضور کی آواز پر آواز بلند کرنا بے ادبی

بارگاہ رسالت کے آداب سے یہ بھی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آواز پر کوئی آواز بلند نہ کرے، بلکہ دھیان سے آپ کا کلام سنے، ورنہ اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (سورہ حجرات، آیت: 2)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی آوازیں غیب بتانے والے کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے سامنے زور سے اپنی بات نہ کہو جیسے تم ایک دوسرے کے سامنے آپس میں زور سے باتیں کہتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل نہ ضائع ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔

شان نزول: مفسرین کرام نے بتایا ہے کہ یہ آیت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی جو کانوں سے اونچا سنتے تھے، اس لیے گفتگو کے وقت ان کی

آواز بلند ہو جاتی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور ڈر گئے کہ کہیں ان کے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ پھر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ! مجھے خوف ہے کہ میں ہلاک ہو جاؤں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو منع فرمایا ہے کہ آپ کی بارگاہ میں آواز بلند نہ کریں اور میری آواز قدرتی طور پر بلند ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بشارت دی وَمَا تَرْضَىٰ أَنْ تَعْبَسَ عَيْنُكَ وَتَقْسَلَ شَهِيدًا وَتَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔

ترجمہ: کیا تو راضی نہیں کہ اچھی زندگی گزارے اور شہید ہو کر مرے اور جنت میں داخل ہو۔ چنانچہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (شفاء جلد دوم، صفحہ 29) **فائدہ:** اس سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو باذن اللہ علم غیب حاصل ہے کہ میرا قتل صحابی شہید ہوگا۔

### شیخین کا عمل

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خدمت اقدس میں عرض کیا: یا رسول اللہ! اب میں اسی وقت آپ سے کلام کروں گا جب کوئی راز کی بات کرنی ہوگی یعنی وہی آواز میں کرنے والی بات۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے کلام کرتے تھے جیسے کوئی راز کی بات کرتا ہے، یعنی اس قدر وہی آواز سے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ پوچھنا پڑتا تھا۔

(شفاء جلد دوم، صفحہ 29، مدارج النبوة، جلد اول، صفحہ 343، انوار محمدیہ، صفحہ 396) **حضرات شیخین کا یہ انداز ادب بارگاہ الہی میں ایسا مقبول ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ۔ (سورہ حجرات، آیت: 3)**

ترجمہ: بے شک جو رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لیے پرکھ لیا ہے، ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

ایک دفعہ نبی کریم کا ایک وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوپہر کے وقت پہنچا۔ آپ آرام فرما رہے تھے، ان لوگوں نے حجرہ کے باہر سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا شروع کیا، آپ تشریف لے آئے تو ان کی یہ حرکت اللہ کریم کو ناپسند آئی، انہیں اس پر تنبیہ فرمائی اور ان کو ادب سکھاتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّىٰ تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ (سورہ حجرات، آیت: 5-4)

ترجمہ: بے شک جو آپ کو حجرہ کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں اکثر بے عقل ہیں، اگر وہ اس حد تک صبر کرتے کہ آپ خود ان کے پاس تشریف لے آتے، تو یہ ان کے لیے بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

**فائدہ:** اس آیت سے پتہ چلا کہ بارگاہ رسالت کے بے ادب اور گستاخ بے عقل ہوتے ہیں، کیوں کہ اگر عقل ہوتی، تو اس بارگاہ کا ادب و احترام کرتے، اسی طرح زمانہ حال کے بدعتیہ و ایسے بے عقل ہوتے ہیں کہ سمجھانے سے بھی نہیں سمجھتے۔

**حکایت:** حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ کا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کسی مسئلے میں مسجد نبوی میں مناظرہ ہوا۔ حضرت ابو جعفر سے آواز اونچی ہو گئی، تو حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! مسجد نبوی میں اپنی آواز پست کریں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو ادب سکھاتے ہوئے فرمایا: لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ اور ادب کرنے والوں کی یہ مدح فرمائی: إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ۔ اور ایک قبیلے کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ۔ بے شک آپ کی عزت بعد از انتقال بھی ایسی ہے جیسی حیات مبارکہ میں تھی۔ یہ سن کر ابو جعفر رونے لگے اور خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ابو جعفر نے کہا: اے امام مالک! دعا مانگتے وقت اپنا چہرہ قبلہ شریف کی طرف کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف؟ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کیوں اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ پھیرتے ہو، حالانکہ وہ تیرا، اور تیرے بابا حضرت آدم صلی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وسیلہ ہیں۔ قیامت میں ان کی طرف اپنا چہرہ کر اور ان سے شفاعت

طلب کر، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذَا ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا** (سورہ نساء، آیت: 64)

(معارج، جلد اول، صفحہ: 343، شفا، جلد دوم، صفحہ: 32)  
ترجمہ: اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر لیں، آپ کے سامنے حاضر ہوں اور اللہ سے معافی مانگیں، پھر رسول ان کی شفاعت فرمادیں تو وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

**فائدہ:** مسلمانو! جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آواز بلند کرنا موجب حبط اعمال ہے، تو بتاؤ کہ اپنی رائیں اور فکریں آپ کی سنت اور شریعت پر بلند کرنا، کیوں کر نہ حبط اعمال کا سبب ہوں گے۔ مسلمانو! اپنی رائیں، فکریں اور قیاس آرائیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ پر قربان کر دو، اور اپنا نام عاشقانِ مصطفیٰ کی فہرست میں لکھا لو۔

## اسم مبارک لے کر بلانا بے ادبی

بارگاہِ رسالت کا ایک ادب یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر نہ پکارا جائے، یہ ادب سکھاتے ہوئے خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**لَا تَجْعَلُوا أَدْعَاءَ الرُّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدَعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا** (سورہ نور، آیت: 63)  
ترجمہ: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔  
علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اس آیت کے دو معنی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ پکارو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو، بلکہ یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ، یا نبی اللہ وغیرہ جیسے القاب سے پکارو۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کو ایسا نہ سمجھو جیسا کہ تم میں سے ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ چاہا تو اس کے پکار کو سنا اور نہ چاہا تو نہ سنا، بلکہ نبی کریم کے پکارنے پر فوراً حاضر ہو جاؤ، اگرچہ تم نمازی کیوں پڑھ رہے ہو۔

(انوار محمدیہ، صفحہ: 397، معارج، جلد اول، صفحہ: 344)  
حضرت سعید ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: **مَرَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَصَلِّي فَقَالَ: فَلَمْ أَتِهِ حَتَّى صَلَّى، ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ: مَا مَعَكَ أَنْ تَأْتِي، فَقُلْتُ: كُنْتُ أَصَلِّي فَقَالَ: أَلَمْ يَقُلِ اللَّهُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلرُّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ** (بخاری، جلد دوم، صفحہ: 683)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس گزرے اور میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے مجھے بلایا، تو میں فوراً آپ کے پاس حاضر نہ ہوا بلکہ نماز پڑھ کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے آنے سے روکا؟ میں نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ نے تم سے یہ نہیں فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے بلانے پر فوراً حاضر ہو جاؤ۔

**فائدہ:** اس سے ثابت ہوا کہ مسلمان اگر نماز بھی پڑھ رہا ہو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلا لیں، تو فوراً بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو جائے۔ اس صورت میں شوافع کے نزدیک نماز باطل نہ ہوگی۔ جیسا کہ امام قسطلانی نے اس حدیث کے تحت یہ تشریح کی ہے کہ بعض شوافع کے نزدیک نماز باطل نہیں ہوتی۔ (حاشیہ بخاری، صفحہ: 683)

☆☆☆

## صحابہ اور بزرگان دین کا کمال ادب

حضرات! بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام علیہم الرضوان اتنا ادب و احترام کرتے تھے کہ حضور کے سامنے بات تک نہیں کر سکتے تھے، اگر کچھ دریافت کرنا ہوتا تو کسی اعرابی کی طرح میں رہتے کہ وہ آکر رسول اللہ سے کچھ پوچھیں اور ہم استفادہ کریں اور نبی کریم کی اصل تعظیم و احترام کے باعث خود دریافت کرنے سے گریز کرتے تھے۔

حضرت برابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ كُنْتُ أَرِيدُ أَنْ أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْأَمْرِ فَأَوْتِرَ رَسُولِي مِنْ هَيْبَتِهِ (شفا، جلد دوم، صفحہ: 32)

ترجمہ: میں ارادہ رکھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات پوچھوں، مگر آپ کی تعظیم و اجلال کے باعث کئی سال مؤخر کر دیتا تھا۔

## حضرت عثمان کا ادب

جب حدیبیہ کے سال سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ معظمہ میں قریش سے صلح کرنے کے لیے روانہ فرمایا اور خود حدیبیہ کے مقام پر رک گئے، تو قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طواف بیت اللہ کی اجازت دی، مگر اس کے باوجود کہ طواف ایک عبادت ہے، آپ نے طواف کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا:

مَا كُنْتُ لِأَفْعَلَ حَتَّى يَطُوفَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: میں اس وقت تک طواف نہیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کر لیں گے۔ (شفا، جلد دوم، صفحہ: 32)

## صحابہ کرام کا بارگاہ نبوی میں ادب

صحابہ کرام جب بارگاہ نبوی میں آکر بیٹھے تو اتنا ادب ملحوظ خاطر ہوتا کہ آپ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے اور نہ بلند آواز سے کلام کرتے، بلکہ اس قدر بالکل بے حس و حرکت اپنا سر نیچے کیے ہوئے بیٹھتے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخَذْتُ حَوْلَهُ فَخَمَّ عَلَى رُؤُوسِهِمُ الظُّلُمُ (شفا، جلد دوم، صفحہ: 31)

ترجمہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور صحابہ کرام آس پاس ایسے بیٹھے تھے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

مَا كُنْتُ أَطِيقُ أَنْ أَمْلَأَ عَيْنِي مِنْهُ إِجْلَالًا لَهُ

ترجمہ: آپ کے اجلال و تعظیم کی وجہ سے میں یہ طاقت نہیں رکھتا تھا کہ آپ کو پورے طور پر دیکھ سکوں۔

## حضرت عروہ بن مسعود

حدیبیہ کے سال کفار کی جانب سے عروہ بن مسعود ثالث بن کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتا ہے اور بارگاہ رسالت میں صحابہ کرام کی نیاز مندی اور ادب و احترام سے متاثر ہو کر بے ساختہ کہتا ہے: اِنِّي قَوِيٌّ وَلِلَّهِ لَقَدْ وَقَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ وَوَقَدْتُ عَلَى قَبِيضَ وَكِشْرَى وَالتَّجَاشِي وَاللَّهِ اِنْ رَأَيْتُ مُلْكًا لَمْ يَعْظِمُهُ اَخْبَاثُهُ مَا يَعْظِمُهُ اَخْبَابُ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدًا وَاللَّهِ اِنْ تَنَعَّخَ تُخَامَةُ اِلَّا وَقَعْتُ فِي كَيْفٍ رَجُلٍ مِنْهُمْ فَذَلِكَ بِهَا وَجْهَةٌ وَجِلْدَةٌ وَاِذَا اَمْرُهُمْ اِنْتَدَرُوا اَمْرَهُ وَاِذَا تَوَضَّأُوا كَانُوا يَفْتَتِلُونَ عَلَيَّ وَطُوبِي وَاِذَا تَكَلَّمُوا خَفَضُوا اَصْوَاعَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يُولَعُونَ اِلَيْهِ النَّظَرُ تَعْظِيمًا لَهُ (بخاری، جلد اول، صفحہ: 379)

ترجمہ: اے میری قوم! خدا کی قسم! میں بادشاہوں کی طرف گیا ہوں اور قیصر و کسریٰ اور نجاشی

کے پاس بھی گیا ہوں۔ لیکن میں نے بھی کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے معاصی اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں۔ واللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کھنگارتے مگر وہ کسی کے ہاتھ میں پچھتی ہے اور وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے اور جس وقت آپ کوئی حکم دیتے ہیں تو صحابہ کرام آپ کے حکم کی طرف دوڑتے ہیں اور جب آپ وضو کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کے وضو کے پانی کے لیے لڑ پڑیں اور جس وقت آپ کلام فرماتے ہیں تو وہ اپنی آوازوں کو آپ کے سامنے پست کر لیتے ہیں اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے تیرنگاہ سے بھی آپ کی طرف نہیں دیکھتے۔

### حضور کے بالوں کی تعظیم

حضرات! بخاری کی اس حدیث سے جو آداب بارگاہ رسالت کے صحابہ کرام سے ثابت ہیں، وہ ظاہر ہیں اور آپ کی تعظیم تو اہم ہے ہی، لیکن صحابہ کرام علیہم الرضوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی بھی تعظیم کرتے تھے اور ان کے نزدیک نبی کریم کا ایک بال مبارک بھی دنیا و مافیہا سے قیمتی ہوتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحَلَّاقُ يَخْلُقُهُ وَأَخْلَافُ يَهْ أَخْلُقُهُ فَيَأْتِيهِمْ أَنْ تَقَعَ شَعْرًا لَأَنِّي يَدُ رَجُلٍ (شفا، جلد دوم، صفحہ: 31)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب حجام آپ کا بال بنارہا تھا تو آپ کے صحابہ کرام آپ کے ارد گرد پھر رہے تھے اور یہ ارادہ بھی رکھتے تھے کہ بال انہیں میں سے کسی کے ہاتھ میں گرے۔

صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا ادب و احترام کرتے تھے کہ ضرورت کے وقت آپ کے گھر کے دروازے کو اپنے ناخنوں سے کھٹ کھٹاتے تھے۔ (شفا، جلد دوم، صفحہ: 32)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اتنا ادب کے بارے میں حضرت سائب بن یزید بیان کرتے ہیں: كُنْتُ قَائِمًا فِي الْمَسْجِدِ فَهَضَبَنِي رَجُلٌ فَتَنَظَّرْتُ فَإِذَا الْمَخْرُومُ الْخَطَّابُ فَقَالَ: ائْتِنِي بِهَذَيْنِ يَهْنُئْنِ يَهْنُئُهُ بَيْنَهُمَا فَقَالَ: ائْتِنَا أَوْ مِنْ أَيْنَ أَتَيْنَا قَالَا مِنْ أَهْلِ

الْقَائِلِ قَالَ: لَوْ كُنْتُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَلَدِ لَأَوْجَعْتُكُمَا تَوْفَعَانِ أَصَوَاتُكُمَا فِي مَسْجِدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری، جلد اول، صفحہ: 67)

ترجمہ: میں مسجد میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے نکلے مارا، دیکھا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے۔ فرمایا کہ جاؤ ان دونوں کو پکڑ لاؤ، میں ان دونوں کو لے کر ان کے پاس گیا۔ فرمایا کہ اس قبیلے سے ہو، یا یہ فرمایا کہ کہاں کے ہو؟ انھوں نے کہا کہ اہل طائف سے۔ فرمایا کہ اگر تم مدینہ منورہ کے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آواز بلند کرتے ہو۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب و احترام بعد از حیات ظاہری بھی غلاموں پر لازم اور ضروری ہے۔ علمائے کرام، محدثین عظام اور بزرگان دین تصریح فرماتے ہیں کہ شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب جیسا حیات ظاہری میں لازم ہے ایسا ہی بعد ممات ظاہری بھی لازم ہے۔ قاضی ابوالفضل عیاض اندلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَأَعْلَمُهُ أَنَّ حُرْمَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَوْتِهِ وَتَوْفِيْقُهُ وَتَعْظِيمُهُ لَا وَرَمَ لَهَا كَانَ خَالَ حَيَاتِهِ وَذَلِكَ عِنْدَ ذِكْرِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذِكْرُ حَدِيثِهِ وَسُنَنِهِ وَيَمَاجِ اسْمِهِ وَسِيَرَتِهِ وَمُعَامَلَتِهِ إِلَيْهِ وَعِزَّتِهِ وَتَعْظِيمِهِ أَهْلُ بَيْتِهِ وَصَحَابَتِهِ (شفا، جلد دوم، صفحہ: 32؛ انوار محمدیہ، صفحہ: 317)

ترجمہ: جان لو کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور تعظیم تو قیامت انتقال فرمانے کے بعد بھی ایسی لازم ہے جیسی کہ حالت حیات میں تھی اور ایسی ہی عزت آپ کے ذکر کے وقت، آپ کی حدیث و سنت، اسم مبارک سننے، بیان سیرت کے وقت، آپ کی آل و عترت کے معاملے میں ضروری ہے، پھر اہل بیت اور صحابہ کرام کی تعظیم بھی ضروری ہے۔

### امام مالک کے دل میں عظمت مصطفیٰ

حضرت مصعب بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جب نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور وہ تعظیم و

تو قیرنجی کی وجہ سے جھک جاتے، یہاں تک کہ ان کے ہم نشینوں پر گراں گزرتا۔ ایک دن آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا: **لَوْ رَأَيْتُمْ مَا رَأَيْتُمْ لَنَا أَفْكَرْتُ عَنْكَ مَا كُنْتُ عَنْكَ** یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا جو مقام میں جانتا ہوں اگر تم جان لیتے تو یقیناً میرے مثل کا منکر نہ ہوتے جو تم دیکھتے ہو۔ (شفا، جلد دوم، صفحہ: 33)

جب کوئی حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے پر آتا تو وہ لونڈی بھیج کر دریافت فرماتے ہو کہ تم کیوں آئے ہو؟ کوئی حدیث پوچھنے کے لیے یا کوئی مسئلہ دریافت کرنے کے لیے؟ اگر کوئی کہتا کہ مسئلہ پوچھنے کے لیے آیا ہوں تو اسی حالت میں باہر آ کر مسئلہ بتا دیتے اور اگر کہتا کہ حدیث پوچھنے آیا ہوں تو آپ غسل خانے میں جا کر غسل کرتے، نئے کپڑے پہنتے، عمامہ سر پر باندھتے، چادر اوڑھتے، خوشبو لگاتے، آپ کے لیے ایک خاص کرسی بچھائی جاتی، اس پر بیٹھتے، پھر نہایت خشوع اور وقار سے حدیث بیان فرماتے اور جب تک حدیث بیان فرماتے رہتے خوشبو لگاتی رہتی۔ (شفا، جلد دوم، صفحہ: 36، مدارج، جلد اول، صفحہ: 163)

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا اور آپ حدیث بیان فرما رہے تھے کہ آپ کو کچھو نے سولہ مرتبہ یا سترہ مرتبہ ڈنک مارا، آپ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا مگر آپ نے حدیث پاک بیان کرنا نہ چھوڑا کیا۔ جب حدیث بیان کر چکے اور لوگ چلے گئے تو میں نے حال پوچھا، فرمایا کہ آج میرے حدیث بیان کرنے میں کچھو نے سولہ یا سترہ بار ڈنک مارا لیکن میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی عظمت و جلال کے باعث صبر کیا۔ (شفا، ج: ۲، ص: 36، مدارج، جلد اول، صفحہ: 163)

مسلمانو! یہ تھا تمہارے اسلاف کا احترام اپنے سچے رسول کریم کی بارگاہ میں۔ تم بھی ان کی اتباع میں بہر صورت اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا ادب و احترام کرو۔

☆☆☆

## چھپیواں وعظ

## نبی اکرم سے محبت و الفت

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ قُلُوبًا وَجُوهًا وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ  
بِافْتِرَاقٍ فَتُفْرَقُوا وَتُجَادَلُكُمْ عَنْ صَلَاتِكُمْ وَتُجَادَلُكُمْ عَنْ صَلَاتِكُمْ وَتُجَادَلُكُمْ عَنْ صَلَاتِكُمْ  
وَزُنُوبِهِمْ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرْتَفِعُوا عَلَى يَأْتِي اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ.  
(سورہ توبہ، آیت: 24)

ترجمہ: اے محبوب! آپ فرمادیں (کہ اے لوگو!) اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہارے پسند کیے ہوئے مکان تم کو اللہ اور اللہ کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں، تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتار دے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

حضرات! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و الفت اہل ایمان کے قلوب کی جان ہے، ان کے ارواح کی غذا ہے اور ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ یہ محبت وہ حیات ہے جو اس سے محروم ہے وہ زندہ ہوتے ہوئے بھی مردہ ہے، اگر چہ وہ چلتا پھرتا نظر آتا ہو۔ یہ الفت وہ نور ہے جس سے دل کو ضیاء ملتی ہے، جو اس سے محروم ہے وہ ظلمتوں کے سمندروں میں غرق ہے۔

غرض کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت و محبت ایمان کی جان اور اعمال کی روح ہے۔ محبت کے بغیر ایمان و اعمال سب بیکار ہیں، اسی لیے اجماع امت ہے کہ مسلمانوں پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت لازم اور واجب ہے۔

## محبت کے اسباب

اہل علم نے محبت کے تین مشہور اسباب ذکر کیے ہیں کہ کسی کو محبوب جاننا اور اس سے محبت

رکھنا ان تین اسباب میں سے کسی ایک سبب سے ہوتی ہے۔ اول کمال محبوب کے سبب کہ جب کسی کو کوئی خاص کمال و فضل حاصل ہوتا ہے تو اس سے محبت کی جاتی ہے اور وہ محبوب سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ بڑے عالم سے محبت ہوتی ہے، کیوں کہ اس میں کمال علم پایا جاتا ہے یا شجاعت سے محبت کی جاتی ہے، کیوں کہ اس میں کمال شجاعت پایا جاتا ہے۔ دوسرا جمال کی وجہ سے کہ کسی میں حسن و جمال پایا جاتا ہے، تو لوگوں کی نظروں میں محبوب ہوتا ہے۔ تیسرا مال کی وجہ سے یعنی احسان و انعام جیسا کہ اپنے منعم اور محسن سے محبت ہوتی ہے۔ یہ تینوں وصف جو سبب و علت محبت ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں علی و اتم پائے جاتے ہیں۔ فضل و کمال اس قدر انتہائی درجے کا آپ میں پایا جاتا ہے کہ آپ فضل و کمال کے آفتاب ہیں اور دوسرے انبیاء عظیم الصلوٰۃ والسلام سارے ہیں۔ قصیدہ بردہ شریف میں ہے:

فَإِنَّهُ شَفَّسَ فَضْلَهُ كَوَاكِبَهَا  
يُظْهِرُونَ أَتَوَارَها لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ  
یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب فضل ہیں اور انبیاء سارے ہیں، جس کے انوار تاریکی میں لوگوں کے لیے ظاہر ہوئے ہیں۔

اور آپ کی ذات میں حسن و جمال اس شان کا موجود ہے کہ اس قسم کا حسین و جمیل نہ کوئی آپ سے پہلے پیدا ہوا اور نہ بعد میں ہوگا۔ علامہ شرف الدین بو صیری بیان فرماتے ہیں:

فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ  
تَحْتَ اصْطِفَاءِ حَبِيبَتَا بَارِئِ النَّسَمِ  
مُكَرَّمَةً عَنْ شَرِّكَ فِي تَحَابُّبِهِ  
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ عَذْوٌ مُنْقَبِحٌ  
یعنی اللہ نے آپ کو معنوں اور صورتاً مکمل فرمادیا ہے، پھر آپ کو اپنا حبیب بنایا۔ آپ کے محاسن ہر طرح کی شرکت سے پاک ہے۔ آپ میں ایسا جوہر حسن ہے جس کی تقسیم ممکن نہیں۔

اور احسان و انعام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت پر اتنا کثیر ہے جس کا نہ شمار ہے نہ حساب، دنیا میں بھی کہ صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائی اور آخرت میں بھی شفیق بن کر دوزخ سے چھڑا کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔ اب جب یہ ثابت ہو گیا کہ تینوں صفیں جو موجب محبت و الفت بنتی ہیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں، تو طبیعتاً انتہائی ہے کہ امت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعلیٰ درجے کی محبت ہونی چاہیے۔ چہ جائیکہ خود مالک

حق اللہ تبارک و تعالیٰ بھی آپ کے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ مالک حقیقی اپنے محبوب کے ساتھ محبت کرنے کا حکم اس شان سے دیتا ہے: قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ  
فَأَخَوَانُكُمْ فَأَوْزَاؤُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ هَافِظَةٌ لِّسُلُوكِهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا  
وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبُّ إِلَيْكُمْ قَوْلَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ  
بِأَمْرٍ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ۔ (سورہ: توبہ، آیت: 24)

ترجمہ: اے محبوب! آپ فرمادیں (کہ اے لوگو!) اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا کنبہ، تمہاری کمائی کے مال اور وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہارے پسند کیے ہوئے مکان تم کو اللہ اور اللہ کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتار دے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

فائدہ: اولاً اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے یہاں تک کہ ماں باپ اور اولاد سے بھی زیادہ۔ ثانیاً دشمنانِ نبی کو عذاب کی دھمکی دی۔ ثالثاً یہ بتایا کہ جن کے دلوں میں محبت نبوی نہیں وہ فاسق ہیں، اگرچہ وہ کتنی ہی عبادت کرتے ہوں۔

### حضور کی محبت کے بغیر ایمان نامکمل ہے

خود شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت کا حکم دیا اور اس کو مدارِ ایمان قرار دیا ہے۔ حضرت انس روایت کرتے ہیں: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدٌ كُنْهَ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ (بخاری، ج: ۱، ص: 7)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی بھی مومن نہیں ہو سکا جب تک کہ میں اس کے والدین اور اس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

فائدہ: ایک روایت میں مِنْ أَهْلِهِ وَقَالَهُ بَعَثَ إِلَيَّ رَسُولٌ مِنْ نَفْسِي بِمِثْلِي آیا ہے اور ایک روایت میں مِنْ نَفْسِي بِمِثْلِي آیا ہے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 346، انوار محمدیہ، صفحہ: 410)

لہذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنے ماں

باپ، اولاد اور اپنے نفس و مال غرض کہ ہر شے سے زیادہ ہوئی چاہیے ورنہ ایماندار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مدار ایمان ہے۔

### محبت رسول حلاوت ایمان ہے

جس قلب میں محبت رسول نہیں ہے اس کے ایمان میں مٹھاس نہیں، اگرچہ وہ لاکھوں کروڑوں مرتبہ کلمہ طیبہ زبان سے پڑھتا رہے۔ ہاں! جس کے دل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کامل ہے، اس کے ایمان میں ضرور مٹھاس ہے اور وہ اپنے ایمان میں صادق ہے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قُلْتُ مَنْ كُنَّ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ لِلَّهِ وَرَسُولِهِ أَحَبَّ إِلَيْهِ  
يَعْنِيَا هُنَا وَأَنْ تُحِبَّ الْمَوَدَّةَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ وَأَنْ يُكْفِرَ أَنْ يَتَوَدَّ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْفِرُ أَنْ  
يُقَدِّفَ فِي النَّارِ۔ (بخاری، جلد اول، صفحہ: 7)

ترجمہ: جس شخص میں یہ تین خصلتیں ہوں وہ حلاوت ایمان سے سرفراز ہوگا۔ اول اللہ اور اللہ کے رسول ان کے غیر سے زیادہ محبوب ہو۔ دوم کسی کو دوست بنائے تو اللہ تعالیٰ کے لیے۔ سوم کفر میں لوٹنے کو ایسے ہی ناپسند جانے جیسے کہ وہ آگ میں گرے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

### حضرت فاروق اعظم کا ایمان

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ إِخْدِ بِبَيْتِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تُدْرِكُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ عَمَلٍ شَيْئٍ إِلَّا نَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ فَإِنَّهُ الْآنَ وَاللَّهِ لَا تُدْرِكُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآنَ يَا عُمَرُ۔ (بخاری، جلد دوم، صفحہ: 981)

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ حضرت عمر کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یقیناً آپ میرے نزدیک ہر شے سے

زیادہ محبوب ہیں مگر میرے نفس سے زیادہ نہیں۔ نبی کریم نے فرمایا کہ نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں جان ہے! یہاں تک کہ میں تیرے نزدیک تیرے نفس سے زیادہ محبوب ہو جاؤں۔ حضرت عمر نے عرض کیا کہ اللہ اب آپ میرے نفس سے زیادہ محبوب ہیں۔ نبی کریم نے فرمایا کہ عمر! اب تو نے حقیقت کو پہچان لیا۔

حافظہ: راوی کا یہ قول کہ وَهُوَ إِخْدِ بِبَيْتِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ یعنی آپ نے حضرت کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر کے ساتھ کمال محبت اور انتہائی الفت و اتحاد تھا۔ صاحب مواہب اللدنیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلی مرتبہ اپنے نفس کو استیسا کرنا اس وجہ سے تھا کہ انسان لو اپنے نفس کے ساتھ طبعی محبت ہوتی ہے، لہذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب بحکم طبع دیا، پھر جب تامل کیا اور بدلائل عقلیہ پہچانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے نزدیک ان کے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہونا چاہیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و آخرت میں ان کی نجات کا باعث ہیں، لہذا بعد تامل و غور آپ نے فوراً عرض کیا کہ آپ میرے نزدیک میرے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہان کے لوگوں، تمام دنیا کی چیزوں سے زیادہ محبوب رکھنا اور ایمان اور مدار نجات ہے، بلکہ نبی کریم سے محبت رکھنا عین ایمان اور ایمان کی بھی جان ہے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 347)

### محبت مصطفیٰ کا ثواب و اجر

اب ذرا یہ بھی سن لو کہ محبت رسول، اہل ایمان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتی ہے۔ یہ محبت اہل ایمان کو جنت میں پہنچا دیتی ہے اور جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَوَدَّةُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَلَهُ مَا لَكَ نَفْسُكَ۔ (ترمذی، جلد دوم، صفحہ: 61)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور اس کے لیے وہی ہوگا جو اس نے حاصل کیا ہوگا۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ اَمْنِي قِيَامَ السَّاعَةِ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ: أَفَنَ السَّائِلُ عَنْ قِيَامِ السَّاعَةِ فَقَالَ الرَّجُلُ: أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ رَسُولُ اللَّهِ: مَا أَعَدْتُ لَهَا، قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَعَدْتُ لَهَا كَيْفَ صَلَواتُكَ وَلَا صَوْمُكَ إِلَّا أَنِّي أَحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَّهتَ فَمَا رَأَيْتَ فَرَحَ الْمُسْلِمِينَ بَعْدَ الْإِسْلَامِ فَزَحَّضْهَا.

ترجمہ: یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور جب نماز پوری کر لی، تو فرمایا کہ قیامت سے متعلق سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کی کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے اس کے واسطے نہ تو بہت نمازیں اور نہ زیادہ روزے رکھے ہیں، البتہ اللہ اور اس کے رسول کو میں دوست رکھتا ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور تم بھی اپنے محبوب کے ساتھ ہو گے۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کو بعد اسلام کسی شے سے اتنا خوش ہونے نہیں دیکھا جتنا کہ اس گلے کوں کروہ لوگ خوش ہوئے۔

اور یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے:

إِنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَى السَّاعَةِ، يَأْزِمُوهَ اللَّهُ بِفَعْلٍ، مَا أَعَدَّ لَهَا، قَالَ: مَا أَعَدَّ لَهَا مِنْ كَثِيرٍ صَلَوةٍ وَلَا صَوْمٍ وَلَا صدَقَةٍ وَلَكِنِّي أَجِبُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَالَ: أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ. (بخاری، جلد دوم، صفحہ 911)

ترجمہ: ایک شخص نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! قیامت کب ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے نہ زیادہ نمازیں، نہ زیادہ روزے اور نہ زیادہ صدقہ کیا ہے، البتہ! اللہ اور اس کے رسول کو میں دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی، اگر ذرا براچنے آقا کی زیارت سے مشرف نہ ہوتے تو بے قرار ہو جاتے۔ ایک روز اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو چہرے کا رنگ فقی، خستہ اور نہایت غمگین ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حال ملاحظہ فرماتے ہوئے فرمایا: آج چہرے کا رنگ کیوں اڑا ہوا ہے اور غمزدہ کیوں ہو؟ تو انھوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نہ مجھے بیماری ہے اور نہ کوئی درد ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جب آپ کا جمال مبارک نظر نہیں آتا تو سخت پریشان اور متحوش ہو جاتا ہوں، یہاں تک کہ خدمت والا میں حاضر ہو کر جمال جہاں آرا سے مشرف ہوتا ہوں۔ پھر جب آخرت کو یاد کرتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ آپ کی زیارت سے محروم رہ جاؤں گا، کیوں کہ آپ وہاں اعلیٰ مقام پر تشریف رکھتے ہوں گے، اگر میں جنت میں داخل ہو بھی گیا تو ادنیٰ درجے میں رہوں گا اور اگر جنت میں داخل نہ ہوا تو آپ کو کبھی بھی نہ دیکھ سکوں گا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تسلی کے لیے یہ آیت نازل فرمائی: وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ (سورہ نسا، آیت: 24)

ترجمہ: جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء و صالحین کی رفاقت میں۔

حضرت انس بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ أُحْبِبْنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ۔ (شفا، جلد دوم، صفحہ: 10؛ مدارج، جلد اول، صفحہ: 349)  
ترجمہ: جو مجھے دوست رکھے گا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

**فائدہ:** ان احادیث کریمہ سے پتہ چلتا ہے کہ عاشقانِ محمدی رسولِ پاک کے ساتھ جنت میں ہوں گے، مگر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ معیت سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ مومن رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درجے میں ہوگا، تاکہ درجے میں مساوات لازم آئے، اگرچہ بعض حدیثوں میں ہے: **كَانَ فِي كَرَجِيْنٍ**۔ بلکہ معیت سے مراد یہ ہے کہ اہل محبت جنت میں ایسے مقام پر ہوں گے کہ بلا حجاب اپنی آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں آرا کا مشاہدہ کریں گے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 346)

## صحابہ کرام اور ائمہ دین کی محبت

### صحابہ کرام کی محبت

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی محبت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنی زیادہ تھی کہ انھوں نے اپنے ماں باپ، اولاد، بہن بھائی اور اپنی جان و مال رحمت عالم کے قدموں پر نثار کر دیا تھا۔ حضرت ابن اسحاق ایک انصاری عورت کے متعلق لکھتے ہیں:

قِيلَ أَيْوَهَا وَأَخْوَهَا وَزَوْجَهَا يَوْمَ أُخِذَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ مَا فَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالُوا: خَذَرَاهُ وَخَتَمُوا اللَّهُ كُنْزًا مُخْتَفِينَ. قَالَتْ: أَرَيْتِيهِ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَيْهِ فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ: كُلُّ مَصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ.

(شفا، جلد دوم، صفحہ: 18، مدارج، جلد اول، صفحہ: 380، انوار محمدیہ، صفحہ: 411)

ترجمہ: جنگ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس کے باپ، بھائی اور خاوند شہید ہو گئے۔ لیکن اس نے پوچھا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا کہ بھرا اللہ! آپ بخیر ہیں، جیسا کہ تو دوست رکھتی ہے۔ عورت نے کہا کہ مجھے دکھاؤ تاکہ میں اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھوں۔ جب اس نے آپ کو دیکھ لیا تو کہا کہ ہر مصیبت آپ کے بعد آسان اور چھوٹی ہو گئی۔

بعض روایتوں میں یوں ہے کہ جنگ اُحد کے دن مدینہ منورہ میں یہ (جمہوری) خیر مشہور ہو گئی کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے، تو مدینہ منورہ میں بہت سی عورتیں روتی اور فریاد کرتی ہوئی شہر سے باہر نکلیں، ان سب کے آگے ایک انصاری عورت تھی۔ محبت رسول سے اتنی سرشار تھی کہ میدان جنگ میں اس کا بھائی، شوہر اور باپ شہید ہو کر زمین پر پڑے ہوئے ہیں۔

پوچھتی ہے کہ یہ کس کا لاشہ ہے؟ بتایا جاتا ہے کہ یہ تیرا باپ ہے، یہ تیرا بیٹا ہے اور یہ تیرے خاوند کا لاشہ ہے، مگر ان کی جانب ذرا بھی التفات نہیں کرتی اور یہ پوچھتی ہے کہ بتاؤ میرے آقا کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ آپ آگے ہیں، اس پر بھی اس کو صبر نہیں آتا، وہ آگے جاتی ہے اور اپنے آقائے رحمت کو دیکھتی ہے اور آپ کا کپڑا مبارک پکڑ کر عرض کرتی ہے: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، جب آپ سلامت ہیں تو مجھے کسی اور کے ہلاک ہونے یا شہید ہونے کی کوئی پروا نہیں۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 350)

### شیخین کی محبت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جان و فرزند مال و جان سب کچھ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر قربان کر دیا تھا۔ ایک روز بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں: وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا سَلَامَ لِي إِلَّا سَلَامًا لَأَبِي طَالِبٍ كَانَ أَفْقَرُ لِعَفْصِي مِنْ إِسْلَامِهِ يَغْنِي أَهْلًا أَهْلًا فَافَّةً ذَلِكَ لِأَنَّ إِسْلَامَهُ لَأَبِي طَالِبٍ كَانَ أَفْقَرًا لِعَفْصِيكَ.

(شفا، جلد دوم، صفحہ: 18، مدارج، جلد اول، صفحہ: 351)

ترجمہ: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! یقیناً ابوطالب کا اسلام لانا میرے باپ ابوقافہ کے اسلام سے زیادہ میری آنکھوں کو شہنشاہ پہنچانے والا ہے۔ ایسا اس لیے کہ ابوطالب کے اسلام لانے سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور آپ خوش ہوں گے اور میرے باپ کے اسلام لانے سے میں خوش ہوں گا اور آپ کی خوشی پر میں اپنی خوشی کو قربان کرتا ہوں۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا: إِنَّ تَسْلِيمَةَ أَحَبِّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يُسَلِّمَ الْخَطَّابُ لِأَنَّ ذَلِكَ أَحَبُّ إِلَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (شفا، جلد دوم، صفحہ: 18، مدارج، جلد اول، صفحہ: 351)

ترجمہ: مجھے آپ کا اسلام لانا میرے باپ خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے، کیوں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔

## حضرت علی کی محبت

لوگوں نے حضرت مولیٰ علیؑ کی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت ہے؟ آپ نے فرمایا: كَانَ وَاللَّهِ أَحَبَّ إِلَيْنَا مِنْ أَمْوَالِنَا وَأَوْلَانَا وَأَنَا لِنُفَاتِنَا وَأَمَّتْهَا نِسَاءُ وَمِنْ النَّبَاءِ النَّبِيُّ دَعَى الْقَتْلَ (شفاء: ج ۲: ص ۱۸، مدارج، جلد اول، صفحہ: 348) ترجمہ: واللہ! آپ ہم کو اپنے مال، بال بچوں، آباد و جداد، ماؤں اور بیٹیاں کے باوجود ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب ہیں۔

## حضرت عبداللہ ابن عمر کی محبت

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایک دفعہ پاؤں سوچ گیا تو آپ کو کہا گیا: أَذْكَرُ أَحَبَّ النَّاسِ إِلَيْكَ يَزِيلُ عَنْكَ قَضَاكَ يَا مُعْتَمِدًا هَذَا فَانْقَضَتْ (شفاء، جلد دوم، صفحہ: 18، مدارج، جلد اول، صفحہ: 351) ترجمہ: جو تجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے اسے یاد کرو، تو انھوں نے بلند آواز سے کہا کہ یا محمد! چنانچہ اس کا پاؤں اچھا ہو گیا۔

حافظہ: اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام لوگوں حتیٰ کہ ماں، باپ، اولاد، مال و جان سے بھی زیادہ محبت ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ وقت مصیبت اپنے آقا کو پکارنا اور ندا کرنا افضل صحابہ ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ ہمارے آقا اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کو وقت مصیبت پکارا جائے تو آپ سننے میں اور مدد کرتے ہیں۔ کتنے بد بخت ہیں وہ بد عقیدہ جو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کو شرک اور بدعت کہتے ہیں۔

تو کیا ان کے نزدیک (معاذ اللہ) ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عمل مشرکانہ ہے؟ گویا ان کے نزدیک سوائے چند بد عقیدوں کے کوئی مسلمان ہے ہی نہیں۔

## زید بن دشنہ کی محبت

حضرت زید بن دشنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کفار مکہ کے ہاتھوں میں گرفتار تھے، جس وقت کفار نے آپ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لایا، تو ابوسفیان نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے زید! میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تو اس بات کو دوست رکھتا ہے کہ اس وقت تیری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے اور ان کو تیرے بدلے قتل کیا جاتا اور تو آرام سے اپنے گھر میں ہوتا۔ تو زید نے کیا ہی اچھا اور محبت بھرا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ میرے آقا و مولیٰ آرام سے اپنے گھر میں تشریف فرما ہوں، بلکہ میں تو اس کو بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ آپ کے دست اقدس میں کاٹا چمچے اور میں گھر میں آرام سے بیٹھا ہوں، پھر ابوسفیان نے کہا تَعَاذُ أَثَيْتُ مِنْ النَّاسِ أَحَدًا كَحَبِ أَهْضَابِ مُعْتَمِدٍ مُعْتَمِدًا (شفاء، جلد دوم، صفحہ: 19، مدارج، جلد اول، صفحہ: 350) ترجمہ: لوگوں میں سے کسی ایک کو بھی میں نے نہیں دیکھا کہ وہ کسی سے ایسی محبت رکھتا ہو جیسا کہ اصحاب محمد و محمد کو دوست رکھتے ہیں۔

## ایک صحابیہ کی محبت

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک عورت بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئی اور خدا کی قسم کھا کر کہا: مَا خَرَجْتُ مِنْ بُغْيُ زَوْجٍ وَلَا رَغْبَةٍ بِأَزْوَاجٍ عَنْ أَزْوَاجٍ وَمَا خَرَجْتُ إِلَّا حُبًّا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ (شفاء، جلد دوم، صفحہ: 19، مدارج، جلد اول، صفحہ: 350) ترجمہ: میں خاوند کے بغض کی وجہ سے باہر نہیں نکلی اور نہ ہی مجھے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی رغبت ہے، اگر کبھی نکلی تو صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت کے لیے۔

## حضرت ابو ہریرہ کی محبت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حد تک تھی کہ

ساری عمر گھری نہیں بنایا، ہر وقت جمال جہاں آرا سے مشرف ہوتے رہتے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں سنتے رہتے، بلکہ ساری عمر احادیث کریمہ کے سنتے اور روایت کرتے میں گزاردی۔

### حضرت عبداللہ ابن عبد اللہ ابن ابی کی محبت

ایک سفر میں عبداللہ بن ابی ریحس منافقین نے کہا: لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجُنَا عَنْهَا الْعَزَّ بِمَنْهَا الْأَكْثَلُ۔ یعنی ہم مدینہ کو لوٹیں گے تو ضرور عزت والے ذلیل کو مدینہ سے نکال دیں گے، یعنی اس نے اپنے آپ اور ساتھیوں کو عزت والا کہا اور شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو ذلیل کہا، (العیاذ باللہ)۔ اس کے بیٹے جن کا نام بھی عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا اور مسلمان تھے، جب ان تک اپنے باپ کا یہ کلمہ ملعونہ پہنچا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اگر اس کلمہ ملعونہ کی وجہ سے میرے باپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیں کہ میں اس گستاخ کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں، مگر آپ نے اس کی اجازت نہ دی۔

(فتح الباری، حاشیہ: ۱، بخاری)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لو مارے کہ مدینہ کے باہر کھڑے ہو گئے اور باپ سے کہا کہ اپنی زبان سے کہو! اَنَا أَكْثَلُ النَّاسِ وَأَخْصَابُ مُحَمَّدٍ أَكْثَرُ النَّاسِ۔ ورنہ میں تیرا سر کاٹ دوں گا۔ باپ نے پوچھا کہ کیا ایسا ہی کرے گا؟ حضرت عبداللہ نے کہا کہ ہاں! اس نے یہی الفاظ کہے، تب جا کر آپ نے اُسے چھوڑ دیا۔ (مدارج، صفحہ: 355)

### حضرت زید بن عبداللہ انصاری کی محبت

حضرت زید بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت تھی۔ ایک روز اپنے باغ میں کام کر رہے تھے اور بیٹے نے آکر یہ خبر سنا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پاک ہو گیا تو یہ سن کر اس طرح دعا مانگی:

اللَّهُمَّ احْبَبْ بَصْرِي حَتَّى لَا أَرَى بَعْدَكَ حَبِيبِي مُحَمَّدًا أَحَدًا۔

ترجمہ: یا اللہ! مجھے اندھا فرما دے تاکہ میں ان آنکھوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نہ دیکھوں۔ چنانچہ ان کی دعا مقبول ہوئی اور وہ اندھے ہو گئے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 351، انوار محمدیہ، صفحہ: 413)

### حضرت خالد بن معدان کی محبت

حضرت خالد بن معدان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ کے چاند سردار درو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنی محبت تھی کہ ہر وقت ان کی زبان آپ کی یاد میں سرشار رہتی تھی۔ آپ کی دختر نیک حضرت عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے والد گھر میں سونے کو تشریف لاتے تو رسول کریم اور آپ کے صحابہ مہاجرین و انصار کے ساتھ اپنے شوق و محبت کو ظاہر کرتے اور ہر ایک کو نام بتام یاد کرتے اور کہتے: هُوَ أَضْيَى وَقَضِيٌّ وَالنَّبِيُّ أَحَبُّ قَلْبِي۔ یہ حضرات میری اصل اور فرع ہیں، یعنی ان میں سے بڑے میرے باپ کے مثل ہیں اور چھوٹے مثل اولاد کے ہیں، انہی کی جانب میرا دل میلان کرتا ہے اور ان کی ملاقات کے شوق کا زہاں دروازہ ہو گیا ہے اور پھر یہ دعا مانگتے: فَتَجْعَلْ رَبِّي قَبِيضِي الْيَتِيمَ۔ اے رب امیری روح قبض فرما تاکہ میں ان سے جا کر ملوں اور روتے اور بار بار یہی فرماتے یہاں تک کہ سو جاتے۔

(شفا، جلد دوم، صفحہ: 17، مدارج، جلد اول، صفحہ: 350)

### ایک خاتون کی محبت

ایک عورت نے اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے واسطے نبی کریم کی قبر انور کو ڈرا کھول دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے کہنے سے نبی کریم کی قبر انور کو کھول دیا۔ وہ عورت نبی کریم کی قبر انور کو دیکھ کر بے اختیار رو پڑی اور روتے روتے جان دے دی۔ (شفا، جلد دوم، صفحہ: 18)

ملاحظہ: ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اسلاف میں رسول اللہ سے کتنی محبت تھی کہ کوئی آپ کی جدائی میں بے قرار ہے، تو کوئی رورہا ہے اور کوئی فراق کے صدمے میں اپنی جان

قربان کر گیا، مگر ایک ہم لوگ ہیں جو اس محبت میں ناقص نظر آتے ہیں۔ ہم سے تو وہ گدھے سے بھی بہتر تھے جنہوں نے اپنے مالک و مولیٰ کی محبت میں اپنی جانیں دے دیں۔

ابن مساکر نقل کرتے ہیں کہ سیدہ عالمہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کو فتح فرمایا تو آپ نے ایک گدھے سے کلام کیا اور گدھے نے آپ کے ساتھ کلام کیا۔ آپ نے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام یزید بن شہاب بتایا اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے میرے جد کی نسل سے ساتھ گدھے پیدا فرمائے، ان میں ہر ایک پر ہمیشہ پیغمبر سوار ہوتے رہے۔ اب اس نسل میں سوائے میرے اور پیغمبروں میں سوائے آپ کے کوئی باقی نہیں رہا، لہذا میں امید رکھتا ہوں کہ آپ مجھ پر سواری فرمائیں گے۔ آج تک میں ایک یہودی کے پاس رہا، جب وہ مجھ پر سوار ہوتا تو میں قصداً اسے گرا دیتا، وہ مجھے مارتا اور بھوکا رکھتا۔ آپ نے فرمایا کہ اب تیرا نام بغفور ہوگا، اس کے بعد وہ آپ کی خدمت میں رہتا۔ جب آپ کسی کو بلانا چاہتے تو اس گدھے کو بھیج دیتے، وہ جا کر دروازے پر اپنا سر رکھتا۔ جب گھروالا باہر آتا تو وہ اشارہ کرتا کہ تجھے تاجدارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم طلب فرماتے ہیں۔ جس دن مدینہ کا چاند غروب ہوا، تو اس گدھے کو تابِ مفارقت نہ رہی، روتے ہوئے ایک کنوئیں میں گرا اور مر گیا۔ (مدارج، ج: ۱، ص: 231، شفا، ج: ۱، ص: 207)

مولیٰ تعالیٰ! مجھ گنہگار سے تو وہ گدھے بھی بدرجہا اچھے تھے جنہوں نے اپنی جانیں محبت مصطفیٰ میں قربان کر دیں۔ اس گنہگار کو بھی اپنے محبوب کی محبت کا سزا چکھوا، اگرچہ تھوڑی سی۔

(آمین یا رب العالمین)

☆☆☆

اٹھائیسواں وعظ

## محبت نبوی کی علامتیں

حضرات اہل شیعہ کی شناخت و پہچان کے لیے کوئی نہ کوئی علامت و نشانی ہوتی ہے، جس کے ذریعے سے وہ شیعہ جانی پہچانی جاتی ہے، اسی طرح علمائے عظام نے محبت نبوی کی علامات بتائی ہیں جن سے محبت نبوی کا پتہ چلتا ہے۔ یوں تو علامات کثیر ہیں مگر ان میں سے بعض علامات یہاں پیش کی جاتی ہیں:

### پہلی علامت

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہم علامت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کی جائے، یعنی آپ کی سنت کی مکمل پیروی کرنا اور آپ کی سیرت و صورت اختیار کرنا۔ جس سے منع فرمایا ہو اس سے رک جانا علامت محبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

قرآن مجید میں ہے: **إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ** (سورۃ آل عمران، آیت: 31)

ترجمہ: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت رکھے گا، تمہارے گناہوں کی مغفرت فرما دے گا اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اتباع رسول میں ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی محبت ایک ہے تو محبت رسول بھی اتباع رسول میں ہے۔

**حادثہ:** بندہ خدا تو یہ چاہتا ہے کہ میں محب ہوں اور اللہ محبوب ہو، مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم نے میرے حبیب کی اطاعت و اتباع کی تو میں خود محب بنوں گا اور تم میرے محبوب ہو گے۔

غرض کہ اتباع رسول، اللہ و رسول کی محبت کی علامت ہے اور اتباع رسول کی جزا یہ ہے کہ خود اللہ اتباع کرنے والوں کو اپنا محبوب بنالیتا ہے۔ (الوارمحمدیہ، صفحہ: 414)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی اتباع کو علامت محبت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:  
مَنْ أَحْبَبَنِي فَقَدْ أَحْبَبَنِي وَمَنْ أَحْبَبَنِي كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ (ترمذی، ج: ۲، ص: ۱۲)  
ترجمہ: جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے محبوب بنانا اور جو میرے ساتھ محبت رکھے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

ثابت ہو کہ اطاعت و اتباع رسول کے بغیر محبت رسول ناقص و ناتمام ہے۔  
مسلمانو! کیا ہم میں بھی اطاعت رسول مکمل ہے، یا ناقص ہے؟ کیا ہم نئی روشنی اور نئی تہذیب والے انگریزی خوال محمد رسول اللہ کی اطاعت کرتے ہیں یا یورپ کے دیوتاؤں کی؟

## دوسری علامت

علامت محبت رسول میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کثرت سے کیا جائے، فرمایا گیا ہے: فَمَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرًا ذَكَرًا، یعنی جس کے ساتھ جتنی محبت ہوتی ہے اس کا ذکر اتنا ہی کیا جاتا ہے۔ کثرت ذکر رسول کی سعادت علم حدیث کی خدمت اور سیرت کی کتابوں کے مطالعے سے حاصل ہوتی ہے، علم حدیث کو پڑھنے پڑھانے والوں کی زبان پر اپنے رسول پاک کے اقوال و افعال اور آپ کی صفات کے نغے گو بجتے رہتے ہیں۔ ان محدثین کو گویا صحابہ کرام سے ایک قسم کی مشارکت و مشابہت ہوتی ہے، جیسا کہ صحابہ کرام اپنے آقا و مولیٰ کے احوال و اقوال پر مطلع تھے ایسا ہی محدثین بھی مطلع ہوتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ صحابہ کرام کو صحبت صوری حاصل تھی جو ایک ایسا شرف ہے جو غیر صحابہ کو حاصل نہیں ہو سکتا اور محدثین صحبت صوری سے محروم ہیں، مگر صحبت معنوی سے ضرور مشرف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:  
فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ - تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے متعلق ہیں، لہذا جب کوئی امتی نبی کریم کو کثرت سے یاد کرے گا تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو بہت یاد فرمائیں گے۔ کتنے سعادت مند ہیں وہ محدثین جن کی زبانوں پر

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: هُوَ تَابِعٌ - (مدارج، جلد اول، ص: 353)

## تیسری علامت

تیسری علامت محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہے کہ نبی کریم کی پوری پوری توقیر و تعظیم کی جائے اور آپ کے ذکر شریف کے وقت خشوع و خضوع کا اظہار کیا جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَتَعَزَّوْا وَتُؤَذُّوْا - میرے محبوب کی تعظیم و توقیر کرو۔ آپ کے وصال کے بعد جب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین آپ کا ذکر کرتے تو اتنا خشوع و خضوع پیدا ہو جاتا کہ تعظیم و بیت و جلالت رسول کی وجہ سے ان کے روگئے کھڑے ہو جاتے تھے، اسی طرح تابعین اور تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔ حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کثیر المزارع اور فس کھ تھے، مگر جب ان کے سامنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کیا جاتا تو ان کا رنگ زرد ہو جاتا تھا۔ (شفاء، جلد دوم، صفحہ: 33، مدارج، جلد اول، صفحہ: 353)

اسی طرح حضرت عبدالرحمن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کا حال تھا کہ جب ان کے سامنے رسول پاک کا ذکر کیا جاتا تو ایسے معلوم ہوتے کہ ان کے بدن سے خون کھینچ لیا گیا ہے اور منہ میں زبان خشک ہوگئی۔ (شفاء، جلد دوم، صفحہ: 34)

عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روبرو جب ذکر رسول ہوتا تو اتنا روتے کہ آنکھوں میں آنسو باتی نہ رہتے۔ (شفاء، جلد دوم، صفحہ: 34، مدارج، جلد اول، صفحہ: 354)  
حضرت صفوان بن سلیم جو زہاد اور عابد تھے، جب ان کے پاس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا تو روتے ہی رہتے اور اتنا روتے کہ پاس بیٹھنے والے لوگ ان کو چھوڑ کر چلے جاتے۔ (شفاء، جلد دوم، صفحہ: 34، مدارج، جلد اول، صفحہ: 354)

## چوتھی علامت

چوتھی علامت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بہت شوق ہو، کیوں کہ قاعدہ ہے: كُلُّ حَبِيبٍ يُحِبُّ لِقَاءَ حَبِيبِهِ - ہر محب اپنے محبوب کی زیارت و ملاقات کو محبوب جانتا

ہے اور کہا گیا ہے: **الْمَحَبَّةُ هِيَ الشَّوْقُ إِلَى الْحَبِيبِ**۔ محبت کا معنی ہے کہ اپنے محبوب کے دیدار کا شوق ہو۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 345، شفاء، جلد دوم، صفحہ: 20)

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام کو جب اپنے آقا کی زیارت کا شوق سخت ہو جاتا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر جمال جہاں آرا کے مشاہدے سے اپنا شوق پورا کرتے تھے۔ حدیث اشعریین میں آیا ہے کہ مدینہ طیبہ میں داخل ہوتے وقت یہ رجز پڑھتے تھے: **غَدَا تَلَقَى الْأَجْبَةُ مُحَمَّدًا وَصَحْبَهُ**۔ قیامت میں محب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی زیارت کریں گے۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 354، شفاء، جلد دوم، صفحہ: 20)

**فائدہ:** اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اسلاف میں زیارت رسول کا کتنا جذبہ تھا مگر اک بد نصیب و بد عقیدہ لوگ ہیں جو زیارت رسول کو ممنوع ہی نہیں بلکہ شرک و بدعت کہتے ہیں۔ ”شدرحال“ کی حدیث کا غلط مطلب بیان کر کے عاشقان رسول کے روضہ انور کی طرف سفر کرنے کو روکتے ہیں، حالانکہ روضہ انور کی طرف سفر کرنا اور آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا ہے جو محبت رسول کریم کی علامت ہے۔

معلوم ہوا کہ بد عقیدوں میں محبت رسول کریم نہیں ہے، اور یہ لوگ صرف زبانی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ان کے قلوب قاسیہ میں ذرہ بھر بھی محبت رسول پاک نہیں ہے۔

### پانچویں علامت

پانچویں علامت کا تعلق ہمارے مولیٰ و آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، یعنی اس چیز سے محبت رکھنا، خواہ وہ آپ کے ملک عرب کا رہنے والا ہو یا آپ کی اہل بیت سے ہو، یا انصار و مہاجرین میں صحابہ کرام ہوں۔ قاعدہ ہے کہ دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے اور ان کا دشمن، دشمن ہوتا ہے، لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اہل ایمان کے بھی دوست ہیں اور صحابہ کرام کے دشمن بھی اہل ایمان اور عاشقان رسول کے دشمن ہیں۔ اس کے علاوہ خود اپنے ملک کے رہنے والوں سے محبت کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت ابن عمر کی روایت ہے **يَمُنْ أَحَبُّ الْعَوَّاتِ قَبِيضِي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ قَبِيضِي أَبْغَضَهُمْ**۔ (شفاء، جلد دوم، صفحہ: 11)

ترجمہ: جس نے اہل عرب سے محبت رکھی تو میری محبت کے سبب ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے ساتھ بغض کے سبب ان سے بغض رکھا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **مَنْ عَشَى الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِي شِقَا عَجِيٍّ وَلَمْ يَنْتَلِ مَوْتِي**۔ (ترمذی، ج: ۲، ص: 232) ترجمہ: جس نے اہل عرب کو دھوکہ دیا وہ میری شفاعت میں نہیں داخل ہوگا اور اس کو میری دوستی فائدہ نہیں دے گی۔

خود سرکار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ محبت رکھنے کا اعلان فرمایا:

**اللَّهُ فِي أَصْحَابِي لَا تَنْتَحِدُوا هُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِعِشِّي وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِغْضِي**۔ (ترمذی، جلد دوم، صفحہ: 226)

ترجمہ: اللہ سے خوف کرو، اللہ سے ڈرو، میرے اصحاب کے بارے میں۔ میرے بعد تم انہیں نشانہ طعن نہ بناؤ۔ جس نے ان سے محبت رکھی تو اس نے میری محبت کے سبب ان سے محبت رکھی اور جس نے ان سے بغض رکھا اور ان کو اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو عذاب میں پکڑ لے۔

**فائدہ:** اس سے خوب واضح ہو گیا کہ صحابہ کا دوست اللہ و رسول کا دوست ہے اور صحابہ کا دشمن اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے اور وہ عتق رب عذاب الہی میں گرفتار ہوگا۔ معلوم ہوا کہ روافض دشمنان خدا و رسول ہیں، ان کے ساتھ دوستی اور میل ملاپ رکھنا عذاب الہی میں گرفتار ہونا ہے۔ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا:

**أَلْفُكُمْ إِلَيَّ أَجِبْتُكُمْ فَأَجِبْهُمْ**۔ (بخاری، جلد اول، صفحہ: 53، ترمذی، جلد دوم، صفحہ: 319) ترجمہ: اے مولیٰ! میں حسنین کریمین سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت رکھو۔

**فائدہ:** ثابت ہوا کہ جس ذات اور شے کا تعلق ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، اس سے محبت رکھنی اور ایمان ہے، کیوں کہ آپ کی اولاد و جگر کے ٹکڑے ہیں اور صحابہ کرام دین

کے ستون اور نبی کریم کے جاں نثار ہیں، ان سے محبت رکھنی ضروری اور لازمی ہے، مگر اہل ایمان تو ہر اس شے سے تعلق رکھتے ہیں جو بارگاہ رسالت میں پسند اور مرغوب تھی، اگرچہ وہ ظاہر نظر میں ایک معمولی شے سمجھی جاتی ہو اور گوش ہوش سے سنو! حضرت ابوطالب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ کدو شریف تناول فرما رہے ہیں اور زبان مبارک سے یہ فرما رہے ہیں: **يَا لَيْلَ لَيْسَ بِكَ شَيْءٌ أَجْبَحُكَ إِلَى الْحَبِّ وَرَسُولِي** اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا لَكَ (ترمذی، جلد دوم، صفحہ 7)

ترجمہ: اے درخت! تیرا کیا کہنا کہ تو مجھے کتنا بہت محبوب ہے، کیوں کہ تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب جانتے تھے۔

### چھٹی علامت

محبت رسول کی چھٹی علامت یہ ہے کہ علمائے امت و صلحائے امت اور اولیائے امت سے دوستی رکھنا اور اولیائے کرام کے دشمنوں جیسا کہ بدعتیہ ہیں ان سے دشمنی رکھنا ہے۔ خود اللہ کریم کا یہی حکم ہے، وہ فرماتا ہے: **لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَدُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحِهِ وَيُؤْتِيهِمْ حُسْبٍ فَتَحْزَنُ مِنْهُمْ أَطْفَالُ الَّذِينَ يَدِينُونَ** فَيَبْهَرُونَ لِلَّهِ عَنْهُمْ وَرَاضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورہ مجادلہ، آیت: 22)

ترجمہ: تم ان لوگوں کو نہ پاؤ گے جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی رکھیں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی، اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں، یہ وہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کو مدد کی اور انہیں باغوں میں لے جائے گا جن کے پیچھے نہریں جاری ہیں۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، یہ اللہ کی جماعت ہے۔ خبردار! اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور صلحائے امت و اولیائے

امت کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی رکھنا، اگرچہ باپ، بیٹا، بھائی اور قریبی رشتہ داری کیوں نہ ہو، کامل ایمان ہے، اور اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہوتا ہے اور اپنی رحمتوں کی بارش برساتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام نے محض رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر اپنے باپوں، بھائیوں اور دوستوں کو قتل کر دیا اور ذرہ برابر پرداہ نہ کی۔ ان میں سے صرف ایک واقعہ لکھتا ہوں کہ عبداللہ بن ابی کے بیٹا جن کا نام بھی حضرت عبداللہ تھا، مخلص مومن تھے اور باپ ان کا رئیس منافقین تھا۔ ایک دفعہ اس منافق نے کہا تھا: **لَكِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لِيُخْرِجَنَا الْأَعْرَابُ مِنْهَا الْأَخْلَاءُ**۔ اس کی مراد اعز سے اپنی ذات تھی اور اذل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ تھے، تو اس کے سگے بیٹے حضرت عبداللہ نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ فرمائیں تو اپنے باپ کا سر کاٹ کر قدموں پر ٹٹا کر رکھ دوں، (مگر آپ نے اجازت نہ دی) پھر جب اس منافق نے مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت کی تو حضرت عبداللہ اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر مدینہ طیبہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اس منافق سے کہا کہ اپنی زبان سے ان کلمات ملعونہ کے بدلے میں یہ کہہ: **أَنَا الْأَخْلَاءُ النَّائِسُ وَأَصْحَابُ مُحَمَّدٍ أَعْرَابُ النَّائِسِ**۔ یعنی یہ کہہ کہ میں ذلیل ہوں اور رسول پاک کے صحابہ عزت والے ہیں، ورنہ میں ابھی تیرا سر گردن سے جدا کر دوں گا۔ منافق نے کہا کہ تو جی کہتا ہے کہ ایسا ہی کرے گا؟ فرمایا کہ ہاں! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ تب اس منافق نے یہ الفاظ کہے تو اس کو زندہ چھوڑا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ 355)

یہ ہے محبت رسول اور محبت صحابہ! اسی طرح دو بھائی تھے جن کا نام خویصرہ اور حبیبہ تھا، ان میں سے چھوٹا ایمان لے آیا تھا اور بڑا نہ لایا تھا۔ چھوٹے کو سر کاٹ کر اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے قتل کرنے کا حکم دیا تھا جو بڑا فسادی تھا۔ بڑے بھائی نے کہا کہ تو ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتا ہے کہ اس کی نعمت کا اثر میرے شکم کی چربی میں موجود ہے۔ یہ سن کر چھوٹے بھائی نے کہا کہ جو کچھ بھی ہو، اگر شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تیرے قتل کا بھی حکم صادر فرمائیں تو بھی میں ذرا دیر نہ کروں، فوراً قتل کر ڈالوں۔ یہ سن کر بڑے بھائی نے کہا کہ تیرا عجیب دین ہے اور عجیب محبت ہے۔ چنانچہ وہ بھی حلقہ بخش اسلام ہو گیا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ 355)

## دیگر علامات محبت رسول پاک

۱۔ علامت: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کی اُمت پر شفقت و رحمت کرنا اور اُن کو پسند و نصائح کرنا، اُن کو نفع پہنچانے کی کوشش و سعی کرنا اور مضمرات کو اُن سے دفع کرنا۔ کیوں کہ شفیع اُمت رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی اُمت پر اعلیٰ درجے کے شفیع و رحیم تھے، ہر وقت آپ کو اپنی اُمت کی بہترین مددگار ہوتی تھی اور اُمت کا خلیوں میں پڑنا گراں خاطر ہوتا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ۔

(سورہ توبہ: 128)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس رسول تمہیں میں سے تشریف لایا، جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، وہ تمہاری ہدایت کے حریص ہیں اور مومنوں کے لیے مہربان و رحم فرمائیں۔

فائدہ: حق تو یہ تھا کہ ہم اپنے بھائی مسلمان کی بہتری کو اپنی بہتری پر مقدم جانتے اور ان کی مضرت کو اپنی مضرت سمجھتے، کیوں کہ یہ رسول کریم کی محبت کی ایک علامت تھی، مگر افسوس! ہم کدھر جا رہے ہیں کہ ہم مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی آبروریزی میں پیش پیش رہتے ہیں، گویا مسلمانوں کو نقصان پہنچانا ہماری گتھی میں ہے اور کمزوروں، بیکسوں پر ظلم کرنا ہماری فطرت بن چکا ہے۔ (العیاذ باللہ)

۲۔ علامت: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ قرآن مجید سے محبت ہو، جو آپ پر نازل ہوا، اور جس کے باعث آپ بادی مہدی اور مخلص ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ۔ (شفاء، جلد دوم، صفحہ: 22)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق مکمل قرآن تھا۔

نیز یہ کہ قرآن کی محبت، اس کی تلاوت اور اس کے معانی میں تدبر کرنا، اس کے ادھر واپس پر عمل کرنا بھی محبت رسول کی پیمان ہے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی محبت کی علامت قرآن عظیم سے محبت کرنا ہے اور محبت قرآن کی علامت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور محبت رسول کی علامت آپ کی سنت کے ساتھ محبت رکھنا ہے اور آپ کی سنت سے محبت کی علامت آخرت کی محبت اور آخرت سے محبت کی علامت دنیا سے بغض رکھنا ہے اور دنیا سے بغض رکھنے کی علامت یہ ہے کہ دنیا کے مال کا ذخیرہ نہ کرے مگر وہی توشہ جو آخرت میں پہنچا دے۔ (شفاء، جلد دوم، صفحہ: 2، مدارج النبوة، جلد اول، صفحہ: 356)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: تَلَوْتُ ظَهْرَتِ قُلُوبُنَا لَنَا شَيْعَتٌ مِّنْ تَلَاہِ النَّبِیِّ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 356، انوار محمدیہ، صفحہ: 420)

ترجمہ: اگر ہمارے دل پاک ہوں تو قرآن سے سیر نہیں ہوں گے۔

واقعی قرآن مجید کی محبت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی علامت ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لَا يُسْتَعْلَى أَحَدٌ عَنْ نَفْسِهِ إِلَّا الْقُرْآنُ فَإِنْ كَانَ يُحِبُّ الْقُرْآنَ فَهُوَ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ (شفاء، جلد دوم، صفحہ: 22)

ترجمہ: قرآن کریم کے علاوہ کسی شخص سے کوئی سوال نہیں کیا جائے گا، چنانچہ اگر وہ قرآن کو دوست رکھتا ہے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔

قرآن پاک نہایت خوش آوازی سے تلاوت کرنا اللہ و رسول کو محبوب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تَزَيَّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ۔ یعنی قرآن کریم کو اچھی آواز کے ساتھ تلاوت کرو۔ (مسند احمد، ابوداؤد، مشکوٰۃ، صفحہ: 191)

حضرت براہین عازب کا بیان ہے کہ سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تَحْسِنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ فَإِنَّ الصَّوْتِ الْحَسَنَ يَزِيدُ الْقُرْآنَ حُسْنًا۔ (دارمی، مشکوٰۃ، صفحہ: 190)

یعنی قرآن کو اپنی آوازوں سے خوبصورت بناؤ، کہ اچھی آواز قرآن کا حسن بڑھاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ سرورِ اربعہ جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيْسَ مِثْلَهُنَّ لَمْ يَنْفَعَنَّ بِالْقُرْآنِ. (بخاری، مشکوٰۃ، صفحہ: 190)  
ترجمہ: وہ ہم سے نہیں جو خوش آواز سے قرآن تلاوت نہ کرے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان میں بہت سے خوش الحان حضرات تھے۔ خصوصاً ابوموسیٰ اشعری اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ جب یہ حضرات قرآن خوانی فرماتے تو ممبروں سے چلا جاتا اور قلب میں نئی روح پھونک جایا کرتی تھی۔ ایک رات حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قرآن مجید تلاوت کر رہے تھے اور ایک گوشے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تلاوت سن کر ملاحظہ ہو رہے تھے۔ جب صبح ہوئی تو فرمایا کہ ابوموسیٰ! رات کو میں تیری تلاوت سن رہا تھا، تو بہت اچھی تلاوت کر رہا تھا۔ ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ کاش! میں یہ جانتا کہ آپ میری تلاوت سن رہے ہیں تو میں اور عمدہ آواز سے تلاوت کرتا۔ (مدارج، جلد اول، صفحہ: 356)

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم ممبر پر تشریف فرماتے تھے، مجھ سے فرمایا: اقْرَأْ عَلَيَّ فَكُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَالنَّبِيُّ قَالَ إِنِّي أَجِبُ أَنْ أُنْفَعَهُ مِنْ عَنَابِي فَقَرَأْتُ سُورَةَ النَّسَاءِ حَتَّى أَتَيْتُكَ إِلَى هَذِهِ الْآيَةِ فَكُنْتُ إِذَا جِئْتَنَا مِنْ ثَلَاثَةِ أَهْلٍ يَشْهَدُونَ وَجِئْتَنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا. قَالَ: حَسْبُكَ الْآنَ فَالْتَفَتْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا عَيْنَاهُ تَلَوْنِ قَانَ.

(بخاری و مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 190)

ترجمہ: میرے سامنے قرآن پڑھو، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں آپ پر قرآن پڑھوں حالانکہ قرآن آپ پر نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ پسند ہے کہ میں قرآن پاک کو کسی کی زبان سے سنوں۔ میں نے سورہ نسا پڑھنی شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچا: فَكُنْتُ إِذَا جِئْتَنَا. تو آپ نے فرمایا کہ اتنا کافی ہے۔ جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

صحابہ کرام میں اتنا جذبہ و شوق تھا کہ جب قرآن پاک سنتے تھے تو بے اختیار رو پڑتے تھے: وَإِذَا سَمِعُوا أَمْرًا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَى أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ. (سورہ مائدہ: 83) یعنی صحابہ کرام جب اس کو سنتے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے تو ہم دیکھتے کہ ان کی آنکھیں اس وجہ سے آنسو بہاتی ہیں کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔

فائدہ: واقعی محبت قرآن جزو ایمان ہے اور مدار اسلام ہے، کیوں کہ یہ نبوت و رسالت کا ثبوت ہے۔ مگر افسوس کہ اس زمانے کے مسلمانوں میں مزاحم اور باجے اور دیگر آلات لہو و لعب کی محبت زیادہ ہے اور کلام اللہ کی محبت کم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سینما گھروں کو دیکھو تو کہیں خالی نظر نہیں آتیں اور مساجد کو دیکھو تو خالی خالی نظر آتی ہیں۔ (العیاذ باللہ)

### علامت دیگر

محبت رسول کریم کی ایک علامت فقر و محبوب سمجھنا ہے۔ کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فقر کو محبوب رکھتے تھے اور بہت سے صحابہ حالت فقر میں تھے۔ حضرت عبداللہ بن مفضل کا بیان ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: يَا نَبِيَّ أَجِيبْكَ قَالَ: أَنْظُرْ مَا تَقُولُ فَقَالَ: وَاللَّهِ! إِنِّي لَا أَجِيبُكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ. قَالَ: إِنْ كُنْتُ صَادِقًا فَأَعِدْ لِلْفَقْرِ تَجْفَأًا لِلْفَقْرِ أَمْزِجْ إِلَى مَنْ يُحِبُّهُ مِنَ السَّيْلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ. (ترمذی، مشکوٰۃ، صفحہ: 448)

ترجمہ: مجھے آپ سے محبت ہے، آپ نے فرمایا کہ خود کر لو کہ کیا کہہ رہا ہے؟ انھوں نے کہا کہ واللہ! میں آپ کو دوست رکھتا ہوں اور یہ تین مرتبہ کہا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو سچا ہے تو فقر کی تیاری کرو۔ کیوں کہ فقر اس کے لیے اثر دار ہے جو مجھے دوست رکھتا ہے، اس لحاظ سے جو اپنے منزل کی طرف جاتا ہے۔

### محبت کے درجات

محبت کے درجات متفاوت ہیں۔ کسی میں اعلیٰ درجے کی محبت پائی جاتی ہے اور کسی میں اس سے کم اور کسی میں اس سے بھی کم محبت پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں میں علامت مذکورہ سے بہت سی علامات مشقود ہوتی ہیں۔ کوئی مسلمان ایسا نہ ملے گا جس کے قلب و دل میں رسول اللہ کی محبت نہ پائی جائے، اگرچہ ناقص ہی سہی۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگ زیارتِ روضہ انور کا بہت شوق رکھتے ہیں اور امور خیر میں بے پناہ خرچ کرتے ہیں۔ اگرچہ بد عقیدہ جماعت کے لوگ داڑھی نہ رکھنے والوں کو محبت سے خالی سمجھتے ہیں، اگر بغیر داڑھی والا شخص نعت شریف

پڑھے جس میں محبت رسول پاک والا مضمون ہو تو لیے چوڑے اعتراض کرتے ہیں کہ خود اس میں محبت رسول نہیں اور نعمتیں پڑھتا ہے، مگر اہل سنت کے نزدیک ایسے لوگ اہل ایمان ہیں اور ان کے دلوں میں محبت رسول کا فرما ہے، اگرچہ ناقص ہی سہی۔ اہل سنت جو کچھ کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور حکم کے مطابق کہتے ہیں کہ اگر کوئی شرابی ہو، بغیر داغی والا ہو، اس کا دل بھی اللہ و رسول کی محبت سے خالی نہیں ہے، اگرچہ اس کی محبت ناقص درجے میں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: **إِنَّ رَجُلًا فِي عَقِيدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِسْمُهُ عَبْدَ اللَّهِ وَكَانَ يُلَقَّبُ جَنَازًا وَكَانَ يُضْحِكُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ جَلَسَ فِي الشَّرَابِ فَأَتَى بِهِ يَوْمًا فَأَمَرَ بِهِ فُجِّلَ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ أَلَلَّهُمَّ أَلْبَعْنَهُ مَا أَكْثَرَ مَا يُؤْتِي بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَلْعَنُوهُ فَوَلَّاهُ مَا عَلَيْهِتُ إِلَّا أَنَّهُ يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ**۔ (بخاری، جلد ثانی، صفحہ: 1002)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمانے میں ایک شخص تھا، جس کا نام عبد اللہ اور لقب جمار تھا۔ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسیا کرتا تھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے لیے حد جاری فرمایا کہ ایک دن شراب پینے کے جرم میں پکڑا گیا تو آپ نے اس کو کوڑے مارنے کا حکم دیا، اس کو کوڑے مارے گئے۔ پھر قوم میں سے ایک شخص نے کہا کہ یا اللہ! اس پر لعنت فرما کہ یہ بار بار پکڑا جاتا ہے۔ یہ سن کر سرکارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو، واللہ! میں جانتا ہوں کہ وہ اللہ و رسول کو دوست رکھتا ہے۔

**فائدہ:** اس شخص نے کئی دفعہ شراب پی اور حد بھی لگائی گئی۔ شراب پینا فسق ہے مگر سرکارِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی فرمایا کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر مسلمان اگرچہ گنہگار بھی ہو، اس کے دل میں محبت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوتی ہے۔

## تیسواں وعظ: 1

## حضور کے حاضر و ناظر ہونے کا ثبوت

أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۚ وَذَاعِيَثًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَيَوْمًا ۖ

ترجمہ: اے غیب کی خبر بتانے والے! ہم نے آپ کو حاضر و ناظر، خوشخبری دینا، ڈر سنانا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانا اور چمکتا سورج بنا کر بھیجا۔

حضرات افاضیہ کا قول ہے کہ خلا محال ہے، اس لیے ایسا کوئی مقام نہیں جہاں ہوا نہ ہو، اور ہوا ہر مقام پر موجود ہوتی ہے۔ بھلا اس پر کبھی دانشمندانہ غور بھی کیا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ کوئی مقام ہوا سے خالی نہیں، اس کی اصلی وجہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، مگر ظاہری عقل یہ کہتی ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر خاندان کو ہر مقام میں ہوا کی اتنی اشد ضرورت ہے کہ بغیر ہوا کے ان کی زندگی ناممکن ہے، اس لیے اللہ رب العالمین نے ہوا کو ایسا عام کر دیا کہ ہر جگہ موجود رہتی ہے، تاکہ ہر جاندار ہر مقام میں زندہ رہ سکے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہوا کی سب جانداروں کو ضرورت ہے۔ اسی طرح ہر شے کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے، یہاں تک کہ سمندر میں رہنے والوں کو، خشکی پر رہنے والوں کو، اور آسمانوں میں رہنے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے، اس لیے رسول اللہ ہر جگہ جلوہ گر ہیں۔ تری میں، خشکی میں، آسمان میں اور زمین میں ہر جگہ رسول اللہ حاضر و ناظر ہیں۔

## حاضر و ناظر کا مطلب

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح روح اپنے بدن کے ہر جزو میں موجود ہوتی ہے، اسی طرح روح دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت منورہ ذرات عالم کے ہر ذرے میں موجود، حاضر اور جاری و ساری ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ ایک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں اور ان واحد میں مشرق و مغرب، شمال و جنوب اور تحت و فوق تمام جہات اور اس کے متعدد میں سرکارِ عظم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وجود مقدس سے بیحد یا جسم اقدس مثالی کے ساتھ تشریف فرما کر اپنے غلاموں کو اپنے جمال اقدس کی زیارت اور نگاہ کرم کی رحمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ آپ کے حاضر و ناظر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کی بشریت مطہرہ ہر جگہ موجود ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کا ثبوت قرآن پاک، حدیث پاک اور بزرگان دین کے کلام سے ہے، مثلاً:

## آیت قرآنیہ سے ثبوت

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاحِدًا وَمُنْذِرًا وَنَذِيرًا** (سورہ احزاب، آیت: 45-46)

ترجمہ: اے غیب کی خبر بتانے والے! ہم نے آپ کو حاضر و ناظر، خوشخبری دینا، ڈرنا تا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانا اور چمکتا سورج بنا کر بھیجا۔

**فائدہ:** اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے اوصاف جلیلہ بیان فرمائے ہیں، ان میں سے ایک صفت شاہد سے بھی آپ کو متصف فرمایا اور شاہد کے معنی حاضر و ناظر ہیں۔ کیوں کہ شاہد، شہود اور شہادت سے مشتق ہے اور شہود کا معنی حضور مع الشاہد ہے، لہذا شاہد کا معنی حاضر و ناظر ہوا۔ ”مفردات امام راغب“ میں شہود اور شہادت کا معنی یوں بیان کیا گیا ہے:

**الشَّهَادَةُ وَالشَّهَادَةُ الْحُضُورُ مَعَ الشَّاهِدِ إِقَامًا بِالنَّبْضِ أَوْ بِالنَّصْرِ** (صفحہ: 277)

یعنی شہود اور شہادت کا معنی مشاہدہ سمیت حاضر ہونا ہے بعمر یا بصیرت کے ساتھ۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ حاضر و ناظر ہیں، اب رہی یہ بات کہ کس پر حاضر ہیں تو اس کا جواب تفسیر جلالین میں یہ ہے:

**إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاحِدًا عَلَىٰ مَنْ أَرْسَلْنَاكَ إِلَيْهِ** (اصح المطابع، ص: 255)

یعنی آپ کو ہم نے حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ان پر جن کی طرف آپ بھیجے گئے ہیں۔ **فائدہ:** تفسیر جلالین کے علاوہ دیگر کتب تفسیر مثلاً تفسیر ابوسعود، تفسیر بیضاوی، مدارک المتزیل، جمل، روح المعانی، تفسیر کبیر میں یہی مضمون موجود ہے۔

## آپ کس کس کی طرف رسول بن کر آئے

تفسیر کے حوالے سے روز روشن کی طرح یہ بات ثابت ہو گئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سب پر حاضر و ناظر ہیں جن کی طرف آپ رسول بن کر تشریف لائے۔ اب یہ بات باقی رہ گئی کہ آپ کس کس کی طرف رسول بن کر تشریف لائے ہیں، تو حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **فُطِئْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسَبْتِ أَنْعَاطِيَتْ جَوَامِعِ الْكَلْبِ وَنُصْرَتِ الْبُزْغِ وَأَجَلْتُ لِي الْغَنَائِمُ وَجُعِلْتُ لِي الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهْرًا وَأَرْسَلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً وَخُتِمَ لِي النَّبِيُّونَ** (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ: 512)

یعنی چھ چیزوں کے سبب مجھے انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے، جیسے مجھے جوامع کلمات دیے گئے، بزغ سے میری مدد کی گئی، میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں، میرے لیے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنا دی گئی، مجھے تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر سب سے نبوت کو ختم کیا گیا۔

**فائدہ:** اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے، خواہ انسان ہوں، یا جنات یا ملائکہ ہوں خواہ آسمان اور مافیہا، خواہ زمین اور مافیہا، آپ سب کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

اب تفسیر اور حدیث پاک سے قیاس کی ترتیب یوں ہوگی:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر حاضر و ناظر ہیں جن کی وہ طرف بھیجے گئے۔ (صفحہ: 219)

- ۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق کی طرف بھیجے گئے ہیں۔
  - ۳۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق پر حاضر و ناظر ہیں۔ (متحد)
- اس سے ثابت ہوا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوق پر حاضر و ناظر ہیں۔

## دوسری آیت

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (سورہ بقرہ، آیت: ۱۴۳)

ترجمہ: اسی طریقی ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہیں۔

اس آیت میں بھی آپ کو شہید فرمایا گیا اور شہید بھی شہادت سے مشتق ہے اور شہادت کا معنی مذکور ہو چکا ہے کہ حضور مع الشاہدہ، لہذا شہید کا معنی حاضر و ناظر ہوا۔ ثابت ہوا کہ آپ حاضر و ناظر ہیں۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: بالشر رسول شمار بشمار گواہ زیر اکراہ مطلع است بنور نبوت ہر مرتبہ ہر مہدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و جواب کہ بدال از ترقی محجوب مانده است کہ ام است۔ لیکن اوی شناسد گناہان شمار و درجات ایمان شمار و اعمال نیک و بد شمار و اخلاص و نفاق شمار و لہذا شہادت او در دنیا و آخرت بحکم شرع در حق امت مقبول و واجب العمل است۔ (تفسیر عزیزی، صفحہ: ۵۱۸)

یعنی تمہارا رسول تم پر گواہ ہوگا، اس لیے کہ نبی کریم علیہ السلام اپنے نور نبوت سے ہر بندہ کے درجے کو جانتے ہیں کہ میرے دین کے کس درجے تک پہنچا ہے۔ اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب اس کی ترقی سے مانع ہے۔ نبی کریم تمہارے گناہوں کو، تمہارے ایمانی درجات کو، تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔ اس لیے ان کی گواہی دنیا و آخرت میں بحکم شرع امت کے حق میں قبول اور واجب العمل ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ہمارے سامنے حاضر ہیں اور ہمارے اعمال نیک و بد سب دیکھتے ہیں اور یہی معنی آپ کے حاضر و ناظر کے ہیں، اگر بد عقیدہ کفر و شرک کا فتویٰ

کہ جس تو پہلے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر لگا گئے، اگر ان پر فتویٰ نہیں لگتا تو ہم بے چاروں نے کیا تصور کیا ہے کہ سارے فتوے ہم پر چسپاں کیے جاتے ہیں؟

**اعتراض:** منکرین کرتے ہیں کہ یہاں لفظ شاہد اور شہید کے معنی حاضر و ناظر کرنا صحیح نہیں، بلکہ شاہد اور شہید کا معنی فقط گواہ ہے، ورنہ ہر وہ شخص جس کے لیے لفظ شاہد استعمال ہوا ہے اس کو حاضر و ناظر ماننا پڑے گا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: وَشَهِدَ شَهِيدًا قَوْمِ اَهْلِيْهَا (پارہ: ۱۲) یعنی اس کے اہل سے شاہد نے شہادت دی۔

چنانچہ لازم آئے گا کہ سیدنا یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاک دامنی کا شاہد بھی حاضر و ناظر ہو، جو بدایت باطل ہے۔ نیز قرآن پاک فرماتا ہے: وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (سورہ بقرہ، آیت: ۱۴۳)

ترجمہ: اسی طرح ہم نے تمہیں سب امتوں میں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہیں۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ امت محمدیہ جو سابقہ امتوں پر گواہی دے گی وہ بھی حاضر و ناظر ہو جو بالکل غلط ہے، اسی طرح ہم پڑھتے ہیں: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ۔ حالانکہ ہم نہ اللہ و رسول کو دیکھتے ہیں اور نہ ہی رسول پاک کے سامنے حاضر ہیں، لہذا شاہد اور شہید کا معنی فقط گواہ کے ہیں اور حاضر و ناظر ان کا معنی نہیں ہے۔

**جواب:** منکرین کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ان آیتوں میں بھی شاہد اور شہید کا معنی تو حاضر و ناظر ہی ہے، جیسا کہ مفردات امام راغب اصفہانی کی عبارت سے ثابت ہے۔ لیکن معترض نے اس بات پر بالکل غور نہیں کیا ہے کہ ہر شاہد و شہید اسی چیز پر حاضر و ناظر ہوگا جس پر وہ شاہد و شہید ہے، مثلاً کوئی شخص آپ کے کسی معاملے کا شاہد (گواہ) ہے، تو اس شخص کا حاضر و ناظر ہونا اسی واقعے کے ساتھ خاص ہے، نہ یہ کہ وہ تمام واقعات عالم پر حاضر و ناظر ہے۔

معترض نے جو آیتیں معارضے میں پیش کی ہیں ان میں کوئی بھی شاہد و شہید ایسا نہ کو نہیں جس کی شہادت تمام عالم پر منصوص ہو، جب کہ رسول اللہ تمام عالم پر شاہد ہیں: عَلٰی مَنْ اُرْسِلْتُ

إِلَهِكُمْ۔ یعنی جن کی طرف آپ رسول ہیں ان پر شاہد بھی ہیں۔ خود سر دارود جہاں صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: أَوْسَلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَأَقْفَةٍ۔ میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں، تو آپ تمام خلق پر شاہد ہیں، اس لیے آپ تمام خلق پر حاضر و ناظر ہیں۔

**اعتراض:** آپ نے کہا ہے کہ جن پر شاہد ہوگا ان پر حاضر و ناظر ہوگا، حالانکہ یہ بھی غلط ہے کہ قرآن پاک میں اُمت کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا گیا: لَيْسَ كُنتُمْ شَهِدَاءَ عَلَى النَّاسِ۔ یعنی ہم نے تم کو اُمت عادل اس لیے بنایا کہ تم لوگوں پر گواہ اور شاہد ہو جاؤ۔ دیکھو اُمت محمدیہ کا تمام لوگوں پر گواہ اور شاہد ہونا ثابت ہوا، اس لیے اُمت محمدیہ تمام لوگوں پر حاضر و ناظر ہوگی۔

**جواب:** اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ کسی لفظ کے مراد ہی معنی ہر مقام پر ایک ہی ہو، بلکہ اصول یہ ہے کہ جس مقام پر بھی کسی لفظ کے معنی متعین کیے جائیں تو پہلے یہ دیکھا جائے کہ اس مقام میں اس معنی کی تعین کسی دلیل کے خلاف تو نہیں، اگر کوئی دلیل اس کے خلاف پر قائم نہ ہو، تو وہ معنی یقیناً ثابت ہوں گے اور اگر اس معنی کے خلاف پر کوئی دلیل قائم ہو، تو ان کے باطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اس اصول کے تحت حضور سیدو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شاہد و شہید کے الفاظ جو قرآن کریم میں ارشاد ہوئے ہیں ان کے معنی حاضر و ناظر کے ہی ہیں کیوں کہ اس معنی کے خلاف کوئی دلیل موجود نہیں، بلکہ مفسرین کی تصریحات موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاہد ہونا ان تمام مخلوقات پر ہے جن کی طرف آپ رسول بن کر تشریف لائے ہیں، جیسا کہ عَلٰی مَنْ أَوْسَلْتُ إِلَيْكُمْ جیسی عبارتیں مفسرین عظام نے بیان کی ہیں۔ یہ دلیل ایک دانشمند مسلمان کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ سیدو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا عام ہے، اگر اسی قسم کے دلائل اُمت کے حق میں منکرین قائم کر دیں تو یہ تسلیم کر لیں گے کہ اُمت شَهِدَاءَ عَلٰی النَّاسِ۔ کی رو سے تمام لوگوں پر حاضر و ناظر ہے۔ حالانکہ منکرین کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں ہے، بلکہ مفسرین کی تصریح ہے کہ شَهِدَاءَ عَلٰی النَّاسِ کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے عادل لوگ قیامت کے دن پہلی اُمتوں پر اس امر کی گواہی دیں گے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ان تمام احکامات الہیہ کی تبلیغ فرمادی

ہے۔ وہ اُمتیں اعتراض کریں گی کہ یہ ہمارے زمانے میں موجود نہ ہونے کی وجہ سے حاضر و ناظر نہ تھے، تو ان کو ہمارے خلاف گواہی دینے کا کیا حق ہے؟ اس اعتراض پر اُمت محمدیہ یہ نہ کہے گی کہ شہید کے معنی حاضر و ناظر نہیں، بلکہ ان کے اس اعتراض کا یہ جواب دے گی کہ تبلیغ انبیاء علیہم السلام کا یقینی علم ہم کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے حاصل ہوا ہے جو ہمارے شاہد سے زیادہ یقینی ہے، اس لیے ہم گواہی کے اہل ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب اُمت پر شاہد بنائے گا اور آپ اپنے غلاموں کا ترکہ فرماتے ہوئے ان کے تمام افعال و اعمال، ایمان و اعتقادات اور ظواہر و باطن کی گواہی دیں گے۔ جب مفسرین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شاہد ہونے اور آپ کی اُمت کے شاہد ہونے کا ایک معنی مراد نہیں لیے، بلکہ دونوں کی جدا گانہ تفسیر فرمادی تو کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ تصریحات مفسرین کے خلاف دونوں کی شہادت کو یکساں قرار دے۔

الفرض نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شاہد مع المشاہدہ بتاؤں ہیں اور اُمت محمدیہ کا حضور مع المشاہدہ بتاؤں علم یقینی ہے۔ ایسے ہی ہم جب پڑھتے ہیں: أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔ تو یہاں شہادت یعنی حضور مع المشاہدہ بتاؤں علم یقینی ہے۔

### تیسری آیت

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ ۖ (سورہ توبہ، آیت: 128)  
ترجمہ: بے شک تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول تشریف لائے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔

اس آیت کریمہ میں فرمایا گیا ہے کہ آپ پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے تکلیف کی ہر وقت خبر ہے اور آپ حاضر و ناظر ہیں، تبھی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے۔

☆☆☆

## حضور کے حاضر و ناظر ہونے کا ثبوت

(۴) وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (سورہ انبیاء، آیت: 107)

ترجمہ: ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

**فائدہ:** عالم، ماسوی اللہ کو کہتے ہیں، خواہ انسان و جنات ہوں یا ملائکہ ہوں، وحوش و طیور ہوں، یا شجر و حجر ہوں، یا زمین و آسمان، سب عالم کے افراد ہیں۔  
اس سے بھی ثابت ہوا کہ ہر فرد عالم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت میں ہے۔

## حضور، رحمت عالم کیوں ہیں؟

یہ بات خوب روشن ہے کہ جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصل کائنات اور تمام عالم پر فضل الہی کا واسطہ نہ ہوں اس وقت تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمۃ للعالمین ہونے کے کوئی معنی نہیں ہو سکتے۔ بنا بریں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عالم کی اصل قرار پائے تو تمام عالم کے جملہ افراد آپ کی فرع ہوئے۔ پھر جس طرح درخت کی ہر شاخ اور ہر پتہ بلکہ اس کے ہر جزد میں اصل ہی کا ظہور ہوتا ہے، اسی طرح تمام افراد عالم میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نورانیت اور روحانیت مقدمہ جلوہ گر ہوتی ہے اور عالم کا ذرہ ذرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت و نورانیت کا جلوہ گاہ ہوگا۔ اس آیت کریمہ کی جو تفسیر صاحب روح المعانی کرتے ہیں اس سے بھی ہمارے مضمون کی تائید ہوتی ہے: وَكَوْنُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ يَأْتِيَانِ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَاسْطَةُ الْفَيْضِ الْإِلَهِيِّ عَلَى الْمُمْكِنَاتِ عَلَى حَسَبِ الْقَوَائِلِ وَلِذَا كَانَ نُورُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلَ الْمَخْلُوقَاتِ فَقَبْلَ الْخَلْقِ أَوَّلَ مَا خَلَقَ

لِللَّهِ تَعَالَى نُورٌ يَدِينُكَ يَا جَابِرُ وَجَاءَ اللَّهُ الْمُعْطِينَ وَأَنَا الْقَادِمُ وَلِلَّهِ وَبِهِ قَدِ اسْتَأْذَنُ هُذْ  
لِيَهْدِيَ الْقَضَلُ كَلَامَهُ فَوَقَى ذَلِكَ. (روح المعانی، پارہ: 17، صفحہ: 96)

یعنی تمام جہانوں کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل کائنات پر ان کی قابلیت و استعداد کے موافق فیض الہی کا واسطہ عظمیٰ ہیں، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اول مخلوقات ہے، (کیوں کہ اصل کا وجود فرع سے پہلے ہوتا ہے) حدیث پاک میں ہے: اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کا نور سب سے پہلے پیدا فرمایا اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں اور حضرات صوفیائے کرام کا کلام اس بیان میں ہمارے کلام سے بڑھ چڑھ کر آتا ہے۔

**فائدہ:** اس تفسیر کی روشنی میں یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہوگئی کہ تمام افراد ممکنات کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رابطہ اور تعلق ہے، جس کے بغیر وصول فیض ممکن نہیں، جب سب کا ربط آپ سے ہے تو آپ کسی سے دور نہیں ہیں اور نہ ہی کسی فرد ممکن سے بے خبر ہیں، بلکہ عرش سے فرش تک تمام مخلوقات و ممکنات پر آپ حاضر و ناظر ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سر بیان حقیقت محمدیہ است در ذرارہ موجودات و افراد ممکنات۔ (اشعۃ اللمعات، جلد اول صفحہ: 401)

یعنی حقیقت محمدیہ تمام موجودات کے ذرات اور افراد ممکنات میں جاری و ساری ہے۔  
اسی طرح کتب احادیث بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر مطلق و شاہد ہیں۔ یہاں چند احادیث کریمہ پیش ہیں تاکہ معنی خوب واضح ہو جائے:

**حدیث اول:** عَنْ أَنَسٍ هُوَ يَقُولُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ قَسِيْرًا أَوْ فِي الْيَقَظَةِ وَلَا يَتَمَثَّلُ الشَّيْطَانُ بِهَا. (مشق علیہ مشکوٰۃ، صفحہ: 394)

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ غریب مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میرا ہم شکل نہیں ہو سکتا۔

**فائدہ:** اس حدیث پاک کے معنی واضح ہیں کہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس غلام کو عالم خواب میں اپنی زیارت سے مشرف فرماتے ہیں اُس کو عالم بیداری میں بھی اپنی زیارت

سے شرف فرماتے ہیں، اور یہ بات واضح ہے کہ ایک رات میں متعدد مقام مختلف ملکوں میں آپ کے دیدار سے شرف ہوتے ہیں تو ایک وقت میں وہ متعدد مقام مختلف ممکنہ میں حالت بیداری میں اپنے آقا و صلی کی زیارت سے شرف ہوں گے، اگر نبی کریم حاضر و ناظر نہیں ہیں تو یہ عشاق متعدد ممکنہ میں کس کی زیارت کرتے ہیں، اور آپ کی بشارت ان کے حق میں کیسے پوری ہوگی؟ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث پاک کے تحت لکھتے ہیں:

ایں بشارت است برائے آن جمال اور اور خواب کہ آخر بعد از ارتقاء کدورات نفسانیہ و قطع علائق جسمانیہ ہر تہ برسد کہ بے حجاب کشف و عیان اور بیداری ایں سعادت فائز باشند، چنانچہ اہل خصوص از اولیاء الہی باشند و برائے معنی ایں حدیث دلیل شود بر صحت روایت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در نقطہ۔ (امجد الملعات، جلد ثالث، صفحہ: 64)

ترجمہ: یہ بشارت ان کے لیے ہے جو آپ کے جمال کو خواب میں دیکھتے ہیں کہ وہ آخر نفسانی تاریکیوں کے بعد اور جسمانی موانع ختم ہونے کے بعد اس مرتبے پر پہنچتے ہیں کہ بغیر حجاب ظاہر و باہر حالت بیداری میں اس سعادت سے بہرہ مند ہوں گے، جیسا کہ خالص مردان خدا جو اولیاء اللہ ہیں انھیں (عالم بیداری میں) زیارت ہوتی ہے، اس معنی کی بنا پر یہ حدیث دلیل ہے کہ بیداری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت صحیح اور درست ہے۔

### حضرت ابن عباس کا بیداری میں دیدار کرنا

حضرت ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کی اور جب بیدار ہوئے تو یہ حدیث یاد آئی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ رَأَى فِي الْمَنَامِ قَسْمِيَّ أَوْ فِي الْيَقَظَةِ بَعْدَ امْتِدَادٍ هُوَ كَمَا يَكُونُ فِي الْحَالِ بَعْدَ الْمَوْتِ  
میں حاصل ہوگی۔ آپ ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے، انھوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ آئینہ ان کو عطا فرمایا جس میں آپ اپنا چہرہ مبارک دیکھتے تھے، تاکہ ابن عباس اس میں نظر کریں۔ جب ابن عباس نے اس آئینے میں نظری تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت پاک نظر آئی اور اپنی صورت نظر نہ آئی۔

(امجد الملعات، جلد ثالث، صفحہ: 64)

### شیخ ابوالعباس قسطلانی کا بیداری میں دیدار کرنا

دراحد شیخ ابوالعباس قسطلانی برآں حضرت، پس دعا کرواں حضرت اورا فرمود: اخذ الله بِيَدِكَ يَا اخْتَلَدَ۔ (امجد الملعات، جلد ثالث، صفحہ: 640)  
یعنی شیخ ابوالعباس قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ خدمت رسول میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے لیے دعا کی اور فرمایا کہ اے خدا! اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ کاٹھائے۔

### شیخ ابوالمسعود کا بیداری میں دیدار کرنا

از شیخ ابوالمسعود آورده کہ مصافحی کرد آنحضرت را بعد از ہر نماز۔ (امجد الملعات، ج: ۳، صفحہ: 640)  
یعنی شیخ ابوالمسعود سے منقول ہے کہ وہ ہر نماز کے بعد رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتے تھے۔

### غوث الثقلین کا بیداری میں دیدار کرنا

روزے غوث الثقلین عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بر کرسی نشست بود و عظمیٰ فرمود و قریب پدہ ہزار کس در پایہ وعظ وے حاضر و شیخ علی بن ہبیتی در زیر پایہ کرسی نشست گاہ شیخ علی بن ہبیتی را خواب برود، پس شیخ عبدالقادر قوم را فرمود: اُشْكُوا۔ پس ہمد ساکت شدنتا آنکہ جز انفاں از ایشان شنیدہ نمی شد، پس فردا شیخ از کرسی و بایستاد بآداب پیش شیخ علی مذکور وی تکریمت دروے پس بیدار شد شیخ علی و گفت شیخ عبدالقادر ہادے کہ دیدی تو آنحضرت را خواب گفت نعم فرمود از بن جہت ادب در دریدم با تو و ایستادم در پیش تو فرمود بچہ وصیت کرد ترا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گفت بملا زمت من مجلس ترا پس شیخ علی گفت آنچہ من در خواب دیدم شیخ عبدالقادر در بیداری دید و روایت کردہ اند کہ ہفت کس از مردان راہ و راں روزانہ عالم رفتند رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ (امجد الملعات، جلد ثالث، صفحہ: 640)

یعنی ایک دن غوث الثقلین شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرسی پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے

اور دس ہزار کے قریب اشخاص آپ کے وعظ میں حاضر تھے۔ شیخ علی بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ آپ کی کرسی کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ شیخ علی بن یحییٰ کو نیند آگئی۔ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قوم سے فرمایا کہ چپ ہو جاؤ، سب خاموش ہوئے یہاں تک کہ ان کی سانسوں کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرسی سے اتر کر باادب شیخ مذکور کے سامنے کھڑے ہو گئے اور ان کی طرف دیکھنے لگے۔ جب شیخ علی بن یحییٰ بیدار ہوئے تو شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا؟ انھوں نے کہا کہ ہاں! فرمایا کہ اسی لیے میں تجھ سے ادب سے پیش آیا اور تیرے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پھر پوچھا کہ سرکار نے تم کو کیا وصیت کی؟ عرض کیا: فرمایا کہ آپ کی مجلس کو لازم پکڑ لوں۔ پھر شیخ علی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے، شیخ عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیداری میں دیکھا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سات کمال مردوں نے اس روز انتقال فرمایا۔ (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)

**فائدہ:** اس روایت سے یہ مسئلہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حالتِ بیداری میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔

اسی طرح ایک روایت ”ہجۃ الاسرار“ میں بھی درج ہے کہ 605ء میں جس دن شیخ عبد القادر جبیلانی رضی اللہ عنہ کی مجلس وعظ میں دس ہزار آدمی تھے اور شیخ علی بن یحییٰ، شیخ کے سامنے کرسی کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کو نیند آگئی۔ شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ خاموش رہو، سب لوگ خاموش ہو گئے، یہاں تک کہ سوائے سانسوں کے اور کچھ نہیں سنا جاتا تھا، پھر آپ کرسی سے نیچے اترے اور شیخ علی کے سامنے باادب کھڑے ہو گئے اور ان کی طرف دیکھنا شروع کر دیا، جب شیخ علی بن یحییٰ بیدار ہوئے تو شیخ نے فرمایا کہ کیا تو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: ہاں! فرمایا کہ اسی لیے میں نے ادب اختیار کیا، پھر پوچھا کہ نبی کریم نے تجھے کیا وصیت کی؟ انھوں نے عرض کیا: آپ کی ملازمت کا حکم دیا ہے۔ پھر شیخ علی نے شیخ عبد القادر سے کہا کہ جن کو میں نے خواب میں دیکھا ان کو آپ نے بیداری میں دیکھا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس دن سات آدمی اسی مجلس میں انتقال کر گئے اور بعض

کو بے ہوشی کی حالت میں اپنے کمر کی طرف اٹھا کر لایا گیا، یہ لوگ بھی اسی دن وفات پا گئے۔

### دوسری روایت

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیداری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ آپ نے خود بیان فرمایا ہے: تَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الظُّهْرِ يَوْمَ الثَّلَاثِ السَّادِسَ عَشَرَ مِنْ شَوَّالٍ سَنَةِ إِحْدَى وَعِشْرِينَ وَخَمِيسَ مِائَةِ فَقَالَ لِي يَا يَحْيَى لِمَ لَا تَتَكَلَّمُ فَقُلْتُ يَا أَبَتَاهُ أَتَا زَجَلٌ أَعْجَبُنِي كَيْفَ أَتَكَلَّمُ عَلَى فُضْعَاءِ الْعَرَبِ بِمَعْدَادٍ قَالَ لِي افْتَحْ فَالْتَفَتُّ فَنَفَّلَ فِيهِ سَبْعًا وَقَالَ لِي تَكَلَّمْ عَلَى الثَّانِي وَادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالنُّهَى عِظَةَ الْحَسَنَةِ فَصَلَّيْتُ الظُّهْرَ وَجَلَسْتُ وَحَضَرَنِي خَلْقٌ كَثِيرٌ فَأَزَجَّ عَلَيَّ قَرَأْتُ عَلَى بَنِي طَالِبٍ كَرَّمَهُ اللَّهُ وَجْهَةً قَائِمًا يَلَا فِي بَنِي النَّجَاشِيِّ فَقَالَ لِي يَا يَحْيَى لِمَ لَا تَتَكَلَّمُ فَقُلْتُ يَا أَبَتَاهُ قَدْ أَزَجَّ عَلَيَّ فَقَالَ افْتَحْ فَالْتَفَتُّ فَنَفَّلَ فِيهِ سَبْعًا فَقُلْتُ لِمَ لَا تَكَلِّمُهَا سَبْعًا فَقَالَ أَكْبَاهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ تَوَارَى عَنِّي فَقُلْتُ غَوَّاضُ الْفِكْرِ يُغْوِضُ فِي بَحْرِ الْقَلْبِ عَلَى دُرِّ الْبَعَارِفِ فَيَسْتَعْرِجُهَا إِلَى سَنَاحِلِ الضُّدِّ فَيَسَادِي عَلَيْهَا بِمَقَسَّرٍ تَرْتَجِيحَانِ الْبِلْسَانَ فَنُقْشَتَانِ بِتَقَالِيصِ الْأَمْحَانِ حُسْنِ الطَّاعَةِ فِي بُيُوتِ أَذْنِ اللَّهِ أَنْ تُرْفَعَ قَالُوا هَذَا أَوَّلُ كَلَامِهِ تَكَلَّمَ بِهِ الشَّيْخُ لِلثَّانِي عَلَى الْكُرْسِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ عَنَّهُ.

(ہجۃ الاسرار، صفحہ 25؛ فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ 256؛ قلائد الجوار، صفحہ 13)

یعنی میں نے ظہر سے پہلے منگل کے روز سولہویں شوال 521ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کہتے؟ میں نے عرض کیا کہ میرے والد بزرگوار میں ایک غمی شخص ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے کس طرح کلام کروں۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ اپنا منہ کھولو! میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے سات مرتبہ میرے منہ میں اپنا تعاب شریف ڈالا اور مجھ سے فرمایا کہ لوگوں کو وعظ سناؤ اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلاؤ۔ اس کے بعد میں نے ظہر کی نماز ادا کی اور بیٹھا تو میرے پاس ایک بڑی مخلوق جمع ہو گئی

جس سے میں کچھ مرعوب ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دیکھا کہ مجلس میں میرے سامنے کھڑے ہیں اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ اے بیٹے! وعظ کیوں نہیں کہتے؟ میں نے عرض کیا کہ اے والد بزرگوار! میں کچھ مرعوب سا ہو گیا ہوں۔ انھوں نے فرمایا کہ اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے چھ دفعہ اس میں لعاب دہن شریف ڈالا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے پورے سات مرتبہ کیوں نہیں لعاب دہن ڈالا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتا ہوں، پھر آپ پوشیدہ ہو گئے۔ جب میں نے وعظ کہنا کہ شروع کیا تو غویں فکر دریا کے دل میں معارف حقائق کے موتیوں پر غوطے لگاتا تھا اور ساحل کے سینے پر ان کو نکالتا تھا اور زبان مترجم کو پکارتا تھا۔ حسن طاعت کے نفیس ثمن کے ساتھ خریدے جاتے تھے ان گھروں میں کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بلند ہوں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ پہلی گفتگو ہے جو شیخ نے لوگوں کے سامنے کر رکھی پر کی تھی۔

### تیسری روایت

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا۔ شیخ خود فرماتے ہیں تَرَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَعَلَّادُ وَأَنَا عَلَى الْكُؤُوبِيِّ وَهُوَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاكِبٌ وَمُؤْنِسِي عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى جَانِبِهِ فَقَالَ يَا مُؤْنِسِي أَيْ أَمْنِكَ رَجُلٌ هَكَذَا قَالَ: لَا فَقَالَ لِي يَا عَبْدَ الْقَادِرِ وَهُوَ فِي الْهُؤُورِ فَقَاتَلَنِي وَالْبَيْسَنِي خِلْعَةً كَانَتْ عَلَيْهِ وَقَالَ هَذِهِ الْخِلْعَةُ الْقَطِيبِيَّةُ عَلَى الرِّجَالِ وَالْأَكْبَادِ ثُمَّ ثَقُلَ فِي قَمِيٍّ فَلَا تَأْوِزَ لِي الْبَشَرُ. (قلائد الجواهر، صفحہ: 22)

یعنی میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد ازیں اس حال میں دیکھا کہ میں کرسی پر تھا اور آپ سوار تھے اور موئی علیہ السلام آپ کے ایک جانب تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اے موئی! کیا تمہاری امت میں ان جیسا کوئی مرد ہے؟ حضرت موئی نے عرض کیا کہ نہیں ہے۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عبدالقادر! حالانکہ آپ ہوا میں تھے میرے ساتھ معائنہ کیا اور مجھے وہ جوڑا پہنایا جو آپ پر تھا اور فرمایا کہ اس خلعت میں قطیبت ہے جو مردان خدا اور ابدالوں کو

پہنائی جاتی ہے، پھر آپ نے میرے منہ میں تین مرتبہ لعاب دہن ڈالا اور پھر منہ پر واپس کر دیا۔

### چوتھی روایت

حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا۔ شیخ بھابھن بطور رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:

حَضَرْتُ قَبِيلَسَ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ مَرَّةً قَبِيْلَمَا هُوَ يَتَكَلَّمُ عَلَى الْمَرْقَدَةِ الْقَائِمَةِ فَصَافَتُ أَنْ الْيَوْمَ قَاةُ الْأَوَّلَى قَدْ انْتَسَعَتْ حَتَّى صَارَتْ مَدَا الْبَصَرِ وَفُورِ شَتِّ مِنَ الشَّنْدَسِ الْأَخْطَرِ وَجَلَسَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَبُوْهُ بَكْرًا وَعُكْرًا وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَتَحَمَّلِي الْحَقِّي شُجَاعَانَهُ عَلَى قَلْبِ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ فَقَالَ حَتَّى كَمَا تَنْسَقُظُ فَأَمْسَكْتَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَالِ تَقَعُ ثُمَّ تَصَاغَرُ حَتَّى صَارَ كَالْعُصْفُورِ ثُمَّ قَامَا حَتَّى صَارَ عَلَى مَوْزَةٍ قَائِلَةً ثُمَّ تَوَارَى عَنِّي هَذَا كَلِمَةً فَسَنَلُ الشَّيْخَ تَقَاعِنِي رُؤْيَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْبَاهِي رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَقَالَ أَرَاؤُكُمْ تَسْكَنُ وَأَنَا اللَّهُ تَعَالَى أَيْدُهُمْ بِقُوَّةٍ يَنْظُرُونَ بِهَا فَيَرَاهُمْ مِنْ قُوَّةِ اللَّهِ تَعَالَى لَوْ وَتَبِعَهُمْ فِي مَوْزَةٍ الْأَجْسَادِ وَصِفَاتِ الْأَغْيَانِ بِدَلِيلِ حَدِيثِ الْبَغْوَا ج: (بجہ الاسرار، صفحہ: 97؛ قلائد الجواهر، صفحہ: 75)

یعنی ایک دفعہ میں شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا، اس وقت آپ مہر کی دوسری میزگی پر وعظ فرما رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ پہلی میزگی منہائے نظر تک وسیع ہو گئی، اور اس پر سبز سندس کا فرش بچھ گیا، پھر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جلوس فرمایا، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پر چمکی ڈالی تو آپ مائل ہوئے قریب تھا کہ آپ گر پڑتے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تھام لیا، تاکہ آپ گر نہ پڑیں، پھر آپ بہت چھوٹے ہو گئے، یہاں تک کہ چڑیا کی مانند ہو گئے، پھر آپ بڑھ گئے، یہاں تک کہ ایک بیت ناک صورت میں آ گئے، پھر مجھ سے یہ سب کچھ غائب ہو گیا۔

اس کے بعد میں (شیخ بھابھن) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کے دیکھنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ ان کے ارواح ظاہری صورت اختیار کر لیتے ہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ قوت عطا فرمائی ہے، جس کے سبب وہ ظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ جس کو اللہ تعالیٰ نے طاقت عطا فرمائی ہے وہ ان کو جسمانی صورت میں اور خارجی صفت میں دیکھیں تو وہ ان کو دیکھتے ہیں اور حدیث معراج اس پر دلیل ہے۔

**حافظہ:** الغرض کئی مرتبہ شہنشاہ دوم عالم علی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حالت بیداری میں جلوہ گر ہو کر اپنی زیارت سے شرف فرمایا ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید قیومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ فِي مَجْلِسِ الشَّيْخِ عَبْدِ الْقَادِرِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَأَنَّ أَرْوَاحَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ تَجُولُ الْبَرَّاجِ فِي الْأَفَاقِ وَرَأَيْتُ الْمَلَائِكَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ يَحْطَرُونَ ظَوَائِفَ بَعْدَ ظَوَائِفَ وَرَأَيْتُ رِجَالَ الْغَيْبِ وَالْحُجَّاتِ يَتَسَاءَلُونَ إِلَى مَجْلِسِهِ وَرَأَيْتُ أَبَا الْعَبَّاسِ الْخَضِرَ يَكُونُ مِنْ حُضُورِهِ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ مَنْ أَرَادَ الْقَلَاحَ فَلْيَلْبِسْهُ عِلَاقَةً هَذَا الْمُجَلِّسِ. (مجموع الاسرار، صفحہ: 95، قلائد الجواهر، صفحہ: 74)

یعنی میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم کو شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں کئی مرتبہ دیکھا اور یہ حق ہے کہ انبیاء صلوٰۃ اللہ علیہم آسمانوں اور زمین میں ایسے گھومتے ہیں جیسے ہوا اطراف میں گھومتی ہے۔ میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ آپ کے پاس جماعت در جماعت حاضر ہوتے ہیں، پھر میں نے دیکھا کہ رجال غیب اور جنات آپ کی مجلس میں ایک دوسرے پر سبقت کرتے ہیں اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ حضرت ابوالعباس خضر بکثرت حاضر ہوتے ہیں۔ جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جسے فلاح مطلوب ہے وہ اس مجلس میں ہمیشہ آئے گا۔

## امام غزالی کا عقیدہ

امام غزالی لکھتے ہیں:

فِي كِتَابِ الْمُتَّقِينَ مِنَ السَّلَاطَةِ بِحَقِّهِ الْإِسْلَامِ بَعْدَ مَذْهَبِ الشُّوْفِيَّةِ وَتَبَيَّنَ أَهْلُهُمْ حَتَّى الْفَلَقِ حَتَّى أَهْلُهُمْ وَهُمْ يُفَلِّقُونَ السَّلَاطَةَ وَأَرْوَاحَ الْأَنْبِيَاءِ وَيَسْتَعُونَ مِنْهُمْ أَصْوَاتًا وَيَقْتَسِمُونَ مِنْهُمْ قَوَائِدَ. (فتاویٰ حدیثیہ، ص: 255، حصہ: 2، ج: 3، ص: 639)

یعنی جوہ الاسلام نے اپنی کتاب "المعتمد من الضلالہ" میں بعد مذہب صوفیاء اور اس بیان کے کہ وہ بہترین مخلوق ہیں، لکھا ہے کہ یہ حضرات بیداری میں ملائکہ اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان سے آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔

## خاتم المحدثین شیخ احمد شہاب الدین ابن حجر بیہمی کی کا عقیدہ

آپ سے کسی نے سوال کیا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اجتماع اور آپ سے فوائد حاصل کرنا بیداری میں ممکن ہے، تو آپ نے یہ جواب دیا: نَعَمْ يُحْتَكَى ذَلِكَ فَقَدْ صَوَّخَ بِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ كَرَامَاتِ الْأَوْلِيَاءِ الْغَزَالِي وَالْبَارَزِي وَالشَّاحِ الشُّبْنِي وَالْغَفِيْفِي الْبِتَافِي مِنْ الشَّافِعِيَّةِ وَالْقُرْطُبِي وَالْإِبْرَاهِيمِي وَالْأَنْبِيَاءِ وَأَنَّ حَضَرَ فَخْرِي قَدْرُوِي ذَلِكَ الْفَقِيهَ حَدِيثًا فَقَالَ لَهُ الْوَلِيُّ هَذَا الْحَدِيثُ بَاطِلٌ قَالَ وَمِنْ أَمْنِكَ هَذَا قَالَ هَذَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَقِفْ عَلَى رَأْسِكَ لِيَقُولَ الْأَنْبِيُّ لَهْ أَقْبَلُ هَذَا الْحَدِيثَ وَكَشَفَ الْفَقِيهَ قَدْرَاهُ. (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ: 254)

یعنی ہاں! یہ اجتماع ممکن ہے، کیوں کہ یہ کرامات اولیاء ہے۔ امام غزالی، تاج سکی، امام یافعی شافعی، امام قرطبی اور ابن ابی جرہ ماکل رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بعض اولیاء سے حکایت کی ہے کہ وہ ایک فقیہ کی مجلس میں حاضر ہوئے توفیق نے ایک حدیث روایت کی۔ ولی نے ان سے کہا کہ یہ حدیث باطل ہے توفیق نے کہا کہ تجھے کیسے معلوم ہے کہ یہ باطل ہے؟ ولی نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سر پر تعریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ میں نے یہ حدیث بیان

نہیں فرمائی۔ فقیر کو بھی کشف ہوا اور اس نے بھی نبی کریم کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا۔

**فائدہ:** اس فتویٰ سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس ولی اور نقیب کے سامنے حاضر و ناظر تھے اور پھر اس مسئلے پر اتنے بڑے مستند اور جید علما کی تصریح بھی ثابت ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث مذکور کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

نعم از بعض صالحین حکایات دریں باب آمدہ وبصحت رسیدہ وحکایات در روایات مشائخ بسیار است نزدیک بحد تو اتر رسیدہ ومنکر این حال تصدیق بکرامات اولیادار و یانداد و ساقط شد بحث باوے زیرا کہ دے منکر مت زیرا کہ اثبات کردہ اند کتاب وسنت و اگر داد و این از جملہ کرامات است باعث انکار چیست۔ (اشعۃ المسحات، جلد ثالث، صفحہ 639)

یعنی ہاں! بعض بزرگوں سے اس باب میں حالات بیداری میں دیکھنے کی روایات آئی ہیں جو صحت کو پہنچی ہیں اور بزرگان دین کی یہ حکایات و روایات بہت ہیں جو حد تو اتر کو پہنچی ہیں اور منکر کرامات اولیا کی تصدیق کرتا ہے یا نہیں، اگر تصدیق نہیں کرتا تو اس سے بحث ساقط ہے۔ اس لیے کہ وہ منکر ہے اسکی چیز کا جس کا اثبات قرآن وحدیث نے کیا ہے، اگر تصدیق کرتا ہے تو یہ بھی مجملہ کرامات سے ہے تو انکار کا سبب کیا ہے؟

**فائدہ:** شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فیصلہ فرمادیا کہ اولیا کی کرامات کا قائل اس بات کو جانتا ہے کہ حالت بیداری میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو سکتی ہے اور منکر کرامت اس کا انکار کرتا ہے۔ الحمد للہ! حدیث پاک کی قدرے وضاحت ہوئی جس سے ایمان کی کلیاں کھل گئیں۔

☆☆☆

بتیسواں وعظ: 3

## حضور کے حاضر و ناظر ہونے کا ثبوت

### دوسری حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَإِذَا جَلَسَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلَاةِ فَلْيَنْقُلِ التَّحِيَّاتِ يَدَاكَ وَالصَّلَوْتُ وَالطَّيِّبَاتِ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ 85)

ترجمہ: تم میں کوئی جب نماز میں قعدہ میں بیٹھے تو یہ کہے کہ تمام قولیہ، بدنیہ اور مالیہ عبادتیں اللہ کے لیے ہیں۔ اے نبی! تجھ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت و برکت۔

**فائدہ:** اس حدیث کے مطابق ہر مسلمان نماز میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے سلام عرض کرتا ہے، اگر آپ وہاں حاضر نہ ہوں تو یہ خطاب و ندا کیسی؟ اور سلام کا کیا مطلب؟ معلوم ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نمازی کے سامنے حاضر و ناظر ہیں جس کی وجہ سے نمازی آپ کو خطاب و ندا کر کے سلام عرض کرتا ہے اور یہ بات میں خود سے نہیں کہہ رہا ہوں، بلکہ اس پر علما و صوفیا کی تصریحات باہرہ موجود ہیں۔

### شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی تشریح

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: نیز آں ہمیشہ نصب العین مومنان و قرۃ العین عابدان است در جمیع احوال و اوقات خصوصاً در حالت عبادت و آخر آں کہ وجود نورانیت و انکشاف دریں محل بیشتر دقوی تر است و بعینہ از عرفا گفتہ اند کہ ایں خطاب بجمہت

سریاں حقیقت محمدیہ است در ذرات موجودات و افرامکنات پس آن حضرت در ذوات مصلیان موجود حاضر است پس مصلی باید کہ ازین معنی آگاہ باشد و ازین شہود غافل نہ بود تا تا نور اقرب و اسرار معرفت متورق و فائز گردد۔ (اشعۃ الملعات، ج: ۱، ص: ۱۴۰، مدارج، ج: ۱، ص: ۱۶۵)

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مومنوں کا نصب العین اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، تمام احوال و اوقات میں خصوصاً حالت عبادت میں اور اس کے آخر میں کہ نورانیت اور انکشاف کا وجود اس مقام میں بہت زیادہ اور قوی ہوتا ہے اور بعض عرفائے فرمایا ہے کہ یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ صاحبہا اصلوۃ و الحقیۃ تمام موجودات کے ذرات و افرامکنات میں جاری و ساری ہے۔ چنانچہ نبی کریم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں، لہذا نمازی کو چاہیے کہ اس معنی سے آگاہ رہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حاضر ہونے سے غافل نہ ہو، تاکہ انوار اقرب اور اسرار معرفت سے روشن اور فیضیاب ہو۔

**فائدہ:** شیخ محقق محدث دہلوی کی اس تحقیق و تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ عرفا کے نزدیک حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرے اور ممکنات کے ہر فرد میں موجود ہے، تو اب بتاؤ کہ ہر جگہ موجود ہونا اور حاضر و ناظر ہونا اور کس کو کہتے ہیں؟ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جگہ جلوہ گری قدرت الہی کی ایک شان کا ظہور ہے۔ معلوم ہوا کہ بدعقیدہ حقیقت میں قدرت الہی کے شان سے ناواقف ہیں، مگر حضرت شیخ کا پہلا جملہ قابل غور ہے جو یہ فرمایا کہ ”آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومنان است۔“ اس عبارت سے جیسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مومنوں کی نظر کے سامنے ہیں اور اہل ایمان کو ہمیشہ یہ دولت میسر ہے۔ ایسے ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ دیدار نبی، اہل ایمان کا حصہ ہے، بے دین کو برہمن اٹو کی طرح آفتاب نبوت کے انوار سے محروم ہیں، اس لیے اگر کوئی کو برہمن انکار کرے تو وہ اپنی ناجائزائی کی شہادت دیتا ہے۔

## امام غزالی کی تشریح

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نماز کی باطنی شرطوں میں فرماتے ہیں:

وَأَخْصِرْ فِي قَلْبِكَ التَّوْبَةَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَخْصُصَ الْكُرْبَانَةَ وَقُلِ الشَّلَامَةَ

عَلَيْكَ أَتَيْنَا النَّبِيَّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ (احیاء العلوم، جلد اول، صفحہ: ۱۷۵)

ترجمہ: اپنے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی ذات پاک کو حاضر جان اور یہ کہو:

السلام علیک ائینا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

**فائدہ:** حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تشہد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مان کر آپ پر سلام عرض کرنے کی تصریح فرما رہے ہیں جو بدعقیدوں کے نزدیک ذیل شرک ہے، مگر اہل ایمان کے نزدیک عین ایمان ہے۔ اس تصریح سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

## امام عبد الوہاب شعرانی کی تشریح

سیدی امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ تشہد کے بیان میں لکھتے ہیں:

تَوَعَّثُ سَيِّدِي عَلَيْنَا الْخَوَاصَّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ إِنَّمَا أَمَرَ الشَّارِعَ النَّصْلَ بِالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّشَهُُّدِ لِتُنَبِّئَهُ الْعَالَمِينَ فِي جُلُوسِهِمْ بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَى شَهُودِ تَبَيُّهُهُمْ فِي تِلْكَ الْحَضَرَةِ فَإِنَّهُ لَا يُقَارِئُ حَضَرَةَ اللَّهِ تَعَالَى أَبَدًا فَيَغَاطِبُونَهُ بِالسَّلَامِ مُشَاقَّةً (ميزان کبری، صفحہ: ۱۶۷)

ترجمہ: میں نے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ شارع نے تشہد میں نماز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا حکم صرف اس لیے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں جینے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ فرمادے کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہیں، اس لیے کہ وہ دربار الہی سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ نمازی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بالمشافہ سلام کے ساتھ خطاب کرتے ہیں۔

**فائدہ:** اس عبارت میں شہود تَبَيُّهُهُمْ فِي تِلْكَ الْحَضَرَةِ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بارگاہ الہی میں حاضر و جلوہ گر ہونا) اور فَإِنَّهُ لَا يُقَارِئُ حَضَرَةَ اللَّهِ تَعَالَى أَبَدًا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الہی سے کسی وقت جدا نہیں ہوتے) اور فَيَغَاطِبُونَهُ بِالسَّلَامِ مُشَاقَّةً (نمازی بالمشافہ یعنی نبی کریم کے روبرو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام کے ساتھ خطاب کرتے ہیں)

خاص طور پر قابل فور جملے ہیں۔ یہ تینوں جملے مخالفین کے تمام شکوک و شبہات کا قلع قمع کر رہے ہیں۔ ایسے چمکتے ہوئے دلائل کے سامنے کسی کو رباطن کا یہ کہنا کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىكَ اٰیُّهَا النَّبِیُّ بعید کو خطاب ہے، ایسا ہے جیسے کہ خط لکھنے والا مکتوب الیہ کو سلام لکھتا ہے، کسی دیدہ و دلیری اور ہمت دھری ہے۔ کوئی منصف مزاج اس روشن کلمات کے ہوتے ہوئے ایسی تنگ نظری اور تاریک خیالی کو قبول نہیں کر سکتا۔

### مخالفین کا رد

مخالفین کہتے ہیں کہ نماز میں جو ہم اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىكَ اٰیُّهَا النَّبِیُّ کہتے ہیں اس میں حضور کو خطاب نہیں کرتے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىكَ اٰیُّهَا النَّبِیُّ فرمایا تھا اس سلام و خطاب کی حکایت کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کا ایک دھوکہ اور مغالطہ ہے، کیوں کہ ایک تو سلام تشہد کو واقعہ معراج کی حکایت قرار دینا ان کے اصول کے خلاف ہے، اس لیے کہ وہ مطلقاً کسی ایسی روایت کو تسلیم نہیں کرتے جس کی سند موجود نہ ہو، بخلاف اہل سنت کے کہ وہ ابواب فضائل و مناقب میں ان روایات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی سند ہمارے سامنے نہ ہو، مگر علمائے محدثین و فقہائے معتبرین یا دیگر علمائے معتمد علیہ نے انہیں قبول کیا ہو۔ ہم مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ جس روایت کے پیش نظر یہ کہتے ہو کہ سلام تشہد واقعہ معراج کی حکایت ہے، کیا اس کی کوئی سند موجود ہے؟ اگر ہے تو پیش کیجیے۔

مولوی انور شاہ کشمیری اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں: وَلَیْسَ لَہٗ اَوْحَا، سَنَدٌ خَلِیْفَہُ الرَّوَّایَۃِ۔ یعنی اس روایت کی سند میں نے نہیں پائی۔ اب بتاؤ کہ بے سند کی روایت پر قہارے مسلمات کی روشنی میں اس حکایت کا حکم کیسے صحیح ہوگا؟

حقیقت یہ ہے کہ جن عبارات میں سلام تشہد کا علی سبیل احوکا یہ ہونا وارد ہے، وہاں مجرد حکایت مراد نہیں بلکہ حکایت علی طریق الانشاء مراد ہے، یعنی چوں کہ اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں اپنے حبیب کو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىكَ اٰیُّهَا النَّبِیُّ کے ساتھ مخاطب فرمایا تھا۔ نمازی کو چاہیے کہ حرم حبیب میں حبیب کو حاضر پا کر واقعہ معراج کے مطابق یہ نیت انشاء سلام، رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىكَ اٰیُّهَا النَّبِیُّ کے ساتھ مخاطب کرے، جیسا کہ فقہائے عظام نے فرمایا ہے۔ صاحب درمختار فرماتے ہیں: وَلَیْسَ یُقْصَدُ بِالْفَاقِطِ النَّشْءُ بِمَعَارِضِهَا مَزَادَۃً لَّہٗ عَلٰی وَجْہِ الزَّیْنِیَّۃِ کَاَنَّہُ یُحْتَمٰی اللّٰہُ وَلَیْسَ لَہٗ عَلٰی نَبِیِّہِ وَعَلٰی نَفْسِہِ وَاَوْلِیَآئِہِ لَا الْاُخْبَارُ عَنْ ذٰلِکَ ذِکْرٌ فِی الْمُبْتَغٰی۔ (درمختار، جلد اول، صفحہ 476)

ترجمہ: تشہد کے الفاظ سے اس کے معانی اپنی مراد ہونے کا ارادہ کرے انشاء کے طور پر، گویا کہ نماز الی اللہ کی تحیت کرتا ہے اور تحفے پیش کرتا ہے، اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کرتا ہے اور اس سے اخبار و حکایت کا ارادہ نہ کرے۔

اس پر علامہ ابن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں: اَبٰی لَا یُقْصَدُ الْاُخْبَارُ وَالْحَکَایَۃُ عَمَّا وَقَعَ فِی الْبُغْرَاجِ مِنْہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمِنْ رُتَبَہٗ سُبْحَانِہٖ وَمِنْ الْمَلَائِکَۃِ عَلَیْہِہُمُ السَّلَامُ۔ (ردالمحتار، جلد اول، صفحہ 476)

ترجمہ: نمازی (تشہد میں) اس واقعے کو نقل و حکایت کا ارادہ نہ کرے جو معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ سبحانہ اور فرشتوں سے واقع ہوا تھا۔

**فائدہ:** مسلماً نوادیکھ لیا آپ نے کہ صاحب درمختار اور علامہ شامی صاحب فتویٰ نے مجرد حکایت اخبار کے قول کو رد فرمایا کہ انشاء سلام کے قصد کو متعین فرمادیا۔ لیکن تعجب ہے ان بدعتیہ مولویوں پر جو حقیقت کا لبادہ اوڑھ کر فقہ حنفی کے منکر ہیں۔

**اعتراض:** منکر یہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب آپ ہر نمازی کے سامنے حاضر ہیں، تو آپ ہر نمازی کو نماز میں نظر کیوں نہیں آتے؟ اگر آپ حاضر ہوتے تو نظر بھی آتے؟

**جواب:** نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر تو نمازی کے سامنے ہیں، اگر کسی نمازی کو نظر نہ آئیں تو وہ اس کی اپنی نظر کا قصور ہے، ورنہ آپ کی جلوہ گری میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ جن اہل بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے نور بصیرت عطا فرمایا وہ آپ کو دیکھتے ہیں، لہذا ہمیں لازم ہے کہ اگر خود دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تو دیکھنے والے کی بات مان لیں۔ دیکھو کعبہ مقدسہ کو بہت کم لوگوں نے دیکھا ہے مگر نماز کی نیت باندھتے وقت ہر شخص کہتا ہے، منہ میرا طرف کعبہ شریف کے۔ یہ کہنا اس لیے ہے کہ کعبہ معظمہ دیکھنے والوں کے قول کو تسلیم کر لیا، ورنہ ہمیں بن دیکھنے کیا معلوم کہ کعبہ کی

سمت کون سی ہے۔ چنانچہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں عارفین کا قول تسلیم کر لیا جائے، تو کون سی قباحت ہے۔

**تیسری حدیث:** اب تیسری حدیث لکھی جاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وَضَعَ فِي قَبْرِهِ وَتَوَلَّى عَنْهُ اَصْحَابُهُ اِنَّهُ لَيَسْمَعُ قَرْعَ نَعَالِهِمْ اَنَّا كُنَّا مَلَكًا فَيَقْعِدُ اِنَّهٗ فَيَقُولَانِ مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي هَذِهِ الرَّجُلِ۔ (متفق علیہ، مشکوٰۃ، صفحہ 24) ترجمہ: بندہ جب اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے دوست اس سے پیٹھ پھیر لیتے ہیں تو وہ مردہ اپنے دوستوں کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بیٹھاتے ہیں، پھر اس سے کہتے ہیں کہ تو اس مرد حق (نبی کریم) کے حق میں کیا کہتا ہے؟

**فائدہ:** علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ لفظ هذا محسوس بمصر حاضر موجود کے لیے موضوع ہے، اس تصریح کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قبر کی قبر میں حاضر ہوتے ہیں اور فرشتے آپ کی طرف اشارہ کر کے میت سے سوال کرتے ہیں کہ اس مرد خدا کے بارے میں تو کیا کہتا ہے؟ لہذا کا یہ معنی حقیقی ہے۔ اس لیے اس سے عدول الی المعجاز بلا قرینہ ناجائز ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

یابا حضرت ذات شریف وے درعیاں بایں طریق کہ دو قبر مثالے از حضرت وے صلی اللہ علیہ وسلم حاضر میں ساختہ باشند تا مشاہدہ جمال جان افزا و عقدہ اشکال کہ در کار افتادہ کشادہ و خلعت فراق بنور لقاے دلکشائے اور روشن گرد دریں جا بشارت معیت مرشتا قاف غمزدہ را کہ اگر بر امید ایں شادی جان و ہند و زندہ و گور و رند جائے آں دارد۔ (اشعۃ اللمعات، جلد اول، صفحہ 115)

یعنی ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم خود حاضر ہوتی ہے خارج میں اس طریقے سے کہ قبر میں آپ کی صورت مثالی حاضر کی جاتی ہے، تاکہ آپ کے جمال جہاں آرا کے مشاہدہ سے اشکال کی گرہ کھل جائے اور فراق کی تاریکی آپ کے دل کشادیدار کے نور سے روشن ہو جائے، اس جگہ بشارت ہے عشاق غمزدہ کو کہ اگر وہ اس خوشی کی امید میں جان دیں اور قبر میں جائیں تو ٹھیک ہے۔

شیخ محقق کی تحقیق کی روشنی میں واضح ہو جاتا ہے کہ ہر قبر میں ہر میت کے پاس نبی کریم حاضر ہوتے ہیں اور یہ بات بھی واضح ہے کہ ایک وقت میں بے شمار میت قبر میں داخل کیے جاتے ہیں، تو ثابت ہوا کہ ایک وقت میں رسول اللہ بقدرت الہی متعدد مقامات میں حاضر و ناظر ہیں اور حضرات محدثین اور علمائے اعلام اس مسئلے پر تصریح فرماتے ہیں۔

امام الحدیث حضرت علامہ احمد شہاب الدین بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ حدیثیہ میں فرماتے ہیں: ثُمَّ زَانَتْ ابْنُ الْعَرَبِيِّ عَلَّاحُ بِنَاذِكُو كَانُوا مِنْ اَتْلَهٗ لَا يَمْنَعُ رُوْبُهُ ذَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرُؤُوحِهِ وَجَسَدِهِ لِاَنَّهٗ وَسَائِرُ الْاَنْبِيَاءِ اَصْحَابُ رُكْنَاتِ الْبَيْتِمْ اُرُوْا اَمْهُمْ بَعْدَ مَا فُطِنُوْا وَاِذْنُ لَهُمْ فِي الْخُفُوْجِ مِنْ قُبُوْرِهِمْ وَالتَّصَدُّفِ فِي الْمَلَكُوْتِ الْعُلُوْجِ وَلَا مَنَاصِيغَ مِنْ اَنْ يَّرَاهُ كَيُؤْثَرُوْنَ فِي وَقْفٍ وَّاجِبٍ لِاَنَّهٗ كَالْمُنْشِئِ وَاِذَا كَانَ الْقَطْبُ بِمَلَا الْكُوْنِ كَمَا قَالَهُ الشَّافِعِيُّ عَطَاءُ اللّٰهِ فَمَا لَكَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ 256)

یعنی میں نے شیخ ابن عربی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے اس کی تصریح فرمائی جو ہم نے ذکر کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کی زیارت آپ کی روح مبارک اور جسم شریف کے ساتھ ممکن نہیں، اس لیے کہ آپ اور تمام انبیاء علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں۔ قبض روح کے بعد ان کے ارواح ان کی طرف واپس کیے جاتے ہیں اور ان کو اپنی قبروں سے نکلنے اور عالم علوی و سطی میں تصرف کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اور یہ بات بھی ممکن ہے کہ ایک وقت میں بہت لوگ (اہل ایمان) آپ کو دیکھ لیں۔ اس لیے کہ آپ بمنزلہ شمس کے ہیں اور جب کہ قطب سارے جہاں کو بھر دیتا ہے جیسا کہ تاج ابن عطاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے تو نبی کریم کے متعلق تیرا کیا خیال ہے؟

**فائدہ:** اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات بھی ثابت ہوئی اور عالم علوی و سطی میں تصرف کرنا بھی ثابت ہوا جو منکرین کے نزدیک شرک اکبر ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپ ایک وقت میں متعدد مقامات پر حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں، بلکہ قطب وقت سے دنیا کا کوئی حصہ خالی نہیں ہوتا ہے وہ ہر جگہ ناظر ہوتا ہے باذن تعالیٰ۔

## حضور کے حاضر و ناظر ہونے کا ثبوت

حضرات! سابقہ وعظوں میں محدثین و فقہاء اولیاء کی تحقیق و تصریح سننا گزر چکی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔

اب دیگر صوفیاء اولیاء اللہ کی تصریحات ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں، تاکہ حاضر و ناظر کے مسئلہ میں کوئی الجھن باقی نہ رہے اور اہل ایمان میں تازگی پیدا ہو:

## عارف ربانی ابوالعباس مرسی کی تشریح

تاج بن عطاء اپنے شیخ کامل عارف حضرت ابوالعباس مرسی سے بیان کرتے ہیں:

«هَذَا قَوْلُ بَعْضِ هَذِهِ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ» (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ: 256)

یعنی میں نے اپنے اس ہاتھ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کیا ہے۔

## سیدی علی وفا کی تشریح

حضرت ابن فارس حضرت سیدی علی و فارحہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میری عمر پانچ برس کی تھی اور ایک استاذ سے قرآن مجید پڑھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں استاذ صاحب کے پاس آیا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا کہ آپ نے روٹی کی سفید قمیص پہن رکھی تھی، پھر وہ قمیص اپنے اوپر دیکھی یعنی آپ نے مجھے اپنی قمیص پہنائی اور مجھ سے فرمایا کہ قرآن مجید پڑھ کر سناؤ، تو میں نے آپ کو سورہ والضحیٰ اور الم نشرح پڑھ کر سنائی، پھر مجھ سے غائب ہو گئے۔ جب میں اکیس برس کا ہوا اور مقام قراۃ میں نماز میں نیت باندھی تو اپنے

سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، پھر آپ نے میرے ساتھ مصافحہ فرمایا اور فرمایا:

«وَأَمَّا بِبَعْضِ نَزَلِكَ فَحَدَّثْتُ» (فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ: 256)

## امام شعرانی کی تشریح

قطب وقت حضرت امام عبدالوہاب امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«وَقَدْ اَشْتَقُّ عَنْ كَثِيرٍ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ الَّذِينَ هُمْ دُونَ الْأَلَمَةِ الْمُجْتَمِعِينَ فِي الْمَقَامِ بِبَعْضِ أَتْلَافِهِمْ كَانُوا يَحْتَضِرُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا وَيُضَيِّقُهُمْ أَهْلُ عَقْرِ هُمْ عَلَى ذَلِكَ» (میزان کبریٰ، صفحہ: 44)

یعنی اولیائے کرام جو عمر مجتہدین سے کم رتبہ ہیں ان سے مشہور ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھے ہوتے ہیں، ان کی تصدیق اس بات پر ان کے اہل عصر نے کی ہے۔

## شیخ ابوالحسن شاذلی اور شیخ ابوالعباس مرسی کی تشریح

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں:

«قَدْ بَلَغْنَا عَنِ الشَّيْخِ أَبِي الْحَسَنِ الشَّاذِلِيِّ وَتَلَمِذِهِ الشَّيْخِ أَبِي الْعَبَّاسِ الْمُرْسِيِّ وَغَرِيبَا أَتْلَافِهِمْ كَانُوا يَحْتَضِرُونَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَرَفَةً عَنِ مَاعَدَدْنَا أَنْفُسَنَا مِنْ مُجَلَّةِ الْمُسْلِمِينَ» (میزان کبریٰ، صفحہ: 144)

یعنی ہمیں حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی اور ان کے شاگرد شیخ ابوالعباس مرسی وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم سے پہنچا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور جمال پاک چشمزدن کی مقدار بھی ہم سے پوشیدہ ہو جائے تو ہم اپنے آپ کو مسلمانوں کے زمرے میں شمار نہیں کرتے۔

**حکایت:** سیدی محمد بن زین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت پاک بیداری میں ظاہر باہر کرتے تھے، جب حج مبارک سے فارغ ہو کر روضۃ الطہر پر حاضری دیتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ کلام کرتے تھے۔ کافی عرصے تک زیارت سے مشرف ہوتے رہے، یہاں تک کہ ایک شخص نے آپ سے حاکم شہر سے سفارش کرنے کے متعلق کہا تو

آپ ان کے ہمراہ حاکم شہر کے پاس چلے گئے۔ حاکم وقت نے انھیں اپنے خاص فرش پر بیٹھایا تو زیارت پاک ان سے منقطع ہوگئی۔ آپ نے دوبارہ زیارت پاک کے لیے بڑی کوشش کی، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اشعار پڑھے تو دور سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو میرا جمال پاک طلب کرتا ہے اور پھر ظالموں کے فرش پر بیٹھتا ہے، لہذا اب تو زیارت پاک سے بہرہ ور نہیں ہو سکے گا، پھر آئندہ کے لیے آپ زیارت سے محروم ہو گئے۔ (میزان کبریٰ، صفحہ: 44)

**حکایت:** امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جلال الدین سیوطی کا ایک خط ان کے دوست شیخ عبدالقادر شاذلی کے پاس دیکھا جو آپ نے ایک شخص کے جواب میں لکھا تھا جس نے آپ سے بادشاہ وقت کے یہاں سفارش کے متعلق سوال کیا تھا۔ آپ نے اپنے خط میں یہ مضمون لکھا کہ میرے بھائی تجھے معلوم ہوتا چاہیے کہ میں اب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بیداری میں 75 مرتبہ کرچکا ہوں، اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ ان حکام کے پاس جانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم ہو جاؤں تو میں تیرے ساتھ ہو کر بادشاہوں کے پاس تیری سفارش کرتا، مگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی خدمت کرتا ہوں اور مجھے ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ضرورت رہتی ہے، تاکہ احادیث کی تصحیح کر سکوں۔ جن کو محدثین نے اپنے طریقے سے ضعیف کہا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تیرے فائدے سے اس میں زیادہ فائدہ ہے، کیوں کہ اس میں تمام مسلمانوں کا فائدہ ہے۔ (میزان کبریٰ، صفحہ: 44)

**حکایت:** حضرت سہل بن عبد اللہ کے خادم کا بیان ہے کہ میں نے حضرت سہل کی تیس سال خدمت کی، اتنے عرصے میں آپ نے نہ رات میں اور نہ دن میں آرام کیا، اور ہمیشہ صبح کی نماز، عشا کے وضو سے ادا کرتے تھے۔ آپ لوگوں سے بھاگ کر ایک جزیرے میں تشریف لے گئے جو عمادان اور بصرہ کے مابین تھا۔ لوگوں سے بھاگنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک شخص نے ایک سال حج کیا اور جب واپس آیا تو اس نے اپنے بھائی سے کہا کہ میں نے حضرت سہل بن عبد اللہ کو عرفہ کے دن عرفات میں دیکھا تو اس کے بھائی نے کہا کہ یوم ترویہ کو ہم آپ کی رباط میں آپ کے

پاس بیٹھے تھے، (تو یوم عرفہ کو عرفات میں کیسے پہنچ سکتے ہیں) اس کے بھائی حاجی نے طلاق کے ساتھ قسم کھائی کہ میں نے عرفہ کے روز آپ کو عرفات میں دیکھا ہے، تب اس کے دوسرے بھائی نے کہا کہ چلو آپ کے پاس جا کر پوچھتے ہیں۔ دونوں بھائی حضرت کے پاس آئے اور اپنا قصہ بیان کیا اور طلاق کا حکم بھی دریافت کیا۔ حضرت سہل نے فرمایا کہ تمہیں اس کام سے کیا مطلب؟ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہو، اور حاجی سے فرمایا کہ اپنی عورت کو بند رکھو (یعنی طلاق واقع نہیں ہوئی کہ تم دونوں سچے ہو، مگر اس بات کی خبر نہ دینا۔ (روض الریاحین امام یافعی، صفحہ: 148)

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ ولی اللہ ایک وقت میں اس کے مختلف میں حاضر ہو سکتا ہے، یہ اس کی کرامت ہے، اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقت واحد میں مختلف مقامات میں حاضر ہوں تو کیا قیامت لازم آئے گی؟

**حکایت:** مجدد الف ثانی شیخ احمد ربندی سرمدی مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں کہ حضرت خدیو (خواجہ باقی باللہ) فرماتے تھے کہ میرا ایک عزیز کہتا تھا کہ لوگ مختلف اطراف و جواب سے آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور حج کے موسم میں ہمارے ساتھ تھے اور ہمارے ساتھ ہی حج کیا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد شریف میں دیکھا ہے اور اپنی آشنائی کا اظہار کرتے ہیں، حالاں کہ میں اپنے گھر سے نہیں نکلا ہوں۔ (مکتوبات، دفتر اول، حصہ سوم، صفحہ: 139)

**حکایت:** حضرت امام یافعی فرماتے ہیں کہ شیخ معظم حضرت مفرج کے مریدوں میں سے ایک نے حج کیا اور اس نے کہا کہ میں نے اپنے شیخ مفرج کو عرفہ کے روز مقام عرفات میں دیکھا، دوسرے مرید نے کہا کہ شیخ موصوف حج کے روز ہمارے پاس اپنے مکان میں رہے اور کسی دوسرے مکان میں تشریف نہیں لے گئے، ہر ایک مرید نے طلاق کی قسم اٹھائی۔ یہ چھٹا حضرت مفرج کے پاس گیا، آپ نے ہر ایک کی تصدیق کی اور ہر ایک کے نکاح کو بحال رکھا۔ شیخ مفتی الدین بن ابی منصور فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ موصوف سے عدم جنت کے متعلق دریافت کیا، حالاں کہ ان میں سے فقط ایک ہی سچا ہے۔ اس وقت ہمارے پاس ملاکی ایک جماعت موجود تھی، آپ نے اس مسئلے میں گفتگو کرنے کی اجازت دی تو کسی نے بھی اس مسئلے کی کما حقہ

وضاحت نہ کی، شیخ موصوف نے میری طرف اشارہ کیا کہ مسئلے کی وضاحت کرو تو میں نے کہا کہ جب ولی اللہ مسند ولایت پر محکم ہوتا ہے اور اسے اپنی روحانیت میں تصرف کی قدرت حاصل ہوتی ہے تو اسے یہ قدرت عطا کی جاتی ہے کہ وہ وقت واحد میں مختلف صورتوں میں جہات متعددہ میں حاضر و موجود ہوں، تو وہ صورت جس کو عرفہ کے روز مقام عرفات میں دیکھا ہے وہ بھی حق ہے اور وہ صورت جس کو اسی دن ان کے گھر میں دیکھا ہے وہ بھی حق ہے اور ہر ایک اپنی قسم میں سچے ہیں۔ اس طرح حضرت شیخ مفرج نے میری وضاحت کی اور تصدیق فرمائی۔

(روض الریاضین، صفحہ: 323)

**حکایت:** حضرت شیخ کبیر ابو عبد اللہ قرشی فرماتے ہیں کہ مصر میں سخت قحط پڑ گیا۔ میں نے دعا کا قصد کیا تو کہا گیا کہ دعا نہ کرو، اس معاملے میں کسی کی دعا قبول نہ ہوگی۔ تب میں نے ملک شام کا سفر کیا اور جب میں سیدنا ظلیل اللہ علیہ السلوٰۃ والسلام کے حرار شریف کے پاس پہنچا تو حضرت ظلیل سے ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا: اے ظلیل اللہ! میری مہمانی یہ ہے آپ اہل مصر کے لیے دعا کریں، آپ نے ان کے حق میں دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے ان کی قحط سالی دور فرمادی۔ (روض الریاضین، صفحہ: 281، فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ: 255)

## امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح

امام یافعی اس حکایت کے متعلق لکھتے ہیں: قَالَ فِي لَيْسِي الْخَيْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ قَوْلُ حَقٍّ لَا يُنْكِرُهُ إِلَّا جَاهِلٌ بَعْدَ عَرَفَةٍ مَا يَدْعُو عَلَيْهِمْ مِنَ الْأَحْوَالِ الَّتِي يُشَاقِدُونَ فِيهَا مَا لَمْ يَكُنِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ وَيَنْظُرُونَ الْأَنْبِيَاءَ أَحْيَاءَ وَعَيَّوْا أَمْوَاتٍ كَمَا نَظَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْنِسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْأَرْضِ وَنَظَرَ أَيْضًا جَمَاعَةً مِنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِي السَّمَوَاتِ وَسَمِعَ مِنْهُمْ خَطَابَاتٍ وَقَدْ تَقَدَّمَ أَنَّهُ يَجُوزُ لِلْأَنْبِيَاءِ عَنِ اللَّهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ أَنْ يَكُونُوا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ وَالسَّلَامُ مِنَ الْمُعْجَزَاتِ بِعَزِيزٍ عَلَيْهِ الشَّعَاقِي

(روض الریاضین، صفحہ: 281، فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ: 256)

یعنی حضرت ابو عبد اللہ کا قول ہے کہ مجھ سے ظلیل علیہ السلام ملے، یہ حق ہے، اس کا انکار

وہی کرے گا جو اولیاء اللہ کے احوال سے جاہل ہے۔ اولیاء اللہ اپنے احوال میں آسان و زمین کو ملاحظہ کرتے ہیں اور انبیائے کرام کو بیداری میں زندہ دیکھتے ہیں، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، نیز انبیاء کی جماعت کو آسمانوں میں ملاحظہ فرمایا اور ان سے کلام سنا اور پہلے گزر چکا ہے کہ اولیاء اللہ کے لیے وہ امر بطور کرامت جائز ہوتا ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لیے بطور معجزہ جائز ہوتا ہے بشرط عدم تحدی۔

خاتم الحدیث احمد شہاب الدین بن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَالْحُكَايَاتُ فِي ذَلِكَ عَنْ أَوْلِيَاءِ اللَّهِ كَيْفَ يَكُونُ قَدْ جَاءَ لَا يُنْكِرُ ذَلِكَ إِلَّا مُعَانِدًا أَوْ غَوًى وَمُ

(فتاویٰ حدیثیہ، صفحہ: 254)

یعنی اس تعلق سے اولیاء اللہ کی حکایتیں بہت زیادہ ہیں جن کا وہی انکار کرے گا جو معاند ہو یا بد بخت ہو۔

☆☆☆

## حضور کے حاضر و ناظر ہونے کا ثبوت

## شیخ عبدالحق دہلوی کی تشریح

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: پوشیدہ نہ مانو کہ بعد از اثبات حیات حقیقی حسی دنیاوی اگر بعد ازاں گویند کہ حق تعالیٰ جسد شریف را حائلے و قدرتے بخشیدہ است کہ در ہر مکانے کہ خواہد تشریف بخشید خواہ بیحد یا با مثالی خواہ بر آسمان خواہ بر زمین خواہ قبر شریف یا غیر وے در صورتے دارد۔ (مدارج النبوۃ، جلد دوم، صفحہ: 577)

یعنی یہ پوشیدہ نہ رہے کہ انبیاء کی حیات حقیقی حسی دنیاوی کے اثبات کے بعد اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جسم اقدس کو ایسی حالت اور قدرت عطا فرمائی ہے کہ جس مکان میں چاہیں تشریف لے جائیں، خواہ بیحد یا مثال کے ساتھ، خواہ آسمان پر خواہ زمین پر خواہ قبر اقدس میں یا اس کے غیر میں، تو یہ ممکن ہے اور درست ہے۔

## قاضی ابوالفضل مالکی کی تشریح

قاضی ابوالفضل عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فَإِذَا لَمْ يَكُنْ فِي النَّبِيِّ أَحَدٌ فَقُلْ أَلَسَلَكُمْ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ۔ (شفا، جلد دوم، صفحہ: 53)

یعنی جب گھر میں کوئی نہ ہو تو کہے سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔  
**فائدہ:** اگر گھر میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے نہ ہوں تو اُن کو سلام کرنے کا کیا مطلب ہے؟ معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ ہر جگہ اور ہر مکان میں حاضر ہوتے ہیں باذنہ تعالیٰ۔

## حضرت علقمہ کی تشریح

حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: إِذَا دَخَلْتَ الْمَسْجِدَ أَقُولُ: أَلَسَلَكُمْ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ (شفا، جلد دوم، صفحہ: 53)  
 یعنی جس وقت میں مسجد میں داخل ہوتا ہوں، تو کہتا ہوں کہ اے نبی! تجھ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔

**فائدہ:** حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصریح فرمادی کہ ہر مسجد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوتے ہیں، اسی لیے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا اور خطاب کر کے سلام عرض کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ہر کارا عظم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

## حضرت عمرو بن دینار تابعی کی تشریح

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا میں لکھتے ہیں: قَالَ عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ قَالَ: إِنَّ لَكُمْ يَكُنْ فِي النَّبِيِّ أَحَدًا فَقُلْ أَلَسَلَكُمْ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ (شفا، جلد دوم، صفحہ: 52)

یعنی عمرو بن دینار نے اللہ کے اس قول: فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ کی تفسیر فرمائی کہ اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو یہ کہو سلام ہو نبی پر اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

**فائدہ:** حضرت عمرو بن دینار تابعی کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر گھر اور ہر مکان میں حاضر و موجود ہیں، اگر حاضر و موجود نہ ہوتے، تو آپ کو سلام کرنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جب کوئی صحابی یا تابعی ایسی بات کی خبر دیں، جس میں عقل کو دخل نہ ہو، تو اگر تابعی ہے تو ضرور اس نے کسی صحابی سے سنی ہوگی اور صحابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی، گو یا اس کی حدیث مرفوع حدیث کے حکم میں ہوگی، چنانچہ حضرت عمرو بن دینار کا یہ فرمان، گو یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہوا۔

## ملاعلی قاری کی تشریح

عمر بن دینار کی حدیث بالاک تشریح ملای قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا تُرَوِّحُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَاضِرًا فِي بُيُوتِ أَهْلِ الْأَسْلَامِ (شرح شفا)

یعنی یہ سلام کرنا اس لیے ہے کہ سرکار اربعہ اعلیٰ الصلوٰۃ والسلام کی روح مبارک ہر مسلمان کے گھر میں حاضر و موجود ہیں۔

**فائدہ:** اب منکرین ذرا غور کریں کہ اکابر دین نے حاضر و ناظر کا مسئلہ کیسے واضح فرمادیا، اس کے باوجود بھی انکار کریں تو ان کی اپنی بد قسمتی اور خبیث باطنی ہے۔

## امام شعرانی کی تشریح

امام شعرانی نوامد معراج بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وَيَوْمَئِذَا شَفَعُوا الْجَسَدَ الْوَاحِدَ فِي مَكَانَيْنِ فِي أَنْ وَاحِدٍ كَمَا رَأَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهُ فِي أَشْخَاصٍ بَيْنَ أَخْفَرِ جَبَلٍ إِبْخِيَاءَهُ فِي السَّمَاءِ الْأُولَى كَمَا مَرَّ وَكَذَلِكَ أَتَمَّ وَمُؤْنَى وَعَوَّضَهَا فَإِنَّهُمْ فِي قُبُورِهِمْ فِي الْأَرْضِ حَالٍ كَوْنِهِمْ سَاكِنِينَ فِي السَّمَاءِ فَإِنَّهُ قَالَ رَأَيْتُ أَتَمَّ رَأَيْتُ مُؤْنَى رَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ وَأُطْلِقَ وَمَا قَالَ رَأَيْتُ رُوحَ أَتَمَّ وَلَا رُوحَ مُؤْنَى فَرَأَجَعَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُؤْنَى فِي السَّمَاءِ وَهُوَ بَعِيثُهُ فِي قَبْرِهِ فِي الْأَرْضِ فَلَمَّا بَصُلِّي كَمَا وَرَدَنِي مَنْ يَقُولُ أَنَّ الْجَسَدَ الْوَاحِدَ لَا يَكُونُ فِي مَكَانَيْنِ كَيْفَ يَكُونُ إِمْنَانُكَ بِهَذَا الْحَدِيثِ فَإِنْ كُنْتَ مُؤْمِنًا فَقَدْ لَدَّ وَأَنْ كُنْتَ عَالِمًا فَلَا تَعْوِضُ فَإِنَّ الْعِلْمَ يَمْتَنِعُ وَلَيْسَ لَكَ الْإِخْتِيَارُ فَإِنَّهُ لَا يَخْتَارُ إِلَّا اللَّهُ وَلَيْسَ لَكَ أَنْ تَقُولَ أَنَّ الذِّنِّي فِي الْأَرْضِ غَيْرَ الذِّنِّي فِي السَّمَاءِ لِقَوْلِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رَأَيْتُ مُؤْنَى أَطْلُقَ وَكَذَلِكَ سَابِقَ مَنْ رَأَى مِنَ الْأَنْبِيَاءِ هُنَاكَ قَالَ نَسْأَلُ مُؤْنَى أَنْ يَكُنْ غَيْبَهُ فَلَا خِيَارَ عَنْهُ كَذِبَ أَنَّهُ مُؤْنَى هَذَا (الباقيات الجواب، جلد دوم، صفحہ: 36)

یعنی نوامد معراج میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ایک جسم آن واحد میں دو مکانات میں حاضر ہو گیا، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک بخت اولاد آدم کے افراد میں خود اپنی ذات کو

بھی ملاحظہ فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ پہلے آسمان پر جمع ہوئے تھے، جیسا کہ گزرا اور اسی طرح آدم و ہون اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے ساتھ، جو زمین میں اپنی قبروں کے اندر ہیں، حالاں کہ وہ آسمانوں میں بھی سکونت رکھتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً اسی طرح فرمایا کہ میں نے آدم علیہ السلام کو دیکھا، روح کی قید کے ساتھ مقید فرما کر اس طرح نہیں فرمایا کہ میں نے حضرت آدم کی روح کو دیکھا اور نہ یوں فرمایا کہ موتی علیہ السلام کی روح کو دیکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے بعینہ انبیائے کرام ہی کو دیکھا تھا، جب آپ واپس ہوئے تو موتی علیہ السلام چھپے آسمان میں تھے، حالاں کہ موتی علیہ السلام زمین میں اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، جیسا کہ مسلم کی حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تعجب ہے کہ اس کہنے والے پر جو یہ کہتا ہے کہ ایک جسم بیک وقت دو مکانات میں نہیں ہو سکتا۔ اسے قائل! ذرا یہ بتادو کہ اس حدیث کے ساتھ تیرا ایمان کیوں کر ہو سکتا ہے، اگر تو مومن ہے تو تجھے مان لینا چاہیے اور اگر تو عالم ہے تو اعتراض نہ کرو، اس لیے کہ علم تجھے روکتا ہے اور تجھے حقیقت حال کا علم ہی نہیں، کیوں کہ یہ علم حقیقتاً اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور تیرے لیے یہ جائز نہیں کہ تو تاویل کرے کہ جو انبیاء زمین میں ہیں وہ ان کے غیر ہیں جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان میں دیکھا، اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رَأَيْتُ مُؤْنَى مطلقاً فرمایا، اور اسی طرح باقی انبیاء علیہم السلام کے متعلق جنہیں آپ نے آسمانوں میں دیکھا، یہ نہیں فرمایا کہ میں نے ان کے غیر کو دیکھا جو زمین میں ہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو موتی فرمایا کہ اگر وہ بعینہ موتی علیہ السلام نہ ہوں، تو ان کے متعلق یہ خبر دینا کہ وہ موتی ہیں کذب ہوگا۔ (العیاذ باللہ)

مزید حضرت امام شعرانی فرماتے ہیں: ثُمَّ إِنَّ الْبَعْثَ مَنْ يُنْكَرُ عَلَى الْأَوَّلِينَ وَمِثْلَ هَذَا فِي تَصَوُّرَاتِهِمْ وَقَدْ كَانَ قَضِيْبُ الْبَنَانِ يَتَصَوَّرُ قِيَمًا شَاءَ مِنْ الصُّورِ فِي أَمَاكِينٍ مُتَعَدِّدَةٍ وَكُلُّ صُورَةٍ خُوطِبَ فِيهَا أَجَابَ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (الباقيات الجواب، جلد دوم، صفحہ: 36)

یعنی پھر معترض اولیاء اللہ کے متعدد صورتوں میں ظاہر ہونے کا انکار کرتا ہے، حالاں کہ حضرت تعییب البان جب چاہتے تھے مختلف مکانات میں ظاہر ہو جاتے تھے اور جس صورت

میں بھی آپ کو پکارا جاتا تھا آپ جواب دیتے تھے۔ واقعی اللہ تعالیٰ ہر چاہے پر قادر ہے۔  
**فائدہ:** اس سے ثابت ہوا کہ بزرگان دین اپنی روحانیت اور لوہائیت کے ساتھ مشتمل ہو کر متعدد مقامات پر حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں، تو نبی الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بطریق اولیٰ متعدد مقامات پر حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں۔

## حضرت عبدالحق محدث دہلوی کی دیگر تشریح

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بدائع دے صلی اللہ علیہ وسلم می بندوی شنود کلام ترا زیر کہ دے متصف است بصفات اللہ تعالیٰ و یکے از صفات الہی آن است کہ انا صلیس من آن است کہ انا جلیس من ذکرنی و پیغمبر راصلی اللہ علیہ وسلم نصیب وافر است از این صفت۔ (مدارج، جلد دوم، صفحہ: 787)

یعنی جان لو کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تجھے دیکھتے ہیں اور تیرا کلام سنتے ہیں، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہیں اور صفات الہیہ میں سے ایک صفت یہ ہے کہ جو مجھے یاد کرے میں اس کا ہم نشین ہوں (حدیث قدسی) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے پورا پورا حصہ ملا ہے۔ (یعنی نبی کریم بھی اپنے یاد کرنے والے کے ہم نشین ہیں۔)

**فائدہ:** حضرت شیخ محدث دہلوی کی اس تصریح کے بعد حاضر و ناظر کے مسئلے میں کوئی تردد باقی نہیں رہتا۔ محدث دہلوی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں جو قرآن و حدیث سے واقفیت رکھتے ہیں، مگر زمانہ حال کے مکررین اس مسئلے کو شرک و کفر قرار دیتے ہیں۔ حالاں کہ ان کا علم و عمل اور تقویٰ ایسے حضرات کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے، اس لیے اہل سنت اپنے اکابر کے مسئلے کے پابند ہیں اور ایسے مکررین سے سروکار نہیں رکھتے۔

## محدث دہلوی کی آخری وصیت

اب میں مسلمانوں کے زیادہ اطمینان کی خاطر حضرت شیخ محدث دہلوی کی آخری وصیت پیش کرتا ہوں کہ جس سے اہل ایمان کے ایمان اور زیادہ مستحکم ہوں گے، وہ لکھتے ہیں:

وصیت می کہم ترا اے برادر بدوام ملاحظہ صورت دہنی ادا کر چہ باشی تو مستحکم و مستقر پس نزدیک است کہ الفت گیر در روح تو باوے۔ پس حاضر آید تراوے صلی اللہ علیہ وسلم عیاناً یا بلی اور او حدیث کنی باوے و جواب دہد تراوے و حدیث گوید با تو و خطاب کند ترا۔ (مدارج، ج: ۲، صفحہ: 789)  
 یعنی اے بھائی! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ تو ہمیشہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و معنی کا تصور کرتا رہے، اگرچہ اس تصور میں تجھے تکلف بھی کرنا پڑے۔ اگر ایسا ہوا تو بہت جلد تیری روح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مانوس ہو جائے گی اور نبی کریم تمہارے سامنے حاضر ہوں گے اور تو نبی کریم کو صاف طور پر دیکھو گے اور ان سے باتیں کرو گے۔ نبی کریم بھی تجھے جواب دیں گے، تمہارے ساتھ باتیں کریں گے اور تجھ سے خطاب فرمائیں گے۔

## حاجی امداد اللہ مہاجر کی کی تشریح

اب مکررین کے بیرومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر کی کی تصریح پیش کی جاتی ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ مکررین کے پیشوا بھی اس مسئلے میں ہمارے ساتھ ہیں۔ تعجب ہے کہ مکررین نے اپنے پیشوا کے مسئلے کا بھی انکار کر دیا ہے۔ حاجی امداد اللہ مہاجر کی بیان فرماتے ہیں:

”البتہ وقت قیام کے اعتقاد تو لہ کا نہ کرتا چاہیے، اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے، مفادہ نہیں کیوں کہ عالم مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے۔ پس قدم ربخبر مائذات بابرکات کا بعد نہیں۔“ (شائم امدادیہ، صفحہ: 93، مطبوعہ لکھنؤ)

## ایک دوسری تشریح

مزید حاجی امداد اللہ مہاجر کی فرماتے ہیں کہ میں نے دہلی میں ایک ابدال کو دیکھا تھا جو ایک آن میں مختلف مقامات پر دیکھا جاتا تھا۔ (شائم امدادیہ، ص: 137)

**فائدہ:** جب شہنشاہ دو عالم سرکار ابد قراری صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اُمّتی آن واحد میں مختلف مقاموں میں حاضر و موجود ہو سکتا ہے، تو خود والی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بطریق اولیٰ آن واحد میں ہر جگہ حاضر و موجود ہو سکتے ہیں، جیسا کہ حاجی امداد اللہ نے واضح فرما دیا ہے۔

## رشید احمد گنگوہی کی تشریح

دیوبندیوں کے قطب عالم رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں: ہم مرید عقیمین دانند کہ روح شیخ مقید بیک مکان نیست، پس ہر جا کہ مرید باشد قریب یا بعید اگرچہ از جسد شیخ دور است اما روحانیت او دور نیست۔ چوں ایں امر محکم وارد ہر وقت شیخ را یاد دارد و ربط قلب پیدا آید و ہر دم مستفید بود مرید در حال واقعہ محتاج شیخ بود۔ شیخ را لقلب حاضر آوردہ و بلسان حال سوال کند البتہ روح شیخ باذن اللہ تعالیٰ التا خواہد کرد۔ مگر ربط تام شرط است۔ (امداد السلوک، صفحہ: 10)

یعنی مرید یقین سے جان لے کہ شیخ کی روح ایک جگہ میں قید نہیں ہے۔ مرید جہاں بھی ہو، دور یا نزدیک، اگرچہ پیر کے جسم سے دور ہے، لیکن پیر کی روحانیت سے دور نہیں۔ جب یہ بات پختہ ہوگئی تو ہر وقت پیر کو یاد رکھے اور ولی تعلق اس سے ظاہر کرے اور ہر وقت اس سے فائدہ لیتا رہے۔ مرید واقعے کی حالت میں پیر کا محتاج ہوتا ہے۔ شیخ کو اپنے دل میں حاضر کر کے زبان حال سے اس سے مانگے تو ضرور پیر کی روح بحکم الہی التا کرے گی، مگر تعلق تام شرط ہے۔

**فائدہ:** اس وقت ہر جگہ "امداد السلوک" کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اس کے صفحہ: 24 پر یہ عبارت موجود ہے۔ رشید احمد گنگوہی کی عبارت سے مندرجہ ذیل مسئلے معلوم ہوئے:

- ۱۔ پیر کا مریدوں کے پاس حاضر و ناظر ہونا۔
- ۲۔ مرید کا تصور شیخ میں رہنا۔
- ۳۔ حاجت روا ہونا۔
- ۴۔ مرید اللہ کو چھوڑ کر اپنے پیر سے مانگے۔
- ۵۔ پیر مرید کو التا کرتا ہے۔
- ۶۔ پیر مرید کا دل جاری کر دیتا ہے۔

حضرات! جب پیر میں یہ طاقتیں ہیں، تو پیروں کے پیر جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بالضرور یہ سب طاقتیں موجود ہیں۔ اس عبارت نے منکرین و مخالفین کے سارے مذہب پر پانی پھیر دیا ہے۔

☆☆☆

## پینتیسواں وعظ: 6

## منکرین کے اعتراضات و جوابات کا بیان

محترم حضرات! قرآن وحدیث اور بزرگوں کے اقوال کی روشنی میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ یہ جان کر ایمان دار تو اس مسئلے پر ایمان لے آتا ہے، مگر منکرین و مخالفین ایک تو مانتے نہیں، دوسرے صرف انکار ہی نہیں کرتے، بلکہ حاضر و ناظر کے مسئلے پر بہت سے اعتراض بھی کرتے ہیں جو ان کی باطنی دشمنی کی علامت ہے۔ اب میں ان کے بڑے بڑے اعتراضوں کو ذکر کر کے ان کے جوابات جو اہل سنت نے دیے ہیں ان کو ذکر کرتا ہوں۔

**پہلا اعتراض:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجساد مثالیہ ثابت کرنا کہ آپ مختلف مقامات میں اپنے اجساد مثالیہ کے ساتھ موجود ہوتے ہیں، یہ اہل سنت کے عقیدے کے مخالف ہے، اس لیے کہ اجساد مثالیہ نبی کریم کے مثل ہوں گے اور اہل سنت نبی کریم کو بے مثل مانتے ہیں۔ اس تقدیر پر نبی کریم کے لیے امثال کثیرہ کا اثبات لازم آئے گا اور اہل سنت کے عقیدے کے مطابق نبی کریم بے مثل نہ رہیں گے۔

**جواب:** اس کا جواب یہ ہے کہ مثل کے لیے مغایرت شرط ہے، لہذا جو چیز کسی کی مثل ہوگی ضروری ہے کہ وہ اس کا غیر بھی ہو۔ لیکن اجساد مثالیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر نہیں، اس لیے ان کو مثل کہنا بھی غلط ہے۔ قرآن کے متعلق ہمارا ایمان ہے کہ وہ بے مثل کتاب ہے جیسا کہ قرآن پاک نے خود دعویٰ کیا ہے: **فَإِنَّ السُّورَةَ قَدْ قِيلَ**۔ اب اگر کوئی قرآن پاک کا منکر سے کہے کہ تم کوئی سورت پڑھو میں اس کا مثل پیش کرتا ہوں۔ تم نے سورہ کوثر پڑھی، پھر منکر نے بھی سورہ کوثر تمہارے سامنے پڑھ دیا اور یہ دعویٰ کیا کہ میں نے جو کچھ پڑھا ہے وہ

تمہاری قرأت کے بعد پڑھا ہے، اگر میری پڑھی ہوئی سورت بعینہ وہی ہے جو تم نے پڑھی تھی تو لازم آئے گا کہ ایک شے اپنی ذات سے موخر ہو جائے اور یہ حال ہے، لہذا ماننا پڑے گا کہ میں نے جو سورت پڑھی ہے وہ تمہاری پڑھی ہوئی سورت نہیں ہے، لہذا قرآن کا مثل ثابت ہو گیا تو کیا اب منکرین کے اس مفروضے کو صحیح تسلیم کریں گے؟ اگر یہ معارضہ صحیح نہیں اور یقیناً صحیح نہیں، تو ثابت ہوا کہ جس طرح قرآن کی ایک سورت لا تعداد ولا محصی قرأتوں میں ظاہر ہونے سے ایک دوسرے کی غیر اور اس کی مثل نہیں بن جاتی، اسی طرح متعدد اور بے شمار اجساد مثالیہ میں ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور فرمانے سے کوئی جسد مثالی آپ کا غیر نہیں ہو سکتا اور پھر قرآن کریم متعدد محققوں کی شکل میں پایا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ ایک ہی ہے۔ یہ نہیں کہ وہ متعدد قرآن کریم آپس میں ایک دوسرے کا غیر بن کر سب قرآن منزل من اللہ کے امثال بن جائیں اور قرآن کی بے مثلی کا دعویٰ باطل ہو جائے، بلکہ وہ تمام قرآن مجید خواہ کتنے ہی ہوں، عین قرآن منزل من اللہ ہیں اور ان کو کثیر یا متعدد کہنا محض ظاہر کے اعتبار سے ہے، جب کہ حقیقتاً قرآن ایک ہے۔ اسی طرح کثیر اجساد مثالیہ ذات مصطفیٰ کے امثال نہیں۔

**دوسرا اعتراض:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات کے بعد عالم بیداری میں تشریف لانا اور متعدد مقامات پر تشریف فرما ہونا ممکن ہے، یہ بات غلط ہے کہ اگر یہ ممکن ہوتا تو اہم ترین مواقع اور شدید ترین اختلافات امت کے وقت ظاہر ہوتے اور امت محمدیہ کی رہنمائی فرماتے، لیکن ساری دنیا جانتی ہے کہ صحابہ کرام کے زمانے میں کثیر اور شدید اختلافات رونما ہوئے۔ حتیٰ کہ زبردست خون ریزی ہوئی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر ہو کر اس کا اندازہ نہ فرمایا، اسی طرح مسائل شرعیہ میں بکثرت علمائے امت خصوصاً حضرات مجتہدین کرام کے اختلافات ہوئے، لیکن کسی موقع پر بھی حضور علیہ السلام نے تشریف لا کر اظہار حق نہ فرمایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وفات مواقع متعدد میں تشریف نہیں لا سکتے اور وہ حاضر و ناظر نہیں۔

**جواب:** اس اعتراض کا جواب صاحب تفسیر روح المعانی نے یہ دیا ہے وَالْحَاجِلُ أَنَّهُ لَمْ يَلْقُنَا ظُهُورَهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لِأَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَهُدًى

اِخْتِيَابِهِمُ الشَّيْطَانِ لِذَلِكَ وَظُهُورُهُ عِنْدَ بَابِ مَسْجِدِ قُبَا كَمَا يُحْكِيهِ بَعْضُ الشَّيْخَةِ اِفْتَرَاةٍ مُخَضَّ وَبَلَّتْ وَبِالْجَنَلَةِ عِنْدَهُ ظُهُورُهُ لِأُولَئِكَ الْكُزَّارِ وَظُهُورُهُ لِمَنْ يَغْدُخُهُمْ بِمَا يَخْتِاجُ إِلَى تَوْجِيهِ وَيَقْنَعُ بِهِ خُوالِ الْفَهَامِ وَلَا يَحْسُنُ مَعِيَ أَنْ أَقُولَ لِكُلِّ مَا يَخْتَلِ عَنِ الشُّوْقِيَّةِ مِنْ ذَلِكَ كَذِبٌ لَا أَصْلَ لَهُ لِكُنْزِهِ حَاكِيهِ وَجَلَالَةِ مَدْعِيهِ وَكَذَلِكَ لَا يَحْسُنُ مَعِيَ أَنْ أَقُولَ أَنَّهُمْ ائْتَمَرُوا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَمَّامًا فَظَنُّوا ذَلِكَ بِحَقِّهِ التَّوْمِ وَقِيلَ الْوَقْتُ بِظُلَّةٍ فَقَالُوا رَأَيْنَا يَنْظُرُ لَنَا فِيهِ وَمِنَ الْبُعْدِ وَلَعَلَّ فِي كَلَامِهِمْ مَا يَأْتِيَاهُ وَغَايَةُ مَا أَقُولُ أَنَّ يَلِكِ الرَّوَايَةِ مِنْ خَوَارِجِ الْعَادَةِ كَسَائِرِ كَرَاهَاتِ الْأُولِيَاءِ وَمُعْجَزَاتِ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ. كَانَتْ الْخَوَارِجُ فِي الضُّلَيْ الْأَوَّلِ لَغُزْبِ الْعَهْدِ بِشَنْسِ الرِّسَالَةِ قَلِيلَةً جَدًّا وَأَيُّ يَزِي النَّجْمُ تَحْتَ الشَّعَاعِ أَوْ الْبَقَاعِ فَيُمْكِنُ أَنْ يَكُونَ قَدْ وَقَعَ ذَلِكَ لِبَعْضِهِمْ عَلَى سَبِيلِ التَّوَدُّعِ وَلَمْ تَقْتَضِ التَّصْلُحَةُ اِفْتِخَارَهُ وَبُحْكِيهِ أَنْ يُقَالَ أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ بِحُكْمِهِ اِلْإِبْلَاءِ أَوْ لِحُجُوفِ الْبَيْتِ لِأَنَّ فِي الْقَوْمِ مَنْ هُوَ كَالْيَوْمِ لَهْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ لِبَعْزِ النَّاسِ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ وَسَلُّوهُ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَهْدِيهِمْ فَيَتَّبِعُ بَابِ الرَّاجِيَتَا وَتَشْتَرِ الْبَقَرِ بَعْدَهُ وَتَغْلُظُ الْحَقَّةُ الَّتِي يُمَكِّنُ أَنْ يُغْلِبَهَا كُلُّ أَحَدٍ أَوْ لِيَتَّعِمْ ذَلِكَ وَرُجْمًا يَدْعَى أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ ظَهَرَ وَلَكِنْ كَانَ مُسْتَبْرَأً فِي ظُهُورِهِ كَمَا رَوَى أَنَّ بَعْضَ الصَّعَابَةِ أَحَبَّ أَنْ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ إِلَى مَنِيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا فَأَخْرَجَتْ لَهُ مِرْآةً فَتَنَظَّرَ فِيهَا فَزَأَى صُورَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَرِ صُورَةَ نَفْسِهِ فَهَذَا كَالظُّهُورِ الَّتِي يَدْعِيهِ الشُّوْقِيَّةُ إِلَّا أَنَّهُ بِبُحْبَابِ الْمُوَاوَاةِ وَلَيْسَ مِنْ بَابِ التَّعْثِيلِ. (تفسير روح المعانی، پارہ: 22، صفحہ: 37)

یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ ہمیں آج تک کسی صحابی اور کسی اہل بیت کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور فرمانے کی خبر نہیں پہنچی، حالانکہ وہ اہل بیت اور صحابہ تھے اور انھیں حضور کے ظہور فرمانے کی حاجت بھی نہایت شدید تھی اور بعض شیعوں نے جو مسجدِ قبا کے دروازے کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہونے کو نقل کیا ہے، خالص بہتان اور افتراء محض ہے۔ خلاصہ یہ کہ صحابہ اور اہل بیت جیسے بزرگوں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہر نہ ہونا اور ان

کے بعد والوں کے لیے ظہور فرمانا اس قبیل سے ہے۔ اس کی ایسی توجیہ ضروری ہے جس سے اہل فہم حضرات کو قناعت خالص ہو اور مجھے یہ بات کسی طرح زیب نہیں دیتی کہ میں یہ کہہ دوں کہ وہ تمام واقعات جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر و باہر تشریف لانے کے متعلق صوفیائے کرام سے منقول ہیں وہ سب جھوٹ ہیں اور ان کی کوئی اصل نہیں، کیوں کہ ان کی حکایت کرنے والے بہت ہیں اور ان کے دعویٰ کرنے والے جلیل القدر ہیں اور مجھے یہ بات بھی گوارہ نہیں کہ میں یہ کہہ دوں کہ جن حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہر و باہر دیکھا شاید انھوں نے حضور کو خواب میں دیکھا اور وقت کی قلت اور نیند کی خفت کی وجہ سے یہ گمان کر لیا کہ ہم نے بیداری میں حضور کی زیارت کی، کیوں کہ یہ بات بہت ہی بعید ہے اور غالباً ان حضرات کا کلام بھی اس تاویل سے انکار کرتا ہے۔ میری غایت گفتگو یہ ہے کہ رویت خوارق عادت سے ہیں۔ جیسا کہ اولیاء کی کرامات اور انبیاء علیہم السلام کے معجزات، اور خوارق عادات کا ظہور صحابہ کے زمانے میں آفتاب رسالت کے قرب زمانہ کی وجہ سے بہت ہی قلیل تھا۔ کیوں کہ آفتاب کی شعاعوں میں ستارے کب نظر آتے ہیں، یا جب آفتاب کی شعاعیں میدانوں میں پھیلی ہوئی ہوں تو ستارہ کیسے ظاہر ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کا ظہور بعض صحابہ کے لیے نادر طور پر واقع ہوا ہو اور مصلحت اس کے لیے افشا کو نہ چاہتی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کہا جائے کہ صحابہ کرام کی آزمائش کی حکمت یا خوف فتنہ کی وجہ سے آپ کا ظہور واقع نہ ہوا ہو، یا اس لیے کہ اس وقت قوم میں ایسے لوگ موجود تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینے کی طرح تھے۔ جس سے انوار نبوت کی شعاعیں جھلکتی تھیں یا اس لیے کہ لوگ اپنے مہمات کو حل کرنے کے لیے کتاب و سنت کی طرف متوجہ رہیں، اور اجتہاد کا دروازہ فراخ ہو جائے اور شریعت مطہرہ پھیل جائے اور اس حجت شرعیہ کی عظمت قائم ہو جائے جسے ہر عقلمند سمجھ سکتا ہے یا اس کی مثل کوئی حکمت ہو اور بسا اوقات دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے زمانے میں ظہور فرمایا ہے۔ لیکن کچھ حکمتوں کی بنا پر اپنے ظہور میں بھی ایک گونہ پردہ پوشی کی شان میں رہے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ کسی صحابی کے دل میں شوق پیدا ہوا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آراؤں کیوں، وہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئے، حضرت میمونہ نے انھیں ایک آئینہ دیا، جس میں اس صحابی نے رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی مبارک صورت کو دیکھا اور اپنی صورت کو نہ دیکھا، یہ رویت اسی ظہور کی طرح ہے جس کا صوفیائے کرام دعویٰ کرتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ صوفیائے کرام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور بالکل بے حجاب ہے، یہ ظہور آئینے کے پردے میں ہے اور یہ محض خیالی صورت نہیں۔  
**فائدہ:** حاصل جواب یہ ہوا کہ اگر اول زمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر موقع پر ظاہر ہو کر تمام امور میں خود ہی رہنمائی فرماتے رہتے تو امت مسلمہ کتاب و سنت کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتی اور شریعت مطہرہ ہرگز نہ پھیلتی اور کتاب و سنت میں اجتہاد کی ضرورت نہ رہتی، حالانکہ اس امت محمدیہ کے لیے اجتہاد ایک بڑی فضیلت ہے۔

☆☆☆

نا پاک، دنیا کی ہو یا آخرت کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی صنعت اور خالقیت اور اس کی قدرت کے جلوے چمک رہے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: **إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالتَّحْلِيلِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفَلَاحِ وَالْغَلَبِ الْيَوْمِ تَجَرُّوْنَ فِي الْبَحْرِ مِمَّا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَهُ مِنْ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَخْبَتْ بِهِ الْأَرْضُ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَبْتَ فِيهَا مِنْ كُلِّ ذَاتٍ وَنَعْنَعُ الْيَوْمَ النَّجَاحِ وَالشَّعَابِ الْمُسَخَّرَ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَأْتِي الْقَوْمَ بِعَفْوٍ يُغْفِلُونَ** (سورہ بقرہ، آیت: 164)

ترجمہ: بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کی آمد و رفت میں اور ان کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدہ کی چیزیں (مال تجارت) لے کر سمندر میں چلتی ہیں اور بارش میں جسے اللہ تعالیٰ آسمانوں سے نازل کرتا ہے، پھر اس کے ساتھ مردہ زمین کو زندہ فرماتا ہے اور ہر قسم کے جانور جو اللہ تعالیٰ نے زمین پر پھیلائے ہیں اور ہواؤں کے ادھر ادھر پھرنے میں اور ان بادلوں میں اللہ کے حکم سے زمین و آسمان کے درمیان گھرے رہتے ہیں ان سب چیزوں میں قدرت الہی کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

یہ قرآنی بیان اس دعویٰ پر شاہد ہے کہ ہر ذرّہ کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں اور اس کی حکمت کے جلوے موجود ہیں۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے اور قدرت کے نشانات پلید چیزوں پر پڑنے سے ناپاک ہو جاتے ہیں؟ اگر یہ ناپاک نہیں ہوتے، تو واضح ہے کہ جب اللہ کے جلووں کو یہ چیزیں پلید و ناپاک نہیں کر سکتیں تو عظیم الہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلووں کو کیوں کر ناپاک کر سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

**وَإِنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَكْتُبُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَرَكَ الْجِبَالَ تَرَكْنَا شُحُبًا وَتَرَكْنَا مِنْهَا كَدَّابْحًا**

(سورہ بنی اسرائیل، آیت: 64)

یعنی کوئی شے ایسی نہیں ہے جو اللہ کی حمد و ثناء نہ کرتی ہو، لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

اس آیت سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ عالم کا ذرہ ذرہ خواہ پاک ہو یا ناپاک، خبیث ہو یا طیب تسبیح الہی میں مشغول ہے۔ اب بتاؤ کہ یہ تسبیح ناپاک اور خبیث چیزوں میں پائے جانے سے ناپاک ہو گئی ہے یا نہیں، اگر ناپاک نہیں ہوتی تو جلوہ ہائے محمد ان چیزوں میں پائے جانے سے کیوں ناپاک ہو جاتے ہیں؟

چھتیسواں وعظ: 7

## منکرین کے اعتراضات و جوابات

**قیس الاعتراض:** منکرین کہتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ذرات کائنات پر حاضر و ناظر مانا جائے تو ہر ناپاک، نجس، گندی، غیث، بری اور حرام چیزوں پر بھی حضور حاضر و ناظر ہوں گے اور حقیقت محمدیہ کے جلوے ان میں بھی پائے جائیں گے تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ لوگ پیشاب پاخانہ کرتے ہیں، جنسی تقاضے پورے کرتے ہیں، ایسے شرمناک مواقع پر بھی حضور حاضر و ناظر ہوں گے، نیز طبقات جنم، کفار و شرکین، شیاطین وغیرہ پر بھی حاضر و ناظر ہوں گے، تو ایسا اعتقاد آپ کی تعظیم کے مخالف ہے۔

**جواب:** یہ تمام قباحتیں اس وقت لازم آتی ہیں جب ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت مطہرہ کے ساتھ حاضر و ناظر تسلیم کریں، جب کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت مفدسہ کے ساتھ ہرگز ہرگز حاضر و ناظر تسلیم نہیں کرتے، بلکہ حضور کی نورانیت و روحانیت اور حقیقت مبارکہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ معترض نے بشریت اور حقیقت و نورانیت کو ایک سمجھ لیا ہے، یہ اس کی ایک بنیادی غلطی ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ عالم شہادت، مادیات اور جسمانیات کے ضمن میں نجاست و خبثت، معصیت و قباحت و غیرہ کے خبیث و ناپاک اثرات نورانی حقیقتوں پر اثر انداز نہیں ہو سکتے۔ جیسے آفتاب و مہتاب کی شعاعیں بول و براز اور ناپاک اشیا پر پڑتی ہیں مگر نہ آفتاب و مہتاب نجس و ناپاک ہوتا ہے اور نہ ہی اس کی شعاع۔ خود معترض کی نظر ناپاک چیزوں پر پڑتی ہے اور معترض کی آنکھ ناپاک نہیں ہوتی۔ پھر جب آنکھوں کے نور اور آفتاب و مہتاب کی نوری شعاعوں کو یہ نجاستیں ناپاک نہیں کر سکتیں تو انور محمدی کی شعاعوں کو یہ مادی نجاستیں کیوں کر ناپاک کر سکتی ہیں۔ نیز قدرت خدا کے جلوے ہر فرد عالم اور ذرّہ کائنات میں پائے جاتے ہیں، چیز اچھی ہو یا بری، پاک ہو یا

**چوتھا اعتراض:** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننا صحیح نہیں، کیوں کہ اگر آپ کو حاضر و ناظر مانا جائے تو کسی شخص کو بھی بلند آواز سے کلام کرنا کسی وقت بھی جائز نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ قرآن ارشاد فرماتا ہے: لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

یعنی تم اپنی آوازوں کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر بلند نہ کرو۔

لہذا تم مجلس میں بلند آواز سے اشعار پڑھتے ہو یا اونچی آواز کرتے ہو یہ کسی وجہ سے جائز نہیں رہیں گے۔ تم یا تو حضور کو حاضر و ناظر نہیں سمجھتے یا جان بوجھ کر حکم الہی کی مخالفت کرتے ہو۔

**جواب:** آیت کریمہ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ سے حاضر و ناظر کے مسئلے پر اعتراض کرنا عجیب و غریب بات ہے۔ مسلمان کا ایک بچہ بھی اس حقیقت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ بلند آواز سے بولنے میں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تکلیف پانے یا سرکار کی بے ادبی کا کوئی تصور نہ ہو سکتا ہو تو وہ رفع صوت اس نبی قرآن کے تحت نہیں آتا، قرآن پاک نے جس رفع صوت سے منع فرمایا ہے وہ رفع صوت وہ ہے جو شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے یا بے ادبی کے تخفیل کا موجب ہو، اگر رفع صوت بلا تخفیل تاؤی یا استہانت ہو تو وہ اس نبی قرآن کے تحت داخل نہیں، لہذا وہ جائز ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ جب یہ آیت لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ نازل ہوئی تو حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی آواز بہت بلند تھی گھر میں بیٹھ رہے، جب ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ بارگاہ رسالت میں کیوں حاضر نہیں ہوتے؟ انھوں نے جواب دیا کہ تم جانتے ہو کہ میں سب سے زیادہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر بلند آواز کرنے والا ہوں، اس لیے آیت کریمہ کی رو سے اہل نار سے ہوں، تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں ارشاد فرمایا: هُوَ مِنْ أَهْلِ الْحَقِّقَةِ وہ اہل نار سے نہیں بلکہ اہل جنت سے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں حضرت ثابت بن قیس کا رفع صوت ناجائز نہ ہوا۔ محض اس لیے کہ وہ تخفیل تاؤی و استہانت سے پاک تھا۔

اب بھی اگر مسئلہ سمجھ میں نہیں آیا تو روح المعانی کی یہ عبارت پڑھیں: ثُمَّ إِنَّ مِنَ الْجَنَّةِ مَنَّا لَمْ يَنْتَظِرْ لَهُ النَّبِيُّ بِالْإِثْقَاقِ وَهُوَ كَانَ مِنْهُمْ فِي حَزْبٍ أَوْ فِي مُجَادَلَةٍ مُعَادِيَةٍ أَوْ إِزْهَابِ عَدُوٍّ أَوْ مَا أَشْبَهَ ذَلِكَ مِمَّا لَا يَتَخَيَّلُ مِنْهُ تَأْذِي أَوْ اسْتِهَانَةٌ فِي الْحَدِيثِ أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ

وَالسَّلَامُ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَنَا وَلِ الْمُسْلِمِينَ يَوْمَ حُنَيْنٍ نَادَى أَصْحَابَ السُّنَّةِ وَكَانَ رَجُلًا صَوَّاتًا يَزِي أَنَا غَارَةً أَتَتْهُمْ يَوْمًا قَضَاخَ الْعَبَّاسِ يَا صَبَاغَاهُ فَأَسْقَطَ الْحَوَامِلَ لِشِدَّةِ صَوْتِهِ (روح المعانی، پارہ 26، صفحہ 124)

یعنی بلند آواز کی بعض وہ صورتیں ہیں جن کو نبی قرآن بالاتفاق شامل نہیں اور وہ صورتیں ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے یا حضور کی بے ادبی ہونے کا خیال تک پیدا نہ ہو سکے، مثلاً: لڑائی یا معاند کے ساتھ مجادلہ یا دشمن کے ڈرانے وغیرہ کے مواقع۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جب غزوہ حنین کے دن مسلمان میدان جہاد سے چلے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلب سے فرمایا کہ اصحاب سرہ یعنی بیعت رضوان کو آواز دو تو حضرت عباس نے بڑی اونچی آواز سے فرمایا کہ کہاں ہیں اصحاب سرہ؟ کیوں کہ حضرت عباس بڑے بلند آواز تھے۔ مروی ہے کہ ایک دن کچھ لیرے آپ بڑے تو حضرت عباس نے یا صباغاہ کہہ کر پکارا تو ان کی شدت آواز کی وجہ سے حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو گئے۔

**فائدہ:** اگر معترض سمجھ رہے تو تسلی کے لیے اتنا ہی کافی ہے، درندہ ایک دفتر بھی بکا رہے۔

**پانچواں اعتراض:** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر ماننا قرآن پاک کے ارشاد کے مخالف ہے، کیوں کہ بہت آیات میں حاضر و ناظر ہونے کی نفی صراحتاً موجود ہے۔ وہ آیات یہ ہیں:

۱۔ وَمَا كُنْتُ لَدَيْهِمْ إِذْ يَقُولُونَ أَفَلَا مَهْمُ (سورہ آل عمران)

یعنی آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ لوگ اپنے قلم ڈال رہے تھے۔

۲۔ وَمَا كُنْتُ لَدَيْهِمْ إِذْ يَجْعَلُونَ أُمُورَهُمْ (سورہ یوسف)

یعنی آپ ان کے پاس نہ تھے جب انھوں نے اپنے معاملے پر اتفاق کیا۔

۳۔ وَمَا كُنْتُ تَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا (سورہ قصص)

یعنی آپ اہل مدین میں نازل نہ تھے کہ ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرتے۔

۴۔ وَمَا كُنْتُ بِجَانِبِ الْغُرُورِ إِذْ تَاذِيْنَا (سورہ قصص)

یعنی آپ طور کی جانب نہیں تھے جب ہم نے آواز دی۔

۵۔ وَمَا كُنْتُ بِجَانِبِ الْعُرَيْنِ إِذْ قَضَيْتُمْ إِلَى مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتُ مِنَ الشَّاهِدِينَ

یعنی آپ مغربی جانب نہ تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی اور وہ شاہدین میں سے نہ تھے۔

چنانچہ ان آیتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی نفی فرمائی گئی ہے۔

**جواب:** اہل بات یہ ہے کہ معترض نرا جاہل ہے، کیوں کہ وہ حاضر و ناظر کے مسئلے میں اہل حق کے مسلک کو نہیں سمجھ سکا۔ ان آیتوں میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے مسئلے کے خلاف ہو، کیوں کہ اہل سنت کا دعویٰ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی روحانیت و نورانیت کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور ان آیتوں کا یہ معنی کہ آپ اپنی جسمانیت کے ساتھ ان مقامات پر موجود نہ تھے۔ بجلا جسمانی طور پر موجود نہ ہوتا روحانی طور پر موجود نہ ہونے کو کب مستکرم ہے، لہذا آپ ان مقامات میں روحانی طور پر حاضر و ناظر ہوں اور جسمانی طور پر حاضر و ناظر نہ ہوں، یہ درست ہے اور یہی ان آیتوں کا مطلب ہے۔

علامہ صاوی سورہ قصص کی آیات کے تحت لکھتے ہیں: نَحْنُ بِالْغَيْبِ لَاعْلَمُ الْجَنَّتَانِ وَاقًا بِالنَّظَرِ لِلْعَالَمِ الرَّوْحَانِيِّ فَهُوَ حَاجِزٌ رِسَالَةٍ كُلِّ رَسُولٍ وَمَا وَقَعَ لَهُ مِنْ لَدُنْ اِقْدَارِ اَنْ ظَهَرَ بِحُجْمِهِ الْغَيْبُ وَلَكِنْ لَا يُخَاطَبُ بِهِ اَهْلُ الْغَيْبِ (تفسیر صاوی، جلد سوم، صفحہ 182) خلاصہ یہ ہے کہ ارسال رسل اور ان کے زمانہ رسالت کے واقعات پر آپ کا حاضر و موجود نہ ہونا عالم جسمانی کے اعتبار سے ہے، مگر عالم روحانی کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم کے زمانے سے لے کر ہر رسول کی رسالت اور ان کے تمام واقعات پر حاضر ہیں، یہاں تک کہ حضور نے اپنی جسمانیت مطہرہ کے ساتھ ظہور فرمایا۔ لیکن یہ ایسی باتیں ہیں جن کے ساتھ اہل عناد کو خطاب نہیں کیا جاسکتا۔

**فائدہ:** اس عبارت نے معترض کے استدلال کو دھواں دھواں کر دیا اور اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ دلائل شرعیہ یا عبارات کتب معتبرہ میں جہاں بھی اس قسم کا مضمون وارد ہے، وہاں یہی مطلب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسمانی طور پر نہیں بلکہ روحانی طور پر ہر جگہ موجود ہیں۔

آنکھ والے تیرے جلوے کا تماشا دیکھیں دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھیں

## سینتیسواں وعظ: 8

## منکرین کے اعتراضات و جوابات

**چھٹا اعتراض:** اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے: اَمِنْ زَارِ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ۔ جو میری قبر انور کی زیارت کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگی۔

جب آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو مدینہ جا کر وضو المہر کی زیارت کی حاجت کیا ہے؟

**جواب:** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور میں اپنی بشریت مطہرہ کے ساتھ روحی افراد ہیں اور ظاہر ہے کہ بشریت ایک محدود چیز ہے، اگرچہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اور نورانیت تمام عالم میں موجود ہے۔ لیکن جب تک کسی شخص کو قرب روحانی حاصل نہ ہو، اس وقت تک وہ شخص آپ کی اس روحانیت مقدسہ کے حاضر و موجود ہونے سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا۔ البتہ جو حضرات اہل کمال ہیں ان کو تو ہر وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہے اور ہر ساعت آپ کی روحانیت و نورانیت کے حاضر و موجود ہونے سے فائدہ حاصل کرتے رہتے ہیں۔ لیکن وہ گنہگار ان امت جو بشریت کی حدود سے متجاوز ہو کر عالم روحانیت تک نہیں پہنچے، ان کے لیے اگر قبر انور کا سہارا نہ ہو تو ان کے لیے پناہ کی کون سی جگہ ہے؟ پس گنہگاروں کے لیے قبر انور میں آپ کی بشریت مطہرہ جائے پناہ ہے اور اہل کمال اور صاحب روحانیت کے لیے آپ کی روح کا حاضر و موجود ہونا مادی و عبادی ہے۔ الغرض حدیث ”مَنْ زَارَ قَبْرِیْ“ میں دو اقسام کے افراد اور گنہگاروں کے لیے مردہ شفاعت ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ میں اپنی جسمانیت مقدسہ کے ساتھ قبر انور میں زندہ روحی افراد ہوں۔ جس طرح میری حیات ظاہری میں میری بارگاہ میں حاضر ہونے والا کسی محروم نہیں ہوا، بالکل اسی طرح بعد وصال بھی قبر انور میں میرا فیض جاری ہے، آکا اور فیض حاصل کرو۔ ذرا معترض یہ تو بتائے کہ اس

حدیث میں یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے کہ میں حاضر و ناظر نہیں، بلکہ بشریت مقدسہ کے قبر انور میں رونق افروز ہونے سے حاضر و ناظر کے مسئلہ کا انکار کیسے کیا جاسکتا ہے؟ کیوں کہ جسمانییت مطہرہ حیات حقیقیہ کے ساتھ قبر انور میں جلوہ گر ہے اور آپ کی روحانیت و نورانیت تمام اکوان عالم اور اطراف عالم میں موجود و حاضر ہے۔ جس طرح سورج کے آسمان پر موجود ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی زمین پر روشنی نہ ہو، اسی طرح آپ کے قبر انور میں اپنی جسمانییت مطہرہ کے ساتھ موجود ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ آفتاب رسالت کے انوار آفاق عالم میں موجود نہ ہوں۔ سورج آسمان پر رقی ہوتا ہے مگر اس کی شعاعیں ہر خطے کو روشن کرتی ہیں اسی طرح رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم قبر خضر اہی میں موجود ہیں لیکن اپنے انوار سے زمین و آسمان کو نور فرماتے رہیں گے۔

**ساتواں اعتراض:** حدیث معراج حاضر و ناظر کے مسئلہ کے انکار کے لیے کافی ہے کیوں کہ ہر شخص جانتا ہے کہ شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے تو آپ مکہ مکرمہ میں نہ رہے۔ پھر جب مسجد اقصیٰ سے پہلے آسمان پر پہنچے تو آپ مسجد اقصیٰ میں موجود نہ رہے۔ جب دوسرے آسمان پر پہنچے تو پہلے آسمان پر حاضر و موجود نہ رہے، اسی طرح ساتوں آسمانوں کی طرف چلے جائیے، جب آپ واپس تشریف لائے تو ساتوں آسمان آپ کے وجود سے خالی ہو گئے، اگر حاضر و ناظر کا مسئلہ برحق ہو تو معراج باطل ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ جانے اور آنے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جانے والا جانے سے پہلے اس مقام پر موجود نہیں ہوتا جہاں جانا چاہتا ہے اور آنے کے بعد اُس جگہ موجود نہیں رہتا، جہاں سے آیا ہے، لہذا حاضر و ناظر کے عقیدے کے ساتھ معراج کا عقیدہ جمع نہیں ہو سکتا۔ معراج کے قائل ہیں تو حاضر و ناظر کے مسئلہ کا انکار کیجیے، اگر حاضر و ناظر کے مسئلہ کو صحیح مانتے ہو تو عقیدہ معراج سے دست برداری کا اعلان کرو۔

**جواب:** معترض کا حدیث معراج سے حاضر و ناظر کے مسئلہ پر اعتراض کرنا ایک بہت بڑا مغالطہ ہے اور یہ مغالطہ بھی مذہب اہل حق کو نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہے۔ ہم نے بارہا بتایا ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانییت کے طور پر حاضر و ناظر نہیں مانتے، بلکہ روحانیت اور نورانیت کے اعتبار سے مانتے ہیں۔ اب اعتراض کی کون سی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ کیوں کہ معراج

جسمانی ہے تو آپ کا آنا جانا بھی جسم اقدس ہی سے متعلق ہوا، جہاں سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم چلے وہاں سے سرکار کی جسمانییت منتقل ہوئی اور جہاں پہنچے وہاں جسمانییت پہنچی، جہاں سے آئے جسمانییت وہاں سے روانہ ہوئی۔ اس ضمن میں جو جگہ حضور سے خالی ہوئی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت اور نورانیت سے نہیں، بلکہ آپ کی بشریت و جسمانییت سے خالی ہوئی۔ پھر جب ہم جسمانییت اور بشریت کے ساتھ آپ کو حاضر و ناظر ہونے کے قائل ہی نہیں تو حدیث معراج ہمارے دعویٰ کے کس طرح معارض ہو سکتی ہے؟

**اتھواں اعتراض:** منکرین کی طرف سے حاضر و ناظر کے مسئلہ میں عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا اللہ کی صفت ہے، جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے: عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ اور بِكُلِّ شَيْءٍ فَخِيرٌ اور اللہ کی صفت غیر اللہ کے لیے ثابت کرنا شرک ہے۔

**جواب:** مختصن کا یہ اعتراض بہت پرانا اور بچہ فرسودہ ہے۔ صرف حاضر و ناظر کا مسئلہ نہیں، بلکہ کمالات رسالت سے تعلق رکھنے والے تمام مسائل کا انکار اسی شرک کا سہارا لے کر کیا جاتا ہے۔ گویا الزام شرک کا یہ اعتراض مغالطہ علمۃ الورد ہے جو ہر مقام پر بلا کسی تامل کے وارد کر دیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق صرف اتنی گزارش ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت کسی غیر کے لیے ثابت کرنا شرک ہے، لیکن اس کے ساتھ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ صفات الہی مستقل اور بالذات ہوتی ہیں۔ اللہ کی کوئی صفت عطائی اور غیر مستقل نہیں ہوتی، بندوں کے لیے کسی مستقل بالذات صفت کا حصول قطعاً ناممکن اور محال ہے۔ اب اس قاعدے کے تحت اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے والی صفت ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت نہیں کرتے، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عطائی، بالعرض اور حادث و مخلوق ہے، اب بتاؤ شرک کہاں رہا؟ جان لو کہ حیات، مع، بصر وغیرہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اور اُس کے بندوں کی بھی ہیں، مگر شرک پھر بھی لازم نہیں آتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ صفات مستقل اور بالذات ہیں اور بندوں کے لیے غیر مستقل، عطائی اور بالعرض ہیں۔

**نواں اعتراض:** فتاویٰ بزازیہ جو فتویٰ ایک معتبر کتاب ہے، اس میں یہ عبارت ہے: مَنْ قَالَ اِنَّ اَزْوَاجَ الْمَسَاحِجِ حَاجَةٌ تَعْلَمُهَا كَلْبُكُؤْ۔ یعنی جو یہ کہے کہ مساحیج کی زوجیں

حاضر ہیں اور وہ علم رکھتی ہیں تو وہ کافر ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔

**جواب:** مخالفین و منکرین نے اعتراض تو کر دیا اور حکم کفر بھی جڑ دیا، مگر ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ یہ کفر صرف ہمارے ساتھ ہی خاص ہے یا عام ہے، اگر ہمارے ساتھ ہی خاص ہے تو ہم نے کون سا گناہ کیا ہے؟ اگر ہم حاضر و ناظر کا عقیدہ رکھتے ہیں تو کافر بن جاتے ہیں، اگر کوئی اور ایسی عقیدہ رکھتا ہے تو کافر نہیں ہوتا، اب بتاؤ کیا کہتے ہو؟ اگر عام ہے کہ خواہ کوئی بھی ہو، حاضر و ناظر کا یہ عقیدہ رکھے گا تو کافر ہو جائے گا تو آپ کو چاہیے کہ حضرت امام غزالی اور عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ جیسے ائمہ دین کو بھی کافر کہو، کیوں کہ یہ حضرات جو ائمہ دین ہیں، فرماتے ہیں کہ نمازی جب اَلشَّلَاكَةُ عَلَيْنِكَ اٰثِيْبًا التَّيْبِي كُفٍّ تَوَ اٰثِيْبًا دَلٍّ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر سمجھ کر یہ سلام عرض کرے، جیسا کہ ائمہ العلماء و احیاء العلوم کی عبارتیں پیش کی جا چکی ہیں، اگر ایسے ائمہ دین کفر کی زد میں آتے ہیں تو مسلمان کون رہ جائیں گے؟ اصل بات یہ ہے کہ بزاز یہ میں جس حاضر و ناظر ماننے کو کفر کیا گیا ہے وہ حاضر و ناظر ہے جو صفت الہی ہے، یعنی ذاتی، قدیم، مستقل، ماننا، حالانکہ ہم اس کے قائل نہیں بلکہ عطائی بالعرض کے قائل ہیں۔

**دسواں اعتراض:** فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ جو شخص نکاح کرے اور کہے کہ میں نے اس نکاح میں اللہ اور رسول کو گواہ بنایا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ ثابت ہوا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جانے وہ کافر ہے۔

**جواب:** اگرچہ اس کے جواب بہت ہیں مگر یہاں وہ جواب ذکر کیا جاتا ہے جس کو امام اجل علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”تویر الملک“ میں ذکر کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ قاضی خان کی عبارت کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جان کر کافر ہوا ہے، بلکہ اس لیے کافر ہو جاتا ہے کہ وہ اس قوم کے ضمن میں ایک تو اتر کا انکار کر رہا ہے اور حدیث متواتر کا منکر یقیناً کافر ہے۔ اور حدیث یہ ہے: لَا يَكْفُرُ إِلَّا بِشَهَادَةٍ۔ لہذا کفر کی بنا انکار حدیث متواتر پر ہے، نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ماننے پر۔

## حضور کا علم غیب قرآن مجید کی روشنی میں

قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى:

وَعَلَّمَكُم مَّا لَمْ تَكُن تَعْلَمُونَ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا (سورہ نسا، آیت: 113)

یعنی اے محبوب! آپ کو سکھادیا جو کچھ آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔  
حضرات! اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رحمت اور فضل سے عرش سے فرش تک اور شرق سے غرب تک اور روز ازل سے روز آخر تک کے علوم عنایت فرمائے اور ماکان و مایکون کے علم سے سرفراز فرمایا۔ قرآن وحدیث، ائمہ دین اور علمائے معتدین کے اقوال سے ثابت ہے، اور یہی اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا۔ یعنی یہ رسول تمہارے اوپر گواہ ہیں۔

**فائدہ:** اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن جب آپ کی اُمت امم سابقہ کے کفر و انکار پر گواہی دیں گے اور صفائی کی گواہی اس وقت تصور ہو سکتی ہے کہ گواہان کے حالات پر مطلع ہوں، ورنہ گواہی کا کیا مطلب؟ لہذا ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر دیندار کے دینی مرتبے کو پہچانیں اور ان کے اچھے برے اعمال کو اور ان کے اخلاص و نفاق کو جانیں۔

ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم غیب عطا فرمایا ہے جس سے مسلمانوں کے دینی مرتبے اور ان کے اچھے برے اعمال کو، ان کے اخلاص و نفاق کو جاننے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر دین ہر حدین بدین خود کہ کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او چیست و چاہے کے ہاں از ترقی محبوب ماندہ است کدام پس ادوی

شامہ گناہان شمار اور جانب ایمان شمار اور اعمال بد و نیک شمار اور اخلاص و نفاق شمار اللہ شہادت اور در دنیا و آخرت منکلم شرع است و حق است مقبول و واجب العمل است۔ (تفسیر عزیزی، صفحہ: 518)

یعنی حضور علیہ السلام اپنے نور نبوت کی وجہ سے ہر دیندار کے دین کو جانتے ہیں کہ وہ دین کے کس درجے کو پہنچا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کون سا حجاب اس کی ترقی سے مانع ہے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمہارے گناہوں کو تمہارے ایمانی درجات کو، تمہارے نیک و بد اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں، اس لیے ان کی گواہی دنیا و آخرت میں منکلم شرع است کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے۔

**فائدہ:** اس تفسیر سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کے ظاہری اور باطنی سب احوال جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنا وسیع علم غیب عطا فرمایا ہے کہ آپ پر کسی مسلمان کا کوئی حال پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَا كَانَ اللَّهُ بِظَالِمًا لِّشَيْءٍ (سورہ: آل عمران، رکوع: 10)

یعنی اسے لوگو! اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ تمہیں غیب کا علم دے، البتہ! اللہ جن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔

**فائدہ:** اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ رسولوں کو علم غیب عطا فرماتا ہے اور سید الانبیاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں تو بالیقین آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بے شمار علم غیب عطا فرمایا ہے۔ تفسیر جلالین شریف میں ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ بِظَالِمًا لِّشَيْءٍ عَلَى الْغَيْبِ فَتَعْرِفُوا الْمُتَافِقُ مِنْ غَيْرِهِ قِيلَ الشَّهِيدُ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَخْتَارُ مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ وَفِي ظِلْعِهِ عَلَى غَيْبِهِ كَمَا أَظْلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حَالِ الْمُتَافِقِينَ۔ (تفسیر جلالین، صفحہ: 66)

یعنی اے لوگو! اللہ کی شان یہ نہیں کہ وہ تم کو غیب کی اطلاع دے، اس لیے پہچان لو کہ تم منافق کو اس کے بغیر تیز سے پہلے۔ لیکن اللہ جن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے۔ پھر اس کو اپنے غیب کی اطلاع دیتا ہے، جیسے نبی کریم کو منافقوں کے حال پر اطلاع دی۔ صاحب تفسیر حسینی اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دقتیکہ حضرت وغیر فرمود کہ امت مرا بصورت و طلیت بمن نمودند بہمان مشابہ کہ ذرات ذرات را بآدم صغی علیہ السلام شہودہ بودند و مرا بہام الہی معلوم شد کہ کدام از ایشان اسلام قبول کند و کدام در بادیہ ضلالت سرگردان ماند۔ منافقان با یک دیگر متفقہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) چنین دعویٰ بلند میکند و از حالات دل متزلزل و غافل ست اگر راست میگوید یا، بگوید کہ امام مخلص است و کدام منافق آیت آمد۔ (تفسیر حسینی، جلد اول، صفحہ: 97)

یعنی جب حضرت رسول پاک نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت اپنی شکل و صورت میں دکھائی گئی جیسا کہ تمام اولاد حضرت آدم کو دکھائی گئی تھی اور میں نے الہام الہی سے معلوم کر لیا کہ ان میں سے کون اسلام قبول کرے گا اور کون کمرانی کے جنگل میں سرگرداں رہے گا تو منافقوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسا بلند دعویٰ کرتا ہے اور ہمارے متزلزل دل کے حالات سے ناواقف ہے، اگر کج کہتا ہے تو کہ ہمیں بتائے کہ کون مخلص ہے اور کون منافق ہے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

**فائدہ:** اس شان نزول سے دو مسئلے ثابت ہوئے: اول یہ کہ ہر دار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بتایا گیا جس کی وجہ سے آپ مومن اور منافق کو پہچانتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے بارے میں اعتراض کرنا منافقین کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَاعْلَمْتُمْ مَا لَهُ كُنْ تَعْلَمُوْا وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا۔ (سورہ نسا، آیت: 113)

ترجمہ: محبوب تم کو سکھادیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔

**فائدہ:** اس آیت میں کلمہ ماکرہ ہے جو تحت ثلثی واقع ہو کر عمومیت محضہ کا فائدہ دیتا ہے، تو معنی یہ ہوگا کہ ہر وہ شے جس کو آپ نہیں جانتے تھے، ہر اس شے کا علم آپ کو دیا گیا۔

ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات کے علوم عطا فرمائے اور کتاب و حکمت کے اسرار و دقائق پر مطلع کیا۔

مگر علم غیب اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس سے احکام شرع مراد ہیں نہ کہ علم غیب، مگر تفسیروں کی روشنی میں مکررین کی یہ بات غلط ہے، بلکہ اس سے عام مراد ہے احکام شرع ہوں یا علم غیب ہو۔ تفسیر جلالین میں ہے:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ مِنَ الْأَحْكَامِ وَالْغَيْبِ (تفسیر جلالین، صفحہ: 87)  
یعنی آپ کو سکھایا احکام اور علم غیب سے جو کچھ آپ نہ جانتے تھے۔

**فائدہ:** اس تفسیر نے منکرین کے جواب پر پالی پھیر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام بھی بتائے اور علم غیب بھی سکھایا۔ اب ذرا تفسیر حسینی کی بھی سنے تفسیر حسینی میں ہے: در بحر الحقائق می فرماید کہ آں علم ماکان وما سیکون است کہ حق سبحانہ در شب اسرا بدال حضرت عطا فرمود چنانچہ در احادیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش یوم قطره در خلق من ریکتند فعلت بہا ماکان وما سیکون، پس واسم آنچه بود آنچه خواهد بود۔

(تفسیر حسینی، جلد اول، صفحہ: 133)

یعنی بحر الحقائق میں ہے کہ وہ علم ماکان وما سیکون ہے کہ حق تعالیٰ نے شب معراج حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا، جب کہ معراج کی حدیث میں ہے کہ ہم عرش کے نیچے تھے کہ ایک قطرہ ہمارے حلق میں ڈالا گیا، پس ہم نے سارے گزشتہ اور آئندہ کے واقعات معلوم کر لیے۔

**فائدہ:** اس تفسیر سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماکان وما سیکون کے علوم جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے: مَا قُورَظْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (پارہ: 7)

یعنی ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھانہ رکھا۔

**فائدہ:** یعنی اس کتاب میں کوئی ایسی شے نہیں جس کا بیان نہ ہو، جملہ علوم اور تمام ماکان و ما سیکون کا اس میں بیان اور جمیع اشیا کا علم اس میں موجود ہے، خواہ کتاب سے مراد قرآن کریم ہو یا لوح محفوظ ہو، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں قرآن مجید بھی ہے اور لوح محفوظ بھی ہے، تو ثابت ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہر شے ہے اور آپ ماکان و ما سیکون کو جانتے ہیں۔ تفسیر صاوی میں ہے: فَيَقِيلُ أُرَيْدُ بِالْكِتَابِ الْوَحْشَ الْمَحْفُوظَ فَالْعَمُومَةُ ظَاهِرَةٌ فَإِنَّ فِيهِ وَيَتَيَّانُ مَجْلُ شَيْءٍ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ وَمَا هُوَ كَالْجَمْعِ (ج: ۲: ص: 13)

یعنی جب کتاب سے مراد لوح محفوظ ہے تو عموم ظاہر ہے، کیوں کہ اس میں ہر شے ماکان و ما سیکون اور کائن کا واضح بیان ہے۔

**فائدہ:** معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں ہر شے کا علم ہے اور لوح محفوظ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہے، تو ثابت ہوا کہ آپ کو ہر شے کا علم ہے۔

علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: إِنَّ الْقُرْآنَ مُشْتَبِلٌ عَلَى جَمِيعِ الْأَحْوَالِ۔

یعنی قرآن کریم تمام حالات پر شامل ہے۔ (تفسیر خازن، جلد دوم، صفحہ: 14)

**فائدہ:** اس سے بھی ثابت ہوا کہ قرآن پاک میں ہر چیز کا بیان ہے۔ کوئی ایسی شے نہیں جو قرآن مجید میں موجود نہ ہو۔ کسی نے کیا خوب فرمایا: وَكُلُّ الْعِلْمِ فِي الْقُرْآنِ لَكِنْ تَقَاعُزُ عَنْهُ أَفْقَاهُ الرِّجَالِ۔ یعنی تمام علوم قرآن پاک میں موجود اور مسطور ہیں مگر لوگوں کی سمجھ میں اس سے قاصر ہیں۔ (تفسیر عزیزی، پارہ آخری، صفحہ: 363)

مطلب یہ کہ صرف عارف باللہ ہی قرآن پاک میں تمام علوم کو سمجھ سکتا ہے، جیسا کہ حضرت قطب ربانی امام شعرانی "طبقات کبریٰ" میں فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ابراہیم سونی فرماتے ہیں: لَوْ فَتَحَ اللَّهُ عَنْ قُلُوبِكُمْ أَفْقَالَ الشَّيْءِ لَأَكَلْتُمُوهُ عَلَى مَا فِي الْقُرْآنِ مِنَ الْعُلُومِ وَاسْتَعْتَمْتُمْ عَنِ النَّظَرِ فِي سَوَاقِهَا فَإِنَّ فِيهِ جَمِيعَ مَا رُفِعَ فِي صَفَحَاتِ الْوُجُودِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مَا قُورَظْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ (طبقات کبریٰ، جلد اول، صفحہ: 149)

یعنی اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے بند قفل کھول دے تو تم ان علموں پر مطلع ہو جاؤ گے جو قرآن مجید میں ہیں اور تم قرآن کے سوا دوسری چیزوں سے بے پردہ ہو جاؤ گے، کیوں کہ قرآن میں وہ تمام چیزیں لکھی ہوئی ہیں جو وجود کے صفحوں میں ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

مَا قُورَظْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ۔ یعنی قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن پاک میں تمام احوال لکھے ہوئے ہیں جن کو عارف باللہ جانتا ہے اور قرآن پاک کے تمام علوم سر دارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں ہیں، اس لیے آپ کو تمام احوال کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَطِبُّ وَلَا تَاسِيسَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ۔

یعنی ہر تر اور خشک روشن کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ ہر شے روشن کتاب یعنی لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔ صاحب تفسیر حسینی نے زیر آیت لکھا ہے: گفتار اندر از ادراک و ادب و یا پس ہر چیز با است۔

یعنی علمائے فرمایا ہے کہ مطلب و یا بس سے تمام چیزیں مراد ہیں۔

صاحب روح البیان نے زیر آیت لکھا ہے: هُوَ اللّٰوْحُ الْمَحْفُوْظُ فَقَدْ طَبَعَ اللّٰهُ وَبَيَّحَ الْجَمِيْعَ الْمَحْفُوْزَاتِ الْكَوْنِيَّةَ لِقَوْلِهِ اِنَّ زَجْرًا اِلَى الْعِيَادِ يَغْرِفُهَا الْعَلَمَاءُ بِاللّٰهِ

یعنی وہ لوح محفوظ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ساری ممکن چیزیں جمع فرمادیں، ان فائدوں کی وجہ سے جو کہ بندوں کی طرف لوٹتے ہیں ان کو علمائے ربانی جانتے ہیں۔

تفسیر خازن میں ہے: وَقَالَتِ اِنَّ الْمُرَادَ بِالْكِتَابِ الْمُبِينِ هُوَ اللّٰوْحُ الْمَحْفُوْظُ لِاَنَّ اللّٰهَ كَتَبَ فِيْهِ عِلْمَهُ مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ وَمَا قَدْ كَانَ قَبْلَ اَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَقَائِدَةً اِلْحْصَاءِ الْاَشْيَاءِ كُلِّهَا فِيْ هٰذَا الْكِتَابِ لَيَقِفَ الْمَلٰٓئِكَةُ عَلٰٓى اِنْفَادِ عَلَيْهِ

(تفسیر خازن، صفحہ: 21)

یعنی ثانی توجیہ یہ ہے کہ کتاب مبین سے مراد لوح محفوظ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ماکان و مایکون کا علم آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے سے پہلے لکھ دیا ہے اور ان تمام چیزوں کے اس کتاب میں لکھنے کا فائدہ یہ ہے کہ فرشتے اس کے علم کرنے پر واقف ہو جائیں۔

**فائدہ:** اس آیت اور ان تفسیروں سے ثابت ہوا کہ لوح محفوظ میں ہر چیز مندرج ہے اور لوح محفوظ کا علم فرشتوں اور اللہ کے خاص بندوں کو ہے۔ جب یہ حضرات جانتے ہیں تو اطمینان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوح محفوظ کا علم ضرور ہوگا، لہذا آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر شے کا علم حاصل ہے۔

☆☆☆

## انتالیسواں وعظ: 2

### حضور کا علم غیب قرآن کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن پاک میں صاف ارشاد فرمایا ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْكِتَابَ بَيِّنٰتًا لِّلَّذِیْنَ نَشِیْءُ

یعنی ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا جس میں دین و دنیا کی ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن شریف میں ہر شے کا واضح بیان ہے۔ تفسیر حسینی میں ہے:

فرستادیم ہر تو قرآن بیان روشن برائے ہمارا از امور دین و دنیا یہ تفصیل و اجمال۔

(تفسیر حسینی، جلد اول، صفحہ: 378)

ہم نے آپ پر قرآن نازل جس میں دین و دنیا کی ہر چیز کا روشن بیان ہے تفصیلی و اجمالی۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روز فرمایا: مَا وَفَّيْنَا فِي الْعَالَمِ إِلَّا فِي كِتَابِ اللّٰهِ

جہاں میں کوئی شے ایسی نہیں جو کہ اللہ کی کتاب یعنی قرآن مجید میں نہ ہو، تو ان میں سے

کسی نے کہا: فَأَيْنَ ذِئْبُ الْحَاكِيَّةِ، سراؤں کا ذکر کہاں ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَذْكُرُوْا اٰیٰتِیْ مَا تَحْتَاجُوْنَ

مَنْ كُوْنُوْا فِيْهَا اَعْتَابًا لِّكُمْ۔ (تفسیر اتقان، صفحہ: 126)

یعنی تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جن میں کوئی نہیں رہتا اور تمہارا وہاں

سامان ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن پاک میں ہر قسم کا بیان ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے: لَوْ تَكَلَّمْتُ لَكُمْ فِي تَفْسِيْرِ الْقَابِیَةِ لَحُمَلْتُ

لَكُمْ سَبْعِيْنَ بَعِيْرًا۔ (البیوقیت والجاہر، مؤلفہ عبد الوہاب شعرانی)

یعنی اگر میں تم سے تفسیر فاتحہ بیان کر دوں تو تمہارے لیے 70 اونٹ بھر دوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مَنْ أَرَادَ الْعِلْمَ فَلْيَعْلَمْ بِالْقُرْآنِ  
قَبْلَ أَنْ يَفِيهِ خَيْرُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ۔ (تفسیر ابقان، صفحہ: 126)

یعنی جو علم کھینے کا ارادہ کرے وہ قرآن کو لازم پکڑے، کیوں کہ اس میں اولین و آخرین کی تمام  
خبریں ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

لَوْ خَاضَ عَلَى عَقَالٍ بَعِيضُهُمْ لَوْ جَدَّ ثَمَّةٌ فِي كِتَابِ اللّٰهِ۔ (ابقان، صفحہ: 126)

یعنی اگر میرے اوٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں اس کو بھی کتاب اللہ میں پاؤں گا۔

**فائدہ:** اس آیت اور ان تفسیروں اور روایتوں سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں ہر شے کا  
بیان ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا۔ الرَّحْمَنُ عَلَّمَ  
الْقُرْآنَ۔ اللہ نے اپنا رحمت والا قرآن اپنے رحمت والے حبیب کو سکھادیا تو تمام چیزوں کا علم  
اس رحمت والے حبیب کو حاصل ہے اور آپ ہر شے کو بہ عطاء لے جانتے ہیں۔

الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔ (سورہ رحمن)

یعنی رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا اور ان کو ماکان و  
ماکون کا بیان سکھادیا۔

**فائدہ:** اس آیت میں انسان سے مراد کامل انسان یعنی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ  
علیہ وسلم ہیں اور بیان سے مراد علم ماکان و ماکون یعنی گزشتہ اور آئندہ کا علم تو مطلب یہ ہوا کہ  
اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گزشتہ اور آئندہ کے تمام علوم سکھادیے ہیں۔

صاحب خازن نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے: يَقِيْلُ أَرَادَ بِالْإِنْسَانِ مُعْتَمِدًا عَلَى اللَّهِ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ يَعْنِي بَيَانَ مَا كَانَ وَمَا يَكُونُ لِأَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَبِّي عَنْ  
خَيْرِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَعَنْ بَيَانِ الْبَيَانِ۔ (تفسیر خازن، جلد چہارم، صفحہ: 108)

یعنی کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اللہ نے ان کو ماکان  
و ماکون کا بیان سکھادیا، یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انگوٹوں اور پچھلوں کی اور قیامت کے دن کی  
خبر دی گئی ہے۔

صاحب تفسیر حسینی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: یا بوجود آورد محمد صلی اللہ علیہ وسلم را بیا  
موزانید و سے را بیا انچه بود و هست و باشد چنانچه مضمون فعلیہ است عَلَّمَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ۔  
از میں معنی خبری دہ۔ (تفسیر حسینی، جلد دوم، صفحہ: 366)

یعنی یہ مراد ہے کہ حضور علیہ السلام کی ذات کو پیدا فرمایا اور ان کو سکھایا جو ہو چکا ہے یا جو  
ہوگا، جیسا کہ آپ کا یہ ارشاد کہ مجھے اولین و آخرین کا علم سکھایا گیا ہے، اس کی خبر دیتا ہے۔

ان تفسیروں سے ثابت ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باذن اللہ ماکان و ماکون کے عالم  
ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: عَلَّمَهُ الْغَيْبَ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ مِنَ رِشْوِنِ۔

یعنی عالم غیب اپنے غیب پر اپنے پسندیدہ رسولوں کے سوا کسی کو مسلط نہیں کرتا۔

**فائدہ:** اس آیت سے بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب رسولوں کو غیب پر مسلط کرتا  
ہے۔ سید الرسول خاتم الانبیاء احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رسولوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔  
لہذا ثابت ہوا کہ آپ بطریق اولیٰ غیب کے علوم سے سرفراز فرمائے گئے۔

علامہ خازن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: الْإِنْسَانُ يُصْطَفِيهِ لِرِسَالَتِهِ وَبُيُوتِهِ فَتُظْهِرُ  
عَلَى مَنْ يُشَاقُّهُ مِنَ الْغَيْبِ حَقِّي يُسْتَكَلُّ عَلَى بُيُوتِهِ بِمَا يُخْبِرُهُ بِهِ مِنَ الْبُغْيَاتِ فَتَكُونُ  
ذَلِكَ مُعْجَزَةً۔ (تفسیر خازن، جلد چہارم، صفحہ: 219)

یعنی اس کے سوا جس کو اپنی نبوت و رسالت کے لیے چن لیے، اس پر چاہتا ہے تو غیب  
ظاہر فرمادیتا ہے تاکہ ان کی نبوت پر ان غیب کی چیزوں سے دلیل دی جائے جس کی وہ خبر دیتے  
ہیں، یہی ان کا معجزہ ہوتا ہے۔

تفسیر روح البیان میں اس آیت کے تحت لکھا ہے: قَالَ ابْنُ الْقَيُّمِ إِنَّهُ تَعَالَى لَا يُظْهِرُ  
عَلَى الْغَيْبِ الَّذِي يَخْتَصُّ بِهِ عَلَّمَهُ إِلَّا لِمَنْ تَخَيَّرَ الَّذِي يَكُونُ رِسُولًا وَمَا لَا يَخْتَصُّ بِهِ  
يُظْهِرُ عَلَيْهِ غَيْرُ الرِّسُولِ۔ (تفسیر روح البیان، حوالہ حاشیہ جلالین، صفحہ: 477)

یعنی ابن قیم نے فرمایا ہے کہ رب تعالیٰ اس غیب پر جو کہ اس سے خاص ہے، برگزیدہ رسول کے  
سوا کسی کو مطلق نہیں فرماتا اور جو غیب کہ رب سے خاص نہیں ان پر غیر رسول کو بھی مطلق فرمادیتا ہے۔

اس آیت اور ان تفسیروں سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو خصوصاً سید المرسلین خاتم

الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کے علوم سے سرفراز فرماتا ہے اور آپ کے واسطے سے اولیائے کاملین کو بھی علم غیب عطا فرماتا ہے۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: **فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ** (سورہ نجم) یعنی اللہ نے وحی فرمائی اپنے خاص بندے کو جو وحی فرمائی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ہمارے علوم و معارف و تحقیق و بشارت و اشارات و اخبار و آثار کرامات و کمالات درحیطہ اس ابہام داخل است و ہمہ را شامل و کثرت و عظمت اوست کہ ہم آرد و بیان نہ کرد اشارات بآنکہ جز علم علام الغیوب و رسول محبوب بہ آں محیط تواند شد مگر آنچہ آنحضرت بیان کردہ۔ (مدارج النبوة، جلد اول، صفحہ 205)

یعنی معراج میں رب نے حضور علیہ السلام پر جو سارے علوم، معرفت، بشارتیں، اشارے، خبریں، کرامتیں اور کمالات وحی فرمائے وہ اس ابہام میں داخل ہیں اور سب کو شامل ہیں۔ ان کی کثرت اور عظمت ہی کی وجہ سے ان چیزوں کو بطور ابہام ذکر کیا اور بیان نہ فرمایا۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان علوم غیبیہ کو رب تعالیٰ اور محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ البتہ! جس قدر حضور نے بیان فرمایا وہ معلوم ہے۔

**فائدہ:** اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اشیاء کے علوم وحی فرمائے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے آپ ہر شے کو جانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **وَمَا هُوَ عَلَىٰ الْغَيْبِ بِضَلِيلٍ** (پارہ 30)

یعنی وہ غیب بتانے میں بھٹیل نہیں۔

**فائدہ:** جب آپ غیب بتانے میں بھٹیل نہیں ہیں تو یہ یقین ہے کہ آپ کو علم غیب ہوا اور لوگوں کو وہ غیب بتاتے ہیں۔ صاحب جمل لکھتے ہیں: **أَنَّىٰ يُخْبِلُ أَمَّىٰ فَلَا تَتَّخِذْ بِهِ عَلَیْكَ مَثَلًا** (جمل حاشیہ جلالین، صفحہ 412)

یعنی حضور غیب کے بتانے میں تم پر بھٹیل نہیں کرتے، بلکہ تم کو غیب کی خبر دیتے ہیں اور اس کو چھپاتے نہیں۔

علامہ خازن اپنی تفسیر میں اس کے تحت لکھتے ہیں: **إِنَّهُ عَلَیْهِ السَّلَامُ يَا بُنْدُو عَلِمَهُ الْغَيْبِ**

**فَلَا تَتَّخِذْ بِهِ عَلَیْكَ مَثَلًا** (تفسیر خازن، جلد چہارم، صفحہ 257) یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس علم غیب آتا ہے تو تم پر اس میں بھٹیل نہیں فرماتے، بلکہ تم کو سکھاتے ہیں۔

اس آیت اور اس کی تفسیروں سے ثابت ہوا کہ ہمارے آقائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب جانتے ہیں اور لوگوں کو علم غیب بتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يُضِلَّ عَمَّا عَلَىٰ الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَخْتَصِي بِمَنْ يُشَاءُ** (سورہ آل عمران، رکوع 10) یعنی اے لوگو! اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ تم کو غیب کا علم دے لیکن اللہ تعالیٰ غیب کے لیے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے چن لیتا ہے۔

**فائدہ:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم منتخب اور برگزیدہ رسولوں سے ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرمایا جس کی وجہ سے آپ علم غیب جانتے ہیں۔

تفسیر جلالین شریف میں ہے: **وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَخْتَصِي بِمَنْ يُشَاءُ مِنْ رُسُلِهِ مِنْ يَشَاءُ** (تفسیر خازن، جلد اول، صفحہ 202)

یعنی اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اور پسند فرماتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے تو اپنے غیب میں سے جو چاہتا ہے انھیں اس کی اطلاع دیتا ہے۔

اس آیت اور ان تفسیروں سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب پر مطلع فرماتا ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی اطلاع اور ان سے علم غیب جانتے ہیں۔

اگرچہ علم غیب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبوت پر اور آیات بھی ہیں مگر انہی چند آیات مبارکہ پر اکتفا کی جاتی ہے، کیوں کہ دانشور کے لیے فقط چند حرف کافی ہوتا ہے اور بے وقوف کے لیے دفتر بھی بیکار ہے۔

مواعظ رضویہ جلد ہذا اتمام شد